ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

الحمد للہ کہ دریں ایام تمیمت انجام کتاب ہدایت مآب جامع اصول احادیث نبوی وحاوی
قواعد اخبار مصطفوی از عمدہ تو الیف مقبول بارگاہ ربانی مولانا الحافظ ابن حجر العسقلانی
موسوم بہ

نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر

مع سلیس شرح کے

اشفاء النظر فی شرح نخبۃ الفکر

از تو الیف عمدۃ المحدثین وزبدۃ المحققین عالم ربانی مولانا العلامۃ المولوی ابو محمد عبد العزیز
بن مولانا عبد السلام العثمانی الہزاروی سلمہ اللہ القوی
حسب فرمائش جناب فیضمآب محمد علی صاحب ٹیلر ماسٹر ساکن گڑھی شاہو لاہور

[illegible]

اعلان ۔ حق کاپی رائٹ محفوظ ہے

ساتویں[7] شرح قاضی برہان الدین محمد بن ابو اسحق مقدسی کی۔ اٹھویں[8] شیخ قاسم
بن قطلوبغا کی تعلیق۔ ناویں[9] امیر محمد اسمعیل یمنی کی تعلیق۔ دسواں[10] ابراہیم لقانی المتوفی
۱۰۴۱ھ کا حاشیہ۔ گیارہویں[11] احمد بن صدقہ بن الصیرفی کی نظم نخبہ کی۔ بارہویں[12]
محمد شمنی کی نظم نخبہ کی۔ تیرہویں[13] محمد شمنی کے بیٹے شیخ تقی الدین احمد کی شرح اس نظم
مذکورہ پر مسمے بالعالی الرتبہ فی شرح نظم النخبہ۔ چودہویں[14] شیخ شہاب الدین احمد
بن محمد الطوخی المتوفی ۸۹۳ھ نے نخبہ کو نظم میں کیا۔ پندرہواں[15] حاشیہ عربی از فاضل
دہر مولانا مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی۔ سولھویں[16] شرح فارسی از مولوی محمد حسین
صاحب اسرائیلی الہزاروی۔ سترہویں[17] شرح از شیخ محمد صادق سندی المدنی مسمے
بہ بہجۃ النظر علی شرح نخبۃ الفکر۔ یہ شرح بہترین شروح میں سے ہے اور میں نے اپنی
شرح میں اکثر اسی سے اخذ کیا ہے۔ اِن شروح کی طرف خیال کرنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ شرح نخبۃ الفکر اصول حدیث میں نہایت ہی مقبول و مستند کتاب ہے
اور اس کتاب کی عمدگی سوائے قبولیت علماء کے مصنف کی اپنی تقریر سے بھی
معلوم ہوتی ہے چنانچہ حافظ محمد بن عبدالرحمن السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ ضوء اللامع
فی احوال اہل المائۃ التاسع میں ابن حجر سے ذکر کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو کئی مواضع
میں دیکھا ہے کہ آپ اپنی تصانیف میں سے فتح الباری اور تعلیق اور نخبۃ الفکر
کی تعریف کرتے تھے انتہٰی۔ اور چونکہ کتاب کی قدر مصنف کے حال اور تالیف کا
اعتبار مؤلف کے مرتبہ سے ظاہر ہوتا ہے اسواسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
کیقدر ذکر خیر مصنف شرح نخبۃ الفکر کا بھی کیا جاوے۔

شیخ ابن حجر عسقلانی رح کا ذکر خیر

آپکا لقب شہاب الدین۔ کنیت ابو الفضل نام نامی احمد بن علی بن
بن محمد بن علی بن محمود بن حجر الکنانی العسقلانی ثم المصری الشافعی ہے۔

تولد آپکا + ۲۳

شعبان کو ۷۷۳ہجری میں ہوا کہتے ہیں آپ کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی
اس وجہ سے کبیدہ خاطر ہوکر شیخ صناقیری کے حضور میں جو کہ اولیاء کرام میں
سے تھے حاضر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا۔ آپ کی پشت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا
جو تمام دنیا کو اپنے علم سے بھر دیگا۔ پس ابن حجر رحمۃ عالم وجود میں آکر نشوونما پاینکے
بعد موافق ظہور پیشنگوئی اُس ولی اللہ کے تحصیل علم دین کے واسطے مصر۔ اسکندریہ
شام قبرس۔ حلب۔ حجاز یمن و دیگر بلاد اسلام کا سفر کیا اور ان سب علمی چشموں سے
سیراب ہوکر آئے اور حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی المتوفی ۸۰۵ھ کی
خدمت میں ایک مدت تک رہکر حدیث کی خوب مہارت پیدا کی۔ اور علم حدیث
میں آپکا یہانتک عروج ہوا کہ اُس زمانہ میں آپکے سوائے کوئی دوسرا شخص حافظ
حدیث کا دنیا میں موجود نہ تھا۔ اور نہ ہی آپ کے بعد کوئی ویسا حافظ حدیث
آجتک ہوا ہے علم حدیث کی ریاست آپ پر منتھی ہوئی۔ اور آپ کی سب
تصانیف مقبول ہوکر آپ کی حیات میں ہی دور دراز ملکوں میں طلب کی گئی
آپ کے اساتذہ اور مشائخ بھی علم حدیث میں آپ کی عظمت و جلالت کے
قائل ہوئے۔ اور اپنے اوپر آپ کو ترجیح دی۔ حدیث کی قرات میں بہت کچھ
عجائب آپ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ کو اپنے چار مجلس میں ختم کیا
اور امام نسائی کی سنن کبیر کو دس مجلسوں میں اور معجم صغیر طبرانی کو ایک مجلس میں
مابین ظہر و عصر کے ختم کیا اور اس کتاب میں ایک ہزار پانسو حدیثیں ہیں بلحہ اُنید
اور صحیح بخاری کو دس مجلسوں میں ختم کیا۔ ہر مجلس قریب چار گھنٹہ کے تھی اور آپنے اپنی اوقات
کو تین کاموں میں ضبط کیا ہوا تھا مطالعہ کتاب۔ یا تصنیف۔ یا عبادت سوا
ان اشتغال کے کبھی خالی نہ بیٹھے تھے۔ دمشق میں دو ماہ کی اقامت کے اندر۔
سو جلد کتب حدیث لوگوں کو پڑھکر سنائی۔ اور تصنیف و عبادت و دیگر امور ضروریہ
علاوہ اسکے تھے۔ امام عبدالرحمن سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں۔ ہزار مجلس سے زیادہ

آپنے املا فرمائی ہے انتہے (املا اسکو کہتے ہیں کہ عالم ایک جگہ میں بیٹھ جائے
اور اُسکے آس پاس طلبہ علم قلم و دوات اور کاغذ لیکر بیٹھیں پھر جو کچھ کہ اللہ تعالی
نے اُسکو خزاین علم عطا فرمائے ہیں اونکو کھولکر اپنے بیان سے طلبہ علم پر نثار کرے اور
طلبہ علم اُن جواہرات کو اپنے دامن تحریر میں لاویں) آپ کے لطائف میں سے یہ ہے
کہ جب سلطان نے مدرسہ مؤیدیہ بنا کر کے تمام کیا - اور اُسکے مناروں میں سے
ایک منارہ جو شمالی برج پر تھا - ٹیڑھا ہو کر گرنیکے قریب ہو گیا - بادشاہ نے
حکم دیا کہ اسکو گرا کر از سر نو تعمیر کریں - اتفاقًا امام عینی شارح بخاری اُسی منارہ
کے نیچے درس دیتے تھے - ابن حجر نے یہ قطعہ نظم کرکے بادشاہ کے روبرو پڑھا

لجامع مولنا المؤید رونق — منارتہ بالحسن تزهو وبالزین
تقول وقد مالت عن القصد امهلوا — فلیس علی جسمی اضر من العین

لوگوں نے یہ تذکرہ امام عینی کی خدمت میں پہونچا کر کہا کہ حافظ ابن حجر نے
آپ کی طرف تعرض کی ہے - امام عینی خفا ہوئے اور چونکہ خود ابن حجر کی طرح شعر
پر قدرت نہ رکھتے تھے نواحی شاعر مشہور کو بلا کر ابن حجر کی تعریض میں قطعہ نظم کرایا

منارة کعروس الحسن قد جلیت — وهدمها بقضاء الله والقدر
قالوا اصیبت بعین قلت ذا غلط — ما اوجب الهدم الا خیبة الحجر

آپ کی تصانیف کا ذکر

آپ کی تصانیف ڈیڑھ[۱۵۰] سے زائد ہے - اور مضامین جدیدہ اور فوائد عدیدہ اور
تحقیق میں سیوطی کی تصانیف سے بہتر اور محکم ہیں - آپ کی ہر ایک کتاب
یہی گواہی دیتی ہے کہ آپ امام حفاظ اور زبدۂ ناقدین اور محقق محدثین میں سے
ہیں - منجملہ آپ کی تصانیف میں سے تعلیق التعلیق تہذیب التہذیب - تقریب التہذیب
لسان المیزان - اصابہ فی معرفۃ الصحابہ - ایضاح نکت ابن الصلاح - رجال الاربعہ -

المشتبہ - تقریب المنہج بترتیب المدرج - لباب فی شرح قول الترمذی وفی الباب
باتحاف العشرہ - اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی - اختفال
ال الرجال - طبقات الحفاظ - کاشف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف -
درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ - الدرر الکامنہ فی الاعیان المائۃ الثامنہ مجمع
المؤسس (اس میں آپکے مشائخ اور معاصرین کا ذکر ہے) - قول المسدد فی الذب
عن مسند الامام احمد - ہدایۃ الرواۃ فی تخریج احادیث المصابیح والمشکوۃ - تخریج احادیث
الاذکار - الاطعام لبیان ما فی القرآن من الابہام - نزہۃ السامعین فی روایۃ الصحابۃ
عن التابعین - توالی التانیس بمناقب محمد بن ادریس - المجموع العام فی اداب الشرب
والطعام - دحول الحمام - نعم السنوح والانوار بخصائص المختار - انباء الغمر بابناء العمر -
بلوغ المرام من احادیث الاحکام - قوۃ الحاج فی عموم المغفرۃ للحاج - الخصال المکفرہ
لذنوب المتقدمۃ والمتاخرہ - الخصال الموجبۃ للظلال - بذل الماعون فی فضل الطاعون
الامتاع بالاربعین المتباینۃ بشرط السماع - مناسک الحج - الاحادیث العشاریہ -
اربعون العالیہ لمسلم علی البخاری - دیوان خطب ازہریہ - دیوان شعراء - ہدی الساری
مقدمہ فتح الباری - فتح الباری فی شرح صحیح البخاری - نخبۃ الفکر فی اصول الحدیث
مع شرح نزہۃ النظر وغیرہ - آپ کی عمدہ تصانیف میں سے فتح الباری شرح صحیح البخاری
ہے - اس کتاب کے اختتام پر آپنے پانسو دینار خرچ کرکے ایک بڑا بھاری جلسہ
خوشی کا کیا تھا - سوائے فتح الباری کے صحیح بخاری کی اور دو شرحیں بھی آپنے
لکھی ہیں ایک فتح الباری سے بڑی ایک چھوٹی مگر ان دونوں کے تمام کرنے سے
پہلے ہی آپکا انتقال ہوگیا - شب شنبہ ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۸۵۲ ہجری قاہرہ مصر میں
آپ نے وفات پائی - جنازہ آپکا بادشاہ نے خود بنفس نفیس نیز گا اٹھایا اور پھر امراء
و روٴساء نے ہاتھوں ہاتھ مزار پر انوار تک پہونچایا - آپ کے جنازہ میں لوگوں کا
نہایت ہی مجمع تھا - اور قرافہ صغرے میں بنی الجزولی کے مزار کے متصل لاکر آپ کو دفن
کیا گیا - آپکے ارتحال سے فن حدیث کا خاتمہ ہوگیا - سیوطی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر القاہرہ

ولادت آپکا ۱۲ شعبان کو سنہ ۷۷۳
اس وجہ سے

ترکیب سے معنی کی تفہیم ہوتی ہے اور وہ شرح سے حاصل ہوگئی ہے۔ اسواسطے
اُس کی ضرورت نہیں رہی۔ ہشتم۔ اکثر ماخذ اس کتاب کا بہجۃ النظر علی شرح
نخبۃ الفکر مؤلفہ محدث ابو الحسن محمد صادق سندی المدنی کا ہے۔ جو اس کتاب
کے سب شروح سے بہتر ہے۔ نہم۔ سوا بہجۃ النظر کے جو اور کتابوں
سے اخذ کیا گیا ہے تو نام اُنکا اخیر میں لکھدیا ہے۔ اور جس موقعہ پہ کسی کتاب کا
حوالہ نہیں وہ بہجۃ النظر کا مضمون ہے کثرت تکرار سے گاہے گاہے اس کا نام
لکھا رہ گیا ہے۔ دہم۔ چونکہ علماء کرام و ائمہ عظام کے حالات[1] واقف ہوئے بغیر اُنکے
اقوال کی وقعت دل میں نہیں بیٹھ سکتی اسواسطے ان بزرگانِ دین میں سے جن کا ذکر اس کتاب میں آیا
ہے اُنمیں سے اکثر کے حالات بھی اس کتاب میں لکھے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ علماء اسلام
نے دین اسلام کے حصول اور ضبط و حفظ میں کسقدر مصیبتیں اسفار دراز و بذل اموال
و صرف اعمار طوال کے کئے ہیں اور اسکی روایت و درایت میں کسطرح کی کمی نہیں کی۔ اور ان
مصائب کے برداشت کرنیکے بعد اس دین اسلام کو تعلیم و افتاء و تالیف و تبلیغ و تفہیم سے ہمارے
تک پہونچایا۔ اور ان جانفشانیوں کی وجہ سے عند الناس و عند اللہ اپنی زندگانی اور مرنیکے
بعد بھی مقبول و مشہور رہے۔ قیامت تک آیندہ لوگوں پر انکا شکریہ واجب ہوا
ہم اُنکے وصف میں سوائے اُسکے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ جیسے ہیں ویسے ہی
ہیں ہم سے اُن کی وصف نہیں ہوسکتی۔ جزاھم اللہ عنا خیر الجزاء وحشرنا اللہ تعالیٰ
معھم تحت لواء سید الانبیاء۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ
اجمعین۔ والحمد للہ رب العالمین فقط ۲ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ بمقام چھاونی کوہ سباتو
ضلع شملہ حررہ الاحقر عبدہ الراجی ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام العثمانی

تنبیہ بالخیر

---

[1] علماؤں کی تاریخ بستان المحدثین مؤلفہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی ؒ اور اتحاف النبلاء المتقین باحیاء
مآثر الفقہاء المحدثین مؤلفہ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم سے زیادہ لی گئی ہے۔ اور سوائے ان دو
کتابوں کے اور کتب تواریخ سے بھی اخذ کی گئی ہے ۱۲ منہ

ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

الحمد للہ کہ دریں ایام میمنت انجام کتاب ہدایت مآب جامع اصول احادیث نبوی و
حاوی قواعد اخبار مصطفوی از عمدہ تو الیف مقبول بارگاہ رحمانی مولانا الحافظ ابن حجر العسقلانی
موسوم بہ

نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر

مع [illegible]

استجلاء [illegible] نخبة الفكر

از تو الیف عمدۃ المحدثین و زبدۃ المحققین عالم ربانی مولانا العلامۃ المولوی ابو محمد عبد العزیز
بن مولانا عبد السلام النعمانی الہزاروی سلمہ اللہ القوی
حسب فرمائش جناب فیض مآب محمد علی صاحب ٹیلر ماسٹر ساکن گڑھی شاہو لاہور

[illegible] لاہور [illegible]

وَالْحَاكِمُ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ النَّيْسَابُوْرِيُّ لٰكِنَّهٗ لَمْ يُهَذِّبْ وَلَمْ يُرَتِّبْ ، وَتَلَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ
الْاَصْفَهَانِيُّ فَعَمِلَ عَلٰى كِتَابِهٖ مُسْتَخْرَجًا وَاَبْقٰى اَشْيَاءَ لِلْمُتَعَقِّبِ ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَهُمُ
الْخَطِيْبُ اَبُوْبَكْرِ الْبَغْدَادِيُّ فَصَنَّفَ فِيْ قَوَانِيْنِ الرِّوَايَةِ كِتَابًا سَمَّاهُ الْكِفَايَةَ وَفِيْ اٰدَابِهَا
كِتَابًا سَمَّاهُ الْجَامِعَ لِاٰدَابِ الشَّيْخِ وَالسَّامِعِ وَقَلَّ فَنٌّ مِنْ فُنُوْنِ الْحَدِيْثِ اِلَّا وَقَدْ صَنَّفَ
الْخَطِيْبُ فِيْهِ كِتَابًا مُفْرَدًا فَكَانَ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ نُقْطَةَ كُلُّ مَنْ اَنْصَفَ عَلِمَ
اَنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ بَعْدَ الْخَطِيْبِ عِيَالٌ عَلٰى كُتُبِهٖ حمد وصلوٰۃ کے بعد اس کتاب ہدایت مآب میں
یہ مذکور ہے کہ ائمہ حدیث اصول حدیث میں قدیم زمانہ سے لیکر آج تک (یعنی ہمیشہ)
کثرت سے کتابیں لکھتے آئے ہیں - چنانچہ انہیں قدیم مؤلفین میں سے قاضی ابو محمد
رامہرمزی ہیں انہوں نے اس فن میں ایک کتاب مسمّٰی بالمحدث الفاصل بین الراوی
والواعی لکھی ہے - لیکن حدیث کے سب قسم اس میں درج نہ کر سکے - انکے بعد حاکم ابو
عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری نے ایک کتاب مسمّٰی معرفت علوم الحدیث بقدر پانچ
جزو مشتمل بپنجاہ انواع لکھی لیکن باوجودیکہ حاکم فن تصنیف وترتیب میں یگانہ ملنے گئے
تھے - پھر بھی اس کتاب میں فنون حدیث کو (شائستہ طور پر ترتیب نہ دیسکے) - اور پھر
انکے قریب ہی ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صوفی اصفہانی آئے حاکم کی کتاب کے مسائل کو
اپنی طرز پر ترتیب دیکر باقیماندہ مسائل بھی انکے ساتھ ملاکر ایک کتاب لکھی - حاکم کے

[1] حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ شہر نیشاپور ۳۲۱ تین سو اکیس ہجری میں پیدا ہوئے - صغر سنی ہی میں حدیث کی جستجو میں ابو والد ابو حاتم ابن حبان
اور ابو عبد اللہ الاخرم اور ابو العباس ابن محبوب اور ابو عمرو بن السماک اور ابو علی نیشاپوری جیسے مشہور شیوخ اور سوا اسکے باقی اور اس وقت کے
علماؤں سے بھی روایت کرتے ہیں آپ کے والد نے امام مسلم کو دیکھا تھا - اور آپ سے ابو یعلیٰ خلیل ابو القاسم قشیری بیہقی وغیرہ روایت کرتے ہیں
حجاز اور عراق کیطرف آپنے دو دفعہ حدیث کی تکمیل کیواسطے سفر کیا - حفاظ حدیث سے مناظرہ اور شیوخ احبار سے مذاکرہ کیا اور
اور زائد معلومات انکے اپنی تحریر میں لائے - حافظ دار قطنی سے بھی مباحثہ کیا - ماوراء النہر میں حدیث کے املاکی ابو بکر قفال شاشی
اور انکے مثل آپ سے روایت کرتے ہیں سامانیوں کی سلطنت میں نیشاپور کے قاضی تھے - حاکم آپکو قاضی ہی ہونیکی وجہ سے کہا جاتا ہے
علما فرماتے ہیں آپکے وقت میں ممالک اسلام میں چار شخص حفاظ محدثین تھے - حاکم نیشاپور میں - ابن منده اصفہان میں - عبد الغنی
مصر میں - دار قطنی بغداد میں - حاکم فن تصنیف وترتیب میں کمال رکھتے تھے - ابن منده کثرت احادیث اور انکی معرفت واسعہ میں
منفرد تھے آپ کی تصانیف پانچسو جزو تک پہونچتی ہیں منجملہ انکے صحیحان علل امالی - فوائد الشیوخ - معرفت حدیث تاریخ
علماء نیشاپور - المدخل مستدرک علی الصحیحین - وانفرد بہ کل واحد من الامامین علوم الحدیث فضائل الشافعی وغیرہ ہے آپکی وفات

فروگذاشت مسائل کو اپنے علم کے موافق فراہم اُس میں کر لیا۔ لیکن پھر بھی پیچھے آنے والوں
کے واسطے بہت مسائل چھوٹ گئے۔ سب مسائل کا استیعاب ان سے بھی نہ ہو سکا۔ پھر ان تینوں
بزرگوں کے بعد خطیب بغدادی تشریف لائے۔ انہوں نے روایتوں کے قانون میں
ایک کتاب بنام کفایہ اور روایتوں کے طریق و آداب میں ایک کتاب بنام جامع الآداب
الشیخ والسامع لکھی۔ خطیب نے اس فن پر ایسی توجہ کی کہ حدیث کے فنون میں سے (جنکی تعداد پینسٹھ
سے سو تک پہنچتی ہے) کوئی کم ہی فن ہوگا کہ اس میں آپکی علیحدہ مستقل کتاب تصنیف
نہ ہو۔ یہی جو تعریف حافظ ابوبکر ابن نقطہ نے آپکے حق میں فرمائی ہے کہ جو شخص انصاف کرے
وہ جان لیگا کہ خطیب کے بعد جتنے محدثین آئے ہیں وہ سب آپ کی ہی تصانیف سے
بہرہ یاب ہیں اس تعریف کا خطیب واقعی استحقاق رکھتے ہیں۔

حاشیہ صفحہ ۲۰

عجیب طور پر واقعہ ہوتی ہے ایک وہ حمام سے غسل کر کے نکلے۔ اور ایک وہ ماری اسی میں جان بحق ہوئے یہ واقعہ
۴۰۵ھ چار سو پانچ میں ہوا انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھکر حال دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ میں نے نجات پائی
یعنی کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوا۔ لوگوں نے سبب نجات کا دریافت کیا تو فرمایا کہ حدیث کی کتابت سے میری نجات ہوئی
فی الواقع حدیث ایسی ہی چیز ہے جسکے لکھنے سے نجات ہے۔ اور اس کا پڑھنا پڑھانا تو خدا ہی جانے کس علو درجہ
پر انسان کو پہونچاتا ہے اللهم اجعلنا منهم واحشرنا في زمرتهم۔ ۱۲

۵۲ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحق بن موسیٰ بن مہران الاصبہانی الحافظ المشہور اکابر حفاظ دین و اعلام
محدثین و ثقات صوفیہ متقین سے ہیں۔ شہر اصفہان میں ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابو العباس اصم و خیثمہ بن سلیمان طرابلسی
و جعفر خالدی و شیخ معمر بن عبداللہ بن عمر نے آپکو چھ سال کی ہی عمر میں بطریق تبرک حدیث کی اجازت دیدی تھی جب
آپ جوان ہوئے تو اجلہ شیوخ حدیث سے حدیث کی سماعت حاصل کی۔ اور جو تخم آپ کی استعداد کی زمین میں بزمانہ طفولیت
ڈالا گیا تھا وہ بار آور ہوا۔ آپکے اساتذہ طبرانی۔ ابو الشیخ۔ جعابی۔ ابو علی صواف۔ ابو بکر آجری۔ ابن خلاد نصیبی
ابن عبد الکبیر خطابی ہیں انسے استفادہ تامہ حاصل کیا اور جب معمر ہو کر متوجہ بافادہ ہوئے تو حفاظ حدیث نے
آپکی طرف رجوع کیا۔ بسبب وسعت علم اور علو اسناد کے بہ نسبت باقی اقران کے آپکے دربار میں زیادہ ہجوم
رہا کرتا تھا۔ ابو سعید مالینی۔ ابو صالح مؤذن۔ ابو علی حسن بن احمد حداد ابو سعید محمد بن محمد بن المطرز۔ ابو منصور
محمد بن عبداللہ شروطی اور علاوہ انکے اور بھی بہت سے محدثین آپکے شاگرد ہیں۔ خطیب بغدادی بھی آپکے اخص
تلامذہ میں سے ہیں علم حدیث کے اشتغال میں یہانتک آپ کی نوبت پہونچی ہوئی تھی کہ سوائے سننے اور تصنیف
کرنے حدیث کے اور کچھ آپ کی غذا ہی نہ تھی۔ آپ کی تصانیف بہت سی یادگار زمانہ ہیں منجملہ انکے کتاب
معرفۃ الصحابہ۔ دلائل النبوۃ۔ مستخرج علی البخاری۔ مستخرج علی مسلم۔ تاریخ اصفہان۔ صفۃ الجنۃ۔ حلیۃ الاولیا
بہت نامی اور عجیب کتاب ہے۔ خلفاء اربعہ اور عشرہ مبشرہ و دیگر صحابہ و تابعین و ائمہ اعلام محققین متصوفین زہاد
بندہ و نساک اسمیں مندرج ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں اسلام میں اس کتاب کی نظیر تصنیف

رثم جاء بعدہم بعض من تاخر عن الخطیب فاخذ من ہذا العلم بنصیب۔ فجمع القاضی عیاض[1] کتابا لطیفا سماہ الالماع الیٰ معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع۔ وابو حفص المیانجی[2] جزءاً سماہ ما لا یسع المحدث جہلہ۔ وامثال ذٰلک من التصانیف التی اشتہرت وبسطت لیتوفر علمہا واختصرت لیتیسر فہمہا الیٰ ان جاء الحافظ الفقیہ تقی الدین

پھر اُن علماؤں کا دورہ آیا جو خطیب کے بعد ہوئے ہیں۔ اور اُنہوں نے اس علم کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا۔ چنانچہ قاضی عیاض نے ایک مختصر سی کتاب مسمے بہ الماع الیٰ معرفۃ اصول الدرایۃ والسماع اس فن میں لکھی۔ اور اُنکے بعد ابو حفص میانجی نے بھی ایک چھوٹا سا رسالہ ما لا یسع المحدث جہلہ لکھا۔ اور سوا ان کتب کے جو مذکور ہوئے (اور بھی بہت سی کتابیں (اس فن میں) تصنیف ہو کر مشہور ہوئیں۔ انہیں سے بعض تو زیادتی معلومات کے واسطے تفصیلوار لکھی گئیں۔ اور

---

[1] قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی السبتی یحصب بن مالک حمیر کے قبیلہ میں سے ہیں مغرب کے۔ شہر سبتہ میں ۴۷۶ھ چارسو چھہتر میں پیدا ہوئے۔ اور ابن رشد۔ ابن احمد۔ ابن عتاب۔ ابن الحاج ابو علی صدفی سے حدیث روایت کی۔ اور علم حدیث و علم نحو و علم لغت اور کلام عرب اور وقائع عرب اور انساب عرب میں امام وقت تھے آپکے حفاظ اور فقہاء محدثین میں ہیں شیوخ آپکے سو تک پہونچتے ہیں۔ طلب علم میں اندلس کا سفر کیا۔ اور قرطبہ میں علماء کی ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا۔ اور آپنے مولد سبتہ میں بہت مدت قاضی رہے۔ پھر غرناطہ کی قضا بھی کچھ مدت تک کی۔ اخلاق پسندیدہ رکھتے تھے۔ تصانیف مفیدہ آپکی یادگار روزگار ہیں منجملہ اُنکے کتاب الاکمال فی شرح کتاب مسلم ہے۔ اس کتاب میں مازری کی شرح معلم فی شرح مسلم کو کامل کیا۔ اور مشارق الانوار۔ اور شرح حدیث ام زرع۔ اور کتاب تنبیہات اور شفا فی حقوق المصطفیٰ اور الماع وغیرہ ہیں۔ کتاب شفا کی نسبت علما فرماتے ہیں کہ اسلام میں شفا کی طرح کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی بستان المحدثین میں ہے کہ قاضی عیاض کے بھتیجے نے قاضی عیاض کو خواب میں ایک تدین تخت پر ہمراہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھا ہوا دیکھا یہ حالت مشاہدہ کرتے ہی اُسپر دہشت طاری ہوگئی۔ قاضی عیاض نے اسکا ڈر معلوم کرکے فرمایا کہ اے بیٹے میری کتاب شفا پر عمل کر۔ گویا اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ مرتبہ مجھے اس کتاب کی کرامت سے حاصل ہوا ہے ۵۴۴ھ میں مراکو شہر میں آپکا انتقال ہوا۔ اور شہر کے اندر ہی باب ایلان میں مدفون ہوئے۔ ۱۲ منہ

[2] ابو حفص عمر بن عبد المجید بن عمر القرشی المیانجی۔ منسوب ہیں طرف میانج بروزن مقاعل کے جو آذربائیجان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ یہ کتاب ما لا یسع المحدث جہلہ خلاصہ ہے آپ کی اُس کتاب کا جو کہ مکہ معظمہ میں ماہ شعبان ۵۸۰ھ میں آپنے تالیف کی تھی ۱۲ منہ

[3] ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن بن عثمان بن موسیٰ بن ابی النصر النصری الکردی الشہرزوری المعروف بابن الصلاح الشرخانی الملقب تقی الدین الفقیہ الشافعی فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ اسماء رجال اور متعلقات ان علوم ستہ گانہ میں فضلاء عصر تھے شہرزور کے متصل اربل کے اعمال میں قریہ شرخان میں ۵۷۷ھ پانچسو ستتر میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے والد صلاح سے علم فقہ پڑھا۔ پھر آپکو آپکے والد صاحب موصل میں لیگئے۔ ایک مدت تک وہاں علم پڑھا۔ پھر خراسان کا سفر کرکے ایک زمانہ دراز وہاں تحصیل علم حدیث میں گذرا۔ پھر شام کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور قدس میں آکر مدرسہ ناصریہ بنا کردہ ملک ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کے مدت دراز تک متولی تدریس ہوئے اسجگہ بہت لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ پھر دمشق میں آکر مدرسہ رواحیہ کے مدرس ہوئے۔ پھر ملک عادل بن ایوب کے بنا کردہ دار الحدیث میں جس کا ذکر بیان ابن حجر کرتے ہیں متولی تدریس کے ہوئے۔ وہاں ہی یہ کتاب مقدمہ علوم الحدیث تالیف فرمایا۔ سوائے اس کتاب مذکور کے مناسک حج میں بھی آپنے ایک اچھی کتاب لکھی ہے۔ اور کتاب الوسیط امام غزالی پر آپکے کچھ اعتراضات ہیں اور آپنے جو فتوے دئے ہیں انکو آپکے بعض اصحاب نے ایک جلد میں جمع کیا ہے۔ غرضیکہ ہمیشہ ہی علم دین کی اشاعت اور تحصیل میں رہے ہیں ۶۴۳ھ میں آپکا انتقال ہوا ۱۲ منہ

ابو عمرو عثمان ابن الصلاح عبد الرحمٰن الشهرزوري نزيل دمشق فجمع لما ولي تدريس الحديث بالمدرسة الاشرفية كتابه المشهور فهذب فنونه واملاه شيئاً بعد شيء فلهذا لم يحصل ترتيبه على الوضع المناسب۔ واعتنى بتصانيف الخطيب المتفرقة فجمع شتات مقاصدها وضم اليها من غيرها نخب فوائدها۔ فاجتمع في كتابه ما تفرق في غيره فلهذا عكف الناس عليه وساروا بسيره فلا يحصى كم ناظم له ومختصر ومستدرك ومقتصر ومعارض له ومنتصر

بعض واسطے آسانی حفظ کے اختصار کے طور پر حافظ ابن الصلاح کی آمد تک یہی بسط واختصار کی حالت اس علم میں رہی۔ جامع معول علیہ کتاب اس فن میں کوئی نہ تھی) مگر حافظ ابن الصلاح شہرزوری نزدول دمشق جب مدرسہ اشرفیہ میں متولی تدریس حدیث کے ہوئے۔ تو انہوں نے اس فن میں ایک جامع کتاب جو مشہور مقدمہ ابن الصلاح ہے تصنیف فرمائی کتب اصول سے اس فن کے سب قواعد اپنی کتاب میں چھانٹ لئے لیکن تلامیذ سے املا کر لکھانے میں وضع مناسب پر جیسا کہ طریق مؤلفین ہے۔ اس کتاب کی ترتیب نہ ہو سکی۔ خیر تاہم اتنا اہتمام آپ نے کر لیا کہ خطیب کی متفرقہ کتابوں کے مقاصد اس میں جمع کر دیئے بلکہ علاوہ کتب خطیب کے اور اس فن کی کتابوں میں سے بھی چیدہ چیدہ مسائل لیکر اسمیں جمع کر دیئے ہیں جو ذخیرہ اس علم کا متفرق کتابوں میں منتشر تھا وہ مقدمہ ابن الصلاح میں جمع ہو گیا۔ اور علماء محدثین اس کتاب کو جامع سمجھکر اسپر متوجہ ہوئے۔ اور ابن الصلاح کو پیشوا سمجھکر ان کی کتاب مقدمہ ہی کی روش پر اصول حدیث میں تصنیف کرنے لگے۔ آپ کی کتاب پر توجہ کا وہ عالم ہوا کہ اسکو نظم کرنے والے۔ اور اختصار کرنے والے اور مسائل فروگذاشت کا تدارک کرنے والے۔ اور کتاب مقدمہ کی نصرت میں معارضین کو جواب دینے والے شمار نہیں ہو سکتے کہ کس قدر ہیں۔

فسألني بعض الاخوان ان الخص لهم المهم من ذلك فلخصته في اوراق لطيفة سميتها نخبة الفكر في مصطلح اهل الاثر على ترتيب

چلا ہیں -

تعریف الخبر

فاقول - کالیا من اللہ التوفیق فیما ھنالک **الخبر** عند علماء ھذہ الفن مرادف للحدیث - وقیل الحدیث ماجاء عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم - والخبر ماجاء عن غیرہ - ومن ثم قیل لمن یشتغل بالتواریخ وماشاکلھا الاخباری - ولمن یشتغل بالسنۃ النبویۃ المحدث - وقیل بینھما عموم وخصوص مطلق وعبر ھنا بالخبر لیکون اشمل فھو باعتبار وصولہ الینا **اما ان یکون لہ طرق** ای اسانید کثیرۃ لان طرقا جمع طریق وفعیل فی الکثیرۃ یجمع علی فعل بضمتین وفی القلۃ علی افعلۃ والمراد بالطرق الاسانید والاسناد حکایۃ طریق المتن - والمتن ھو غایۃ ماینتھی الیہ الاسناد من الکلام)

(خبر کی تعریف) اللہ تعالے سے اسجگہ مدد مانگ کہتا ہوں میں کہ خبر اہلحدیث کے نزدیک ہم معنے حدیث کے ہے - اور بعض علمانے کہاہے کہ حدیث وہ چیز ہے جو جناب نبوی علیہ وآلہ وصحبہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے آوے - اور خبر وہ ہے جو غیر سے آوے - اسیواسطے تواریخ اور تواریخ کے مشاکل کے شغل کرنے والے کو اخباری - اور سنت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے شغل رکھنے والے کو محدث کہتے ہیں - بعض علما ان دونوں میں عموم خصوص مطلق بیان کرتے ہیں میں نے خبر کا لفظ اس موقعہ پہ اس لئے استعمال کیا ہے کہ زیادہ تر شمولیت رکھے -

[1] حدیث لغت میں تو نیا چیز کو کہا جاتا ہے - اور محدثین کی اصطلاح میں - جناب سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا قوال افعال تقریر حرکات - سکنات پر اسکا اطلاق آتا ہے - یہ قوال افعال کبھی خواہ بیداری کی حالت یا عالم رویائے ہو کو حدیث کہا جاتا ہے - قالہ السخاوی فی فتح المغیث ۱۲ منہ

وہ تیرہ سکو چند وجوہ سے پہونچیگی ایک وجہ اسکے پہونچنے کی تو یہ ہے کہ اس کی بہت
سندیں ہونگی۔ لفظ طرق کا معنی اسانید کثیرہ سے اس لئے کیا ہے کہ طرق طریق کی جمع
ہے اور وزن فعیل کا لفظ جمع تکثیر فعل پر بضمہ فاء و عین کے آتی ہے۔ اور قلت میں
اس کی جمع افعلہ کے وزن پر آتی ہے پس یہاں طریق سے مراد بتقریر مذکورہ اسانید کثیرہ
ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے طرق کا معنی اسانیدہ کثیرہ سے کیا گیا ہے۔ اور اسناد
متن حدیث کے طریق کی حکایت ہے اور متن حدیث وہ ہے جسپر اسناد کلام ختم ہوتا ہے
(مثال اس کی بخاری کی یہ حدیث ہے۔ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب
قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وصحبہ وسلم قال فو الذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب
الیہ من والدہ وولدہ۔ حدثنا کی لفظ سے لفظ قال تک اسناد ہے اور فو الذی سے
اخیر تک متن ہے)

(وَتِلْكَ الْكَثْرَةُ اَحَدُ الشُّرُوْطِ التَّوَاتُرِ اِذَا وَرَدَتْ بِلَا حَصْرِ عَدَدٍ
مُعَيَّنٍ) بِاَنْ تَكُوْنَ الْعَادَةُ قَدْ اَحَالَتْ تَوَاطُئَهُمْ عَلَى الْكَذِبِ
وَكَذَا وُقُوْعُهُ مِنْهُمْ اِتِّفَاقًا مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ، فَلَا مَعْنَى لِتَعْيِيْنِ الْعَدَدِ
عَلَى الصَّحِيْحِ، وَمِنْهُمْ مَنْ عَيَّنَهُ فِي الْاَرْبَعَةِ۔ وَقِيْلَ فِي الْخَمْسَةِ۔ وَ
قِيْلَ فِي السَّبْعَةِ وَقِيْلَ فِي الْعَشَرَةِ۔ وَقِيْلَ فِي الْاِثْنَيْ عَشَرَ۔ وَقِيْلَ فِي
الْاَرْبَعِيْنَ۔ وَقِيْلَ فِي السَّبْعِيْنَ۔ وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ۔ وَتَمَسَّكَ كُلُّ
قَائِلٍ بِدَلِيْلٍ جَاءَ فِيْهِ ذِكْرُ ذٰلِكَ الْعَدَدِ فَاَفَادَ الْعِلْمَ وَلَيْسَ بِلَازِمٍ
اَنْ يَّطَّرِدَ فِي غَيْرِهِ لِاحْتِمَالِ الْاِخْتِصَاصِ (تَعْرِيْفُ الْمُتَوَاتِرِ) فَاِذَا وَرَدَ
الْخَبَرُ كَذٰلِكَ وَانْضَافَ اِلَيْهِ اَنْ يَّسْتَوِيَ الْاَمْرُ فِيْهِ فِي الْكَثْرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ
مِنِ ابْتِدَائِهِ اِلٰى اِنْتِهَائِهِ۔ وَالْمُرَادُ بِالْاِسْتِوَاءِ اَنْ لَا تَنْقُصَ الْكَثْرَةُ
الْمَذْكُوْرَةُ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ لَا اَنْ لَا يَزِيْدَ۔ اِذِ الزِّيَادَةُ هٰهُنَا مَطْلُوْبَةٌ
مِنْ بَابِ الْاَوْلٰى۔ وَاَنْ يَكُوْنَ مُسْتَنَدُ اِنْتِهَائِهِ الْاَمْرَ الْمُشَاهَدَ اَوِ الْمَسْمُوْعَ

لِمَا ثَبَتَ بِقَضِيَّةِ الْعَقْلِ الصِّرْفِ) اور یہ خبر کے اسنادِ کثیرہ - خبرِ متواتر کی پانچ
شرطوں میں سے ایک شرط ہے - بایں قید کہ وہ کثرتِ اسناد کی بلاحصر تعدادِ معینہ
کے واقع ہو - اس طور پر کہ اُس کثرت کا جھوٹ پر متفق ہونا اور بغیر قصد کے اتفاق کر کے
وقوع ہونا بھی اُنسے عادت محال سمجھے (کذب دو طرح کا ہوتا ہے ایک عمدی یہ وہ ہے
کہ ایک جماعت باہم ملکر کسی چیز کے اختراع پر اتفاق کرے - یہ کذب تو اطلاعی ہے اور دوسرا
قسم اتفاقی ہے یہ وہ ہے کہ بغیر قصد کے کسی قوم سے اتفاقی طور پر واقع ہو - مطلب
یہ ہے کہ کثرت تواتر کی ان دونوں قسموں سے بری ہو) پس صحیح مذہب میں جو جمہور کا ہے
متواتر کے واسطے راویوں کی کوئی خاص تعداد مقرر کرنی ٹھیک نہیں لیکن بعض نے
(شہود زنا پر قیاس کرکے متواتر کے واسطے) چار راویوں کی تعداد مقرر کی ہے - اور بعض نے
(لعان پر قیاس کرکے) پانچ اور بعض نے سات - اور بعض نے دس اور بعض نے (نقبائے بنی
اسرائیل پر قیاس کرکے) بارہ اور بعض نے چالیس اور بعض نے ستر راوی مقرر کئے
ہیں - اور بعض نے اسکے سوائے کچھ اور بھی کہا ہے - الغرض ہر ایک نے ان قائلین
میں سے ایک ایسی دلیل کے ساتھ تمسک کیا ہے - جس میں ایک معین تعداد کا ذکر آیا ہے
اور اپنے وقت پر اُس تعداد نے سامع کو افادہ علم کا دیا ہے - اُنکی خبر سے سامعین کو
یقین حاصل ہوا ہے - لیکن اُس معین تعداد نے جو کسی وقت سامعین کو ایک محل پر
افادہ علم کا بخشا ہے ممکن ہے کہ اُن میں اوصاف مخصوصہ ہوں اور دوسروں میں
وہ اوصاف نہ پائے جائیں و نعم ما قیل ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند + ہزار نکتہ باریکتر ز مو اینجاست

خبرِ متواتر کی تعریف - پس جب خبر بطریق مذکور (کثرتِ غیرِ معینہ صادقہ)
کے ساتھ واقع ہو - اور ساتھ یہ شرط بھی لگائی جاوے کہ وہ کثرت راویوں کی ابتداء
زمانہ ظہور خبر سے لیکر آخیر تک برابر چلی آئی ہو - اور کسی زمانہ میں کثرت مطلوبہ
کو کمی واقع نہوئی ہو - کثرتِ راویوں کی مساوات کا یہ مطلب ہے کہ بعض مواضع
میں کم نہ ہوئی ہو - اور یہ مطلب نہیں کہ کسی جگہ میں (انداز مطلوب سے) زائد نہ ہوئی ہو

اسواسطے کہ زیادہ راویوں کی اندازہ مطلوب ہے گو خبر متواتر میں شرط نہیں لیکن
اگر میسر آجائے تو بطریق اولے مطلوب ہے - اور ان شروط مذکورہ کے ساتھ یہ
شرط بھی منضم ہو کہ مستند انتہاء خبر کا امر مشاہد یا امر مسموع ہو - امر مشاہد کی مثال
چنانچہ راوی کہے دیکھا میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم
کو اسطرح فرماتے تھے یا ایسا کام کرتے تھے - اور مسموع کی مثال یہ ہے کہ راوی کہے
میں نے آپ سے سنا کہ اس طرح فرماتے تھے - امر مشاہد اور امر مسموع کے سوائے مستند
خبر کا وہ نہ ہو جو محض عقلی - سوچ سے ثابت ہوتا ہے - چنانچہ جزو کا کل سے چھوٹا ہونا -
اور جہان کا حادث ہونا وغیرہ امور نظریہ - اس قسم کے امور اگر ہزار سندوں سے
پہونچیں جب بھی متواتر نہ ہونگے)-

(فَاِذَا جَمَعَ هٰذِهِ الشُّرُوْطَ الْاَرْبَعَةَ - وَهِیَ عَدَدٌ كَثِیْرٌ - اَحَالَتِ الْعَادَةُ
تَوَاطُؤَهُمْ وَتَوَافُقَهُمْ عَلَی الْكَذِبِ - رَوَوْا ذٰلِكَ مِنْ مِثْلِهِمْ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ
اِلَی الْاِنْتِهَاءِ - وَكَانَ مُسْتَنَدُ اِنْتِهَائِهِمُ الْحِسَّ - وَانْضَافَ اِلٰی ذٰلِكَ
اَنْ یَّصْحَبَ خَبَرَهُمْ اِفَادَةُ الْعِلْمِ لِسَامِعِهٖ - فَهٰذَا هُوَ الْمُتَوَاتِرُ - وَمَا تَخَلَّفَتْ
اِفَادَةُ الْعِلْمِ عَنْهُ كَانَ مَشْهُوْرًا فَقَطْ - فَكُلُّ مُتَوَاتِرٍ مَشْهُوْرٌ مِنْ غَیْرِ عَكْسٍ - وَ
یُقَالُ اَنَّ الشُّرُوْطَ الْاَرْبَعَةَ اِذَا حَصَلَتْ اِسْتَلْزَمَتْ حُصُوْلَ الْعِلْمِ
وَهُوَ كَذٰلِكَ فِی الْغَالِبِ لٰكِنْ قَدْ یَتَخَلَّفُ عَنِ الْبَعْضِ لِمَانِعٍ وَقَدْ وَضَحَ
بِهٰذَا تَقْرِیْرُ تَعْرِیْفِ الْمُتَوَاتِرِ - وَخِلَافُهٗ قَدْ یَرِدُ بِلَا حَصْرٍ اَیْضًا لٰكِنْ
مَعَ فَقْدِ بَعْضِ الشُّرُوْطِ) جب خبر ان چار شرطوں کو جمع کرے کہ ایک اُنسے
عدد کثیر ہے - دوم کذب کے دونوں قسم تواطؤ اور اتفاقی پر عادۃً انکے اجتماع کا
محال ہونا - سیوم کثرت رواۃ کا ابتدا زمانہ خبر سے لیکر انتہا زمانہ خبر تک برابر رہنا -
چہارم مستند و معتمد ان راویوں کا امر محسوس ہونا - پنجم اور پانچویں شرط ساتھ ان چار شرطوں کے
یہ بھی ملائی جاوے کہ اس کثرت رواۃ کی خبر سامع کو افادہ علم یقینی کا بھی دیوے تو
یہی ہے خبر متواتر - اور جو خبر کثرت رواۃ و دیگر شروط سے) سامع کو

افادہ علم یقینی کا نہ دیسکے تو وہ فقط مشہور ہی رہیگی (متواتر نہ ہوگی اسواسطے کہ متواتر
کی شرط اعظم اس میں نہیں پائی گئی) پس ہر ایک متواتر مشہور ہو سکتی ہے لیکن اسمیں
مشہور کے بتمامہ شروط پائے جاتے ہیں - اور عکس اس کا یعنی ہر مشہور متواتر نہیں
ہو سکتی - اس موقعہ پہ گاہے یہ سوال آجاتا ہے کہ شروط اربعہ مذکورہ جب خبر میں
پائے گئے تو وہ خبر خود بخود مستلزم حصول علم یقینی کی ہو جاتی ہے - جواب اس کا
یہ ہے کہ فی الواقعہ اکثر اخبار انہیں چار شرطوں سے مستلزم حصول علم یقینی کے
ہو جاتے ہیں - لیکن بعض اخبار بعض شخصوں کو افادہ علم یقینی کا کسی مانع
کیوجہ سے نہیں دیسکتے (تواتر کے علم یقینی کا حصول استحالہ پہ ہے اور یہ طرح
ہوتا ہے ایک مجرد کثرت روات سے - دوم وہ ہے جس میں استحالہ معلوم براویوں
کے اوصاف ملاحظہ کرنے سے ہو سو اس قسم اخیر سے خاص انہیں متبحرین کو علم
یقینی حاصل ہوتا ہے جو راویوں کے احوال میں کامل دستگاہ رکھتے ہوں -
اور جو شخص ایسی مہارت نہ رکھے اسکے نزدیک یہ قسم اخیر متواتر نہ ہوگا اسواسطے
پانچویں شرط بھی ایزاد کردی کہ علم یقینی اس سے حاصل ہو جب اسکے نزدیک
متواتر ہوویگی اور مانع حصول علم سے راویوں کے احوال کی بے خبری ہے) میری
اس تقریر سے متواتر کی تعریف ظاہر ہوگئی ہے (اب آگے اخبار احاد کے اقسام
بیان کئے جاتے ہیں) سو متواتر کا خلاف یعنی اخبار احاد بھی گاہے بے شمار
راویوں سے مروی ہوتے ہیں لیکن انمیں بعض شروط مفقود ہو جاتے ہیں
چنانچہ کثرت مطلوبہ میں کسی جگہ کمی واقعہ ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ -

اَوْ مَعَ حَصْرٍ بِمَا فَوْقَ الْاِثْنَيْنِ) اَيْ بِثَلَاثَةٍ فَصَاعِدًا مَالَمْ
يَجْتَمِعْ شُرُوْطُ الْمُتَوَاتِرِ (اَوْ بِهِمَا) اَيْ اِثْنَيْنِ فَقَطْ (اَوْ بِوَاحِدٍ)
فَقَطْ وَالْمُرَادُ بِقَوْلِنَا اَنْ يَرِدَ بِاِثْنَيْنِ اَنْ لَا يَرِدَ بِاَقَلَّ مِنْهُمَا
فَاِنْ وَرَدَ بِاَكْثَرَ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ مِنَ السَّنَدِ الْوَاحِدِ لَا يَضُرُّ
اِذِ الْاَقَلُّ فِيْ هٰذَا الْعِلْمِ يَقْضِيْ عَلَى الْاَكْثَرِ فَالْاَوَّلُ الْمُتَوَاتِرُ

وَهُوَ الْمُفِيْدُ لِلْعِلْمِ الْيَقِيْنِيِّ) فَأَخْرَجَ النَّظَرِيُّ عَلٰى مَا يَأْتِيْ
تَقْرِيْرُهٗ (بِالشُّرُوْطِ) الَّتِيْ تَقَدَّمَتْ۔ وَالْيَقِيْنُ هُوَ الْاِعْتِقَادُ الْجَازِمُ
الْمُطَابِقُ۔ وَهٰذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ اَنَّ الْخَبَرَ الْمُتَوَاتِرَ يُفِيْدُ الْعِلْمَ الضَّرُوْرِيَّ
وَهُوَ الَّذِيْ يَضْطَرُّ الْاِنْسَانُ اِلَيْهِ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ دَفْعُهٗ وَقِيْلَ لَا يُفِيْدُ
الْعِلْمَ اِلَّا نَظَرِيًّا۔ وَلَيْسَ بِشَيْءٍ لِاَنَّ الْعِلْمَ بِالْمُتَوَاتِرِ حَاصِلٌ لِمَنْ لَيْسَ
لَهٗ اَهْلِيَّةُ النَّظَرِ كَالْعَامِّيِّ، اِذِ النَّظَرُ تَرْتِيْبُ اُمُوْرٍ مَعْلُوْمَةٍ اَوْ مَظْنُوْنَةٍ
يُتَوَصَّلُ بِهَا اِلٰى عُلُوْمٍ اَوْ ظُنُوْنٍ وَلَيْسَ فِي الْعَامِّيِّ اَهْلِيَّةُ ذٰلِكَ۔ فَلَوْ كَانَ
نَظَرِيًّا لَمَا حَصَلَ لَهُمْ۔ وَلَاحَ بِهٰذَا التَّقْرِيْرِ الْفَرْقُ بَيْنَ الْعِلْمِ الضَّرُوْرِيِّ
وَالْعِلْمِ النَّظَرِيِّ۔ اِذِ الضَّرُوْرِيُّ يُفِيْدُ الْعِلْمَ بِلَا اِسْتِدْلَالٍ وَاَنَّ
الضَّرُوْرِيَّ يَحْصُلُ لِكُلِّ سَامِعٍ۔ وَالنَّظَرِيَّ لَا يَحْصُلُ اِلَّا لِمَنْ لَهٗ
اَهْلِيَّةُ النَّظَرِ۔) خبر کے ورود کے وجوہات میں سے ایک وجہ تو بیان ہوچکی
ہے۔ اور دوسری وجہ ہمکو اُسکے پہونچنے کی یہ ہے کہ محصور یعنی شمارشدہ
راویوں سے جو تعداد میں تین یا تین سے زیادہ ہوتے ہیں۔ سوائے اجتماع
بقیہ شروط متواتر کے ہمکو پہونچتی ہے۔ یا فقط دو دو راویوں سے پہونچتی ہے۔ یا
فقط ایک ہی راوی کے ذریعہ سے پہونچتی ہے اور یہ جو ہمنے کہاہے کہ دو دو راویوں سے
ہمیں پہونچتی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اُس کی سند میں ابتدا سے لے کر انتہا تک
کسی جگہہ میں دو سے کم راوی نہ ہوتے ہوں اور اگر سند کی کسی جگہہ میں دو سے زائد

ممکن۔ ذکر الفاضل المحقق ابو الحسن بن محمد صادق السندی من شرح المواقف ان التمکن من الشئ ہو القدرة علی طرفیہ
— فالبدیہیات اذا لم یمکن تحصیلہ مقدوراً لنا لم یمکن الانفکاک عنہ مقدوراً وایضاً کون تحصیلہا غیر مقدار لنا لان المحسوسات
مثلاً لا تحصل بمجرد الاحساس المقدور لنا بل یتوقف علی امور غیر مقدورة لنا لا نعلم ما ہی ومتے حصلت
[illegible] النظریات فانہا تحصل بمجرد الاحساس اذ لو اعتبر حکم الحس اما فی الکلیات او فی الجزئیات وکلاہما
[illegible] الا الناس مع ان المحققین قالوا ان الحکم فی قولنا النار حارة لیس علی نار موجودة فقط بل علی
فلان حکم الحس فی الجزئیات کثیراً ما ینسب الی الخلط کما فی رویة السراب او الصغیر کبیراً
فکس [illegible] کالاشیاء البعیدة واذا کان کذلک فجزم العقل بمقتضی الحس فی بعضہا لیس بمجرد الحس
[illegible] حتی یکون تحصیلہا فی وسعنا ۱۲ مولانا مولوی محمد حسین ابن استاذنا المولوی محمود العثمانی ۱۲

ہوگئے ہوں تو وہ زیادتی مضر نہیں اسواسطے کہ اس علم میں اقل اکثر پر غالب آکر اُس کو اپنا محکوم بنا لیتا ہے۔ پس پہلا قسم خبر کا **متواتر** ہے۔ اور سامع کو بشروط متقدمہ اپنے کے علم یقینی کا افادہ بخشنے والا ہے۔ اور **یقین** ایک پختہ اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو جیسے بیان کیا ہے کہ خبر متواتر علم ضروری کا افادہ بخشتی ہے۔ معتبر و معتمد یہی قول ہے اور **علم ضروری** وہ چیز ہے جسکے تسلیم کرنے پر انسان ایسا بیقرار ہو جاتا ہے کہ کسیطرح اُسکو ہٹا نہیں سکتا۔ اور بعض علما جیسے امام الحرمین[۱۵] ابوالحسن بصری اور کعبی جو متواتر کے علم یقینی کے منکر ہیں (کہتے ہیں کہ خبر متواتر سوائے علم نظری کے اور کچھ افادہ نہیں دیسکتی لیکن ان کا یہ قول ٹھیک نہیں اسواسطے کہ متواتر کا علم تو اُن لوگوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے جو ترتیب امور کی لیاقت ہی نہیں رکھتے جیسے اَن پڑھ لوگ۔ اور علم نظری تو ہے ہی ترتیب دینا امور معلومہ یا مظنونہ کا جسکے سبب علوم یا ظنون کی طرف رسائی ہو اور اُن پر

۱۵ ابوالمعالی عبدالملک بن الشیخ ابو محمد عبداللہ ابن ابو یعقوب یوسف بن عبداللہ الجوینی الفقیہ الشافعی ملقب بضیاء الدین معروف بامام الحرمین سنہ ۴۱۹ھ میں پیدا ہوئے آپکے والد ابتداء میں اُجرت پر کتابیں لکھا کرتے تھے اور اُسی سرمایہ سے نیک بخت صالح دیندار کنیز خریدی۔ امام الحرمین اُسی کے بطن سے پیدا ہوئے اور والد نے اُنکی والدہ کو وصیت کی تھی کہ اپنے شیر کے سوائے کسی غیر کا شیر بچہ کو پلانا۔ ایک روز آپکی والدہ بیمار ہوگئی اور درد و تکلیف زیادہ ہوئی بچہ رونے لگا ہمسایوں کی ایک عورت نے اسکو اُٹھا کر دودھ پلانا شروع کیا۔ اتنے میں آپکے والد تشریف لائے اور بچہ کو سرنگوں کرکے شکم پر ہاتھ پھیرا اور اسیطرح وہ سب دودھ پیا ہوا قے کرا دیا۔ اور فرمایا مجھے اس بچہ کا مرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ بغیر شیر مادر کے غیر کے شیر سے اسکی طبع فاسد ہو۔ امام الحرمین سے منقول ہے کہ بعض اوقات مناظرہ میں اونکو کچھ بندش لاحق ہو جاتی تھی فرماتے تھے کہ یہ اُسی رضعت کا بقیہ ہے طفلی ہی میں اپنے والد سے پڑھنا شروع کیا آپکی جودت طبع اور مخائل اقبال سے جو آپسے ظاہر ہوتے تھے والد حیران ہوتے تھے۔ اپنے والد کی سب تصانیف پر عبور کیا۔ اور تحقیق و تدقیق میں اُنسے ایسے فائق ہوئے علوم فروع و اصول وادب وغیرہ میں امام زمانہ ہوئے اپنے والد کے انتقال کے بعد استاد ابوالقاسم اسفراینی کے پاس بیہقی میں جاکر علم اصول سیکھا۔ اور علماء کی ایک جماعت کی وہاں ملاقات کرکے حجاز میں آکر مکہ مکرمہ میں چار سال رہے۔ پھر مدینہ منورہ میں گئے۔ ان جگہوں میں علم پڑھایا اور فتوے دیا۔ امام الحرمین اسیوجہ سے آپکو کہتے ہیں اوائل ولایت۔ سلطان الب ارسلان سلجوقی کے نیشاپور کی طرف عود کیا۔ اور مدرسہ نظامیہ وزیر نظام الملک نے آپکے واسطے بنایا اُسمیں آپ خطابت کے متولی ہوئے اور وعظ و مناظرہ کے واسطے اُسمیں بیٹھتے تھے۔ اور امور اوقاف آپکی طرف مفوض ہوئے تقریبًا تیس سال تک بغیر مزاحمت غیر کے وعظ و خطبہ جمعہ و تدریس و تذکیر خلق اللہ آپ کو مسلم رہی جب آپ کی تصانیف کا چرچہ ہوا تو اکابر آئمہ آپکے درس میں حاضر ہوتے۔ اور پیشوا فقہ کی ریاست آپ تک پہونچی شیخ ابو اسحٰق شیرازی نے آپکو فرمایا یا مفید اہل المشرق و المغرب انت الیوم امام الائمہ۔ حدیث ایک جماعت کثیر سے آپنے سنا اور ابو نعیم اصفہانی نے آپ کو حدیث کی اجازت دی۔ آپکی تصانیف یادگار زمانہ ہے منجملہ اُنکے الشامل فی اصول الدین البرہان فی اصول الفقہ تلخیص التقریب۔ الارشاد۔ عقیدہ نظامیہ۔ مدارک العقول غیاث الامم فی الامامہ مغیث الخلق فی اختیار الاحق غنیۃ المسترشدین۔ فی الخلاف وغیر ذلک اور کتاب نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب ایسی عمدہ کتاب ہے کہ اسلام میں اسکی مثل تالیف نہیں

لوگ یہ لیاقت نہیں رکھتے۔ پس متواتر کا علم اگر نظری ہوتا تو اُن کو حاصل نہ ہوتا میری
اس تقریر سے فرق درمیان علم ضروری اور علم نظری کے ظاہر ہو گیا اسواسطے کہ
علم ضروری بلا استدلال حاصل ہوتا ہے۔ اور علم نظری استدلال سے حاصل
ہوتا ہے۔ اور دوم فرق انمیں یہ ہے کہ علم ضروری ہر ایک سامع کو بمجرد سماع بغیر
سوچ و تفکر کے حاصل ہو جاتا ہے اور علم نظری تو خاص اُسی شخص کو حاصل ہوتا ہے
جو استدلال کی لیاقت رکھتا ہو۔

وَاِنَّمَا اَبْهَمْتُ شُرُوْطَ التَّوَاتُرِ فِی الْاَصْلِ لِاَنَّهٗ عَلٰی هٰذِهِ الْکَیْفِیَّةِ
لَیْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عِلْمِ الْاِسْنَادِ۔ اِذْ عِلْمُ الْاِسْنَادِ یُبْحَثُ فِیْهِ
عَنْ صِحَّةِ الْحَدِیْثِ وَضُعْفِهٖ لِیُعْمَلَ بِهٖ اَوْ یُتْرَکُ مِنْ حَیْثُ صِفَاتِ
الرِّجَالِ وَصِیَغِ الْاَدَاۗءِ وَالْمُتَوَاتِرُ لَا یُبْحَثُ عَنْ رِجَالِهٖ بَلْ یَجِبُ الْعَمَلُ
بِهٖ مِنْ غَیْرِ بَحْثٍ) اور میں نے نخبۃ الفکر میں متواتر کی شرطوں کو اسواسطے
مبہم چھوڑ دیا تھا کہ جس کیفیت پر اب وہ شرح میں بیان کی جاتی ہیں۔ اِس
کیفیت پر متواتر علم اسناد سے تعلق نہیں رکھتی اسواسطے کہ علم اسناد
وہ چیز ہے کہ جس میں راویوں کے اوصاف۔ اور حدیث بیان ہونے کے الفاظ
ملاحظہ کر کے حدیث کی صحت اور ضعف سے بحث کی جاتی ہے۔ اور بعد تفتیش
امور مذکورہ کے حدیث کے صحیح ہونے پر حدیث عمل میں لائی جاتی ہے۔ اور
ضعیف ہونے پر ترک کی جاتی ہے اور متواتر کے راویوں سے تو بحث ہی نہیں کیجاتی
بلکہ اُن کی خبر بمجرد سننے کے واجب العمل ہو جاتی ہے۔

(فَائِدَةٌ ذَکَرَ ابْنُ الصَّلَاحِ اَنَّ مِثَالَ الْمُتَوَاتِرِ عَلٰی تَفْسِیْرِ الْمُتَقَدِّمِ یَعِزُّ
وُجُوْدُهٗ اِلَّا اَنْ یُدَّعٰی فِیْ حَدِیْثِ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ
مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ)

فائدہ۔ شیخ ابن الصلاح اپنی کتاب مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ اس تفسیر مذکورہ پر
متواتر کی مثال عزیز الوجود ہے۔ ہاں مگر حدیث مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا میں متواتر

حدیث میں پائے جائیں تو وہ حدیث بسبب صحیح ہونے نسبت اپنے کے جو اسکو قائل تک حاصل ہوتی ہے۔ اپنے سامع کو علم یقینی کا افادہ بخشے گی - اور اس متواتر کی مثالیں کتب مشہورہ میں بہت ہیں لہ از انجملہ حدیث وضو میں پیر دھونے کی اور موزوں پر مسح کرنے کی ہے - اور امام سیوطی کا اس باب میں ایک رسالہ بنام الفوائد المتکاثرہ فی الاحادیث المتواترہ ہے -

تعریف المشہور

(والثانی) وھو اول اقسام الاحاد ما لہ طرق محصورۃ باکثر من اثنین وھو (المشھور) عند المحدثین سمی بذالک لوضوحہ (وھو المستفیض علی رأی جماعۃ) من ائمۃ الفقہاء سمی بذالک لانتشارہ من فاض الماء یفیض فیضاً - ومنھم من غایر بین المستفیض والمشھور بان المستفیض یکون فی ابتدائہ وانتہائہ سواء والمشھور اعم من ذالک ومنھم من غایر علی کیفیت اخری - ولیس من مباحث ھذا الفن ثم المشھور یطلق علی ما حررنا وعلی ما اشتھر علی الالسنۃ فیشمل ما لہ اسناد واحد فصاعداً - بل ما لا یوجد لہ اسناد اصلاً -)

لہ فاضل ابو الحسن بہجۃ النظر میں فرماتے ہیں اگر حافظ ابن حجر اس تقریر اپنی سے متواتر لفظی مراد رکھتے ہیں تو ان کا قول بھی جز منع میں ہے اور اگر تواتر لفظی مراد نہیں تواتر معنوی مراد ہے تو شیخ ابن الصلاح کے قول کے منافی نہیں - اسواسطے کہ ابن الصلاح کا قول تواتر لفظی میں ہے نہ معنوی میں اس موقع پر بعض محققین کہتے ہیں کہ تواتر معنوی کے وجود میں تو کوئی نزاع نہیں لیکن تواتر لفظی کے تحقق کو علماء نے حدیث من کذب علی متعمدا میں ثابت کیا ہے - اور اسکے سوائے جسقدر حدیثیں تواتر میں شمار ہوتی ہیں - انکا ورود گو طرق کثیرہ سے ثابت ہوا ہے لیکن انکے احوال کی تحقیق میں اختلاف ہے جسنے انمیں احوال تسلیم کرلیا ہے - انہوں نے انپر متواتر ہونیکا حکم لگایا - اور جنکو انسے احوال حاصل نہ ہوا انہوں نے انکو متواتر نہ کہا - اور یہ بھی احتمال ہے کہ بعض علما کو بعض احادیث پر شروط تواتر اطلاع ہوئی - اور بعض کو نہ ہوئی پس ہر ایک نے اپنے علم کے موافق انپر حکم لگایا واللہ اعلم بالصواب ۱۲ مولانا المولوی محمد حسین

(خبر مشہور کی تعریف) اور دوسرا قسم اخبار کا جو اقسام احاد میں سے پہلا قسم ہے۔ جسکے راوی دو سے زائد اور شمار شدہ ہوتے ہیں خبر مشہور ہے محدثین کے نزدیک۔ مشہور اسکو بسبب وضاحت کے کہا جاتا ہے۔ اور آئمہ فقہا کی ایک جماعت کے نزدیک اس کا مستفیض نام ہے۔ انتشار کے سبب اسکو مستفیض کہتے ہیں۔ افاض الماء یفیض فیضًا سے ماخوذ ہے۔ اور بعض نے مستفیض اور مشہور میں یہ فرق کیا ہے۔ کہ مستفیض زمانہ اول سے لیکر اخیر تک برابر ہوتی ہے کسی طبقہ میں اسکے راوی تین سے کم نہیں ہوتے۔ اور مشہور اس سے عام ہے۔ اور بعض نے دوسری کیفیت پر ان میں فرق بتلایا ہے۔ کہ مستفیض وہ ہے جسکو امت نے سوا اسکے اعتبار تعداد راویوں کے قبول کرکے معمول بہ ٹھہرایا ہو (اس صورت میں یہ مستفیض بھی متواتر کی طرح علم اسناد سے تعلق نہیں رکھتی اسلئے اسمیں بحث نہیں کی جاتی) اور حدیث مشہور کا اطلاق ان قسموں پر بھی آتا ہے جن کا ہمنے ذکر کیا ہے۔ اور علاوہ ازیں مشہور علی الالسنہ آدمیوں کی زبان زد حدیثوں پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ پس اس صورت میں جس حدیث کی ایک ہی سند ہو یا ایک سے زیادہ سندیں ہوں بلکہ جس کی بالکل کوئی سند بھی نہ ہو اس پر بھی مشہور کا نام شمولیت رکھتا ہے۔ امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی المتوفی سنہ ۹۰۲ کی اس باب میں ایک مستقل کتاب ہے مسمے بالمقاصد الحسنہ فی کثیر من الاحادیث المشہورہ علی الالسنہ۔

تعریف العزیز

وَالثَّالِثُ الْعَزِيزُ وَهُوَ أَنْ لَا يَرْوِيَهُ أَقَلُّ مِنِ اثْنَيْنِ - وَسُمِّيَ بِذَٰلِكَ إِمَّا لِقِلَّةِ وُجُودِهِ - وَإِمَّا لِكَوْنِهِ عَزَّ أَيْ قَوِيَ بِمَجِيئِهِ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى وَلَيْسَ شَرْطًا لِلصَّحِيحِ خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَهُ وَهُوَ أَبُو عَلِيٍّ الْجُبَّائِيُّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ - وَإِلَيْهِ يُومِئُ كَلَامُ الْحَاكِمِ

خبر عزیز کی تعریف

اور تیسرا قسم اخبار کا خبر عزیز ہے۔ اور یہ وہ حدیث ہے جس کی روایت کرنے وقت راوی دو سے کم نہوئے ہوں۔ عزیز اسکو بسبب قلیل الوجود ہونے کے کہتے ہیں کہ ایسا قسم کم ہے۔ اور یا قوی ہونیکی وجہ سے کہ طریق ثانی نے آکر اسے قوت دیدی ہے (کما فی قولہ تعالیٰ فعززنا بثالث) خیر وجہ تسمیہ کچھ بھی ہو مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ واسطے صحت حدیث کے قسم عزیز کا ہونا کوئی شرط نہیں کہ عزیز ہی ہو اور غریب ہو تو صحیح ہو۔ لیکن بعض نے اس امر سے خلاف کیا ہے۔ اور وہ خلاف کرنے والا معتزلہ میں سے ابو علی محمد بن عبد الوہاب الجبائی ہے اور انسے پہلے حاکم ابو عبد اللہ کا کلام بھی انکی کتاب علوم الحدیث سے ایسا نکلتا ہے۔ چنانچہ حاکم صحیح کی تعریف میں فرماتے ہیں صحیح حدیث وہ ہے جسکو ایسا صحابی روایت کرے کہ اس سے اسم جہالت زائل ہو۔ یعنی صحابی مشہور اور معروف ہو۔ اور وہ حدیث اس طور پر مروی ہو کہ (ابتدا میں) اسکے دو راوی ہوں۔ پھر محدثین میں متداول ہو کر ہمارے زمانہ تک (اسکو دو ہی دو راوی بیان کرتے چلے آتے ہوں) جیسی کہ شہادت پر شہادت ہوتی ہے[1]۔ ابو علی جبائی تو نقل صحت کیواسطے قسم عزیز کا ہونا شرط ٹھہراتا تھا۔ اور حاکم بھی کچھ اسکی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مگر قاضی ابو بکر بن العربی مالکی المتوفی ۵۴۳ھ بخاری کی شرح کے اوایل میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ قسم عزیز کا ہونا امام بخاری کی شرط ہے۔ وہ

---

[1] حاکم کے کلام کے دو معنے ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ ہے جو کہ ابن حجر نے سمجھا ہے اور یہ معنے اس ترکیب پر پیدا ہوتے ہیں کہ حرف کاف بمعنے مثل کے ہو اور (لہ) کی ضمیر عائد الخبر ہو۔ اور شاہد (کہ شاہد پر حمل کرنے سے تشبیہ بالشہادت عدالت و تعدیل میں ہو۔ اور شہادت علی الشہادت سے یہ مطلب ہو کہ ہر ایک دو کی شہادت دو دو راوی روایت کریں تاکہ پھر انکے دو دو اور دو دو روایت کریں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یعنی دو صحابی روایت کرینگے [illegible] تاکہ سب طبقات کا [illegible] مستند ہو۔ اور معنی ثانی یہ ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کرنے والا ایک صحابی بیان [illegible] صحابی [illegible] روایت کرتے ہوں پھر ان [illegible] اسکا [illegible] راوی روایت کریں [illegible] کہ راوی [illegible] مشہور ہوں تعدد رواۃ [illegible] کا مطلب نہیں ہے یہ معنی اس ترکیب پر پیدا ہوتے ہیں کہ بات کی یہ لفظ زائل سے متعلق ہو اور لہ کی ضمیر صحابی کیطرف راجع ہو۔ امام سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں حاکم کی مراد یہی معنی اخیر ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب المدخل میں اسی معنی پر نقل کی ہے

اپنی صحیح میں قسم عزیز کو ہی لاتے ہیں۔ پھر جب قاضی صاحب پر اس شرط کے مقرر
کرنے میں اعتراض ہوا تو ایسا جواب دیا کہ جس میں اعتراض پھر بھی باقی ہے چنانچہ
انکا جواب اس سوال کے متعلق یہاں نقل کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر کہا جائے
حدیث إنما الأعمال مرویہ بخاری کی فرد ہے حضرت عمرؓ سے اکیلے علقمہ ہی نے
اس کو روایت کیا ہے۔ تو ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ جناب امیر المومنینؓ نے بہت سے
صحابہ کے روبرو منبر پر اس حدیث کو بیان کیا ہے پس صحابہ کو اگر اس حدیث کی
معرفت ہوتی تو ضرور ہی انکار کر دیتے۔ یوں ہی جواب دیا ہے قاضی صاحب نے
اور انکے جواب پر یہ اعتراض ہوا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سکوت سے یہ
امر لازم نہیں آتا کہ انہوں نے غیر سے بھی اس حدیث کو ضرور سنا ہو اس واسطے کہ سکوت
متقدم سماع کی کسی صورت اقتضا نہیں کرتا اور بالفرض اگر حضرت عمرؓ کا تفرد
تسلیم بھی کیا جائے باوجودیکہ آپکے تفرد میں کلام نہیں۔ کلام تو علقمہ کے تفرد میں
ہے۔ اور علقمہ کا تفرد بہر صورت ثابت ہے۔ اور علقمہ کے بعد محمد بن ابراہیم علقمہ سے
اور یحییٰ بن سعید محمد سے اس حدیث کے بیان کرنے میں متفرد ہیں۔ اور انکا تفرد
اہل حدیث کے نزدیک صحیح اور معروف ہے۔ اور ان متفردین کے کچھ متابعات بھی
آئے ہیں مگر وہ بسبب ضعف کے غیر معتبر ہیں اور اس حدیث کے سوا اور حدیثوں
میں بھی جو تفرد کے طور پر بخاری میں آئی ہیں قاضی صاحب نے جو جو جوابات دئے ہیں
وہ بھی ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن رشید الفہری السبتی المالکی المتوفی
۷۲۱ھ ترجمان التراجم میں جو بخاری کے ابواب کی مطالب میں آپنے لکھی ہے فرماتے
ہیں کہ قاضی کے دعوے کے بطلان کے واسطے جو انہوں نے حدیث کا قسم عزیز ہونا
بخاری کی شرط رکھی ہے بخاری کی پہلی ہی حدیث انما الاعمال کافی ہے۔ کہ وہ ابتدا
میں بطریق احاد مروی ہے۔ یہانتک تو یہ بحث تھی کہ کوئی خبر عزیز کا ہونا نفس صحت کیلئے
اور کوئی بخاری کی شرط ٹھہراتا تھا۔

روا کحی ابن حبان نقیض دعواہ فقال ان روایۃ اثنین عن اثنین الی

ابن حیان

ہیں خبر عزیز وہ ہے جس کی روایت کرنے میں دو سے کم راوی نہ ہوئے ہوں
دو راویوں نے یا دو سے زیادہ نے اُس کو روایت کیا ہو۔ اور مثال اس کی وہ
حدیث ہے جو بخاری اور مسلم دونوں نے ملکر انسؓ سے روایت کی ہے اور پھر
امام بخاریؒ نے مسلم سے اکیلے ہو کر حضرت ابوہریرہؓ سے بھی اس کو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا لایؤمن احدکم آخر حدیث تک اس کا معنے
یہ ہے کہ اے لوگو تم میں سے کوئی بھی مومن نہ ہوگا جبتک کہ مجکو اپنے باپ اور
اولاد اور سب لوگوں سے پیارا نہ جانے۔ اس حدیث کو حضرت انسؓ سے قتادہ
اور عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کیا ہے۔ اور پھر قتادہ سے شعبہ اور سعید نے
اور عبدالعزیز سے اسمٰعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے روایت کیا ہے۔ اور پھر ان سے
آگے ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔

تعریف الغریب

(وَالرَّابِعُ الْغَرِیْبُ) وَهُوَ مَا یَتَفَرَّدُ بِرِوَایَتِهٖ شَخْصٌ وَاحِدٌ فِیْ
اَیِّ مَوْضِعٍ وَقَعَ التَّفَرُّدُ بِهٖ مِنَ السَّنَدِ عَلٰی مَا سَیُقْسَمُ اِلَیْهِ الْغَرِیْبُ
الْمُطْلَقُ وَالْغَرِیْبُ النِّسْبِیُّ (وَکُلُّهَا) اَیِ الْاَقْسَامُ الْاَرْبَعَةُ
الْمَذْکُوْرَةُ (سِوَی) الْقِسْمِ (الْاَوَّلِ) وَهُوَ الْمُتَوَاتِرُ (اٰحَادٌ)
وَیُقَالُ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا خَبَرُ وَاحِدٍ - وَخَبَرُ الْوَاحِدِ فِی اللُّغَةِ مَا یَرْوِیْهِ
شَخْصٌ وَاحِدٌ وَفِی الْاِصْطِلَاحِ مَا لَمْ یَجْمَعْ شُرُوْطَ التَّوَاتُرِ)

تعریف خبر غریب کی

اور چوتھا قسم حدیث کا - جس کا احادیث میں تیسرا درجہ ہے - یہ خبر غریب ہے۔
اور یہ وہ خبر ہے جس کی روایت کرتے وقت مواضع ثلثہ میں سے کسی جگہ میں

تفرد واقع ہوا ہو یعنی ایک ہی راوی نے کسی وقت میں اس کو روایت کیا ہو اور
یہ تفرد دو قسم پر ہے مطلق اور نسبی آگے تفسیر اس کی عنقریب ہی آتی ہے ان
دونوں میں سے کوئی بھی واقع ہو تو حدیث غریب ہوگی۔ اور سوائے قسم
اوّل یعنی متواتر کے باقی تینوں قسم مشہور۔ عزیز۔ غریب احاد ہیں۔ اور
انہیں سے ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے (محدثین کے نزدیک حدیث دو ہی
قسم ہے۔ متواتر اور احاد۔ پھر آگے احاد میں تفریع ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک
حدیث تین قسم ہے۔ متواتر۔ مشہور۔ احاد۔ مشہور کی تعریف حنفیہ کے نزدیک
یہ ہے کہ دوسرے قرن میں آکر معمول بہ ہو گئی ہو۔ اور لغت میں خبر واحد وہ
ہے جس کو ایک ہی شخص بغیر شراکت غیر کے روایت کرے (ترکیب اس کی
مضاف مضاف الیہ سے ہے) اور محدثین کی اصطلاح میں خبر واحد وہ ہے
جس میں متواتر کے شروط جمع نہ ہوں

(الآحادُ مقبولٌ ومردودٌ۔ وواجبُ العملِ منها
مقبولٌ دونَ غيرِه)

(وفيها) أي في الآحادِ (المقبولُ) وهو ما يجبُ العملُ
به عند الجمهورِ (و) فيها المردودُ وهو الذي
لم يترجّح صدقُ المخبرِ به

(لتوقّفِ الاستدلالِ بها على البحثِ عن أحوالِ
رواتها دونَ الأوّلِ)

(وهو المتواترُ فكلُّه مقبولٌ لإفادتِه القطعَ بصدقِ مخبرِه بخلافِ
غيرِه من أخبارِ الآحادِ۔ لكن إنّما وجبَ العملُ منها دونَ غيرِه
لأنّه إمّا أن يوجدَ فيها أصلُ صفةِ القبولِ وهو ثبوتُ صدقِ
الناقلِ أوّلا۔ فالأوّلُ يغلبُ على الظنّ صدقُ الخبرِ لثبوتِ ناقلِه
فيؤخذُ به۔ والثاني يغلبُ كذبُ الخبرِ لثبوتِ كذبِ ناقلِه فيطرح"

وَالثَّالِثُ اِنْ وُجِدَتْ قَرِيْنَةٌ تُلْحِقُهٗ بِاَحَدِ الْقِسْمَيْنِ اُلْحِقَ بِهٖ وَ اِلَّا فَيُتَوَقَّفُ فِيْهِ - وَاِذَا تُوُقِّفَ عَنِ الْعَمَلِ صَارَ كَالْمَرْدُوْدِ - لَا لِثُبُوْتِ صِفَةِ الرَّدِّ بَلْ لِكَوْنِهٖ لَمْ تُوْجَدْ فِيْهِ صِفَةٌ تُوْجِبُ الْقُبُوْلَ)

اخبار احاد میں کچھ مقبول ہیں - اور کچھ مردود اور واجب التعمیل اُن میں سے وہی ہے جو مقبول ہو -

اخبار احاد میں ایک قسم مقبول ہے - یہ وہ نوع ہے جسپر جمہور علماء کے نزدیک عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے - بشرطیکہ کوئی مانع عمل سے نہ ہو مانع نسخ ہے اور جمہور کی قید واسطے احتراز روافض و معتزلہ کے ہے کہ یہ لوگ اخبار احاد کو واجب العمل نہیں جانتے - لیکن اُنکا قول بمقابلہ اجماع صحابہ و تابعین کے مردود ہے - اسواسطے کہ صحابہ و تابعین نے بے شمار وقائع میں خبر واحد سے استدلال اور اُسپر عمل کیا ہے - بلکہ متواتر معنوی اس امر کا ثبوت دیتا ہے کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم ملک کے اطراف و جوانب میں ایک ایک آدمی کو قاصد اور قاضی بناکر بھیجتے تھے - سو ان کی خبر اگر مقتضی عمل کی نہ ہوتی تو یہ کام عبث ہوتا - معاذ اللہ - علاوہ ازیں امت مرحومہ کا اجماع ہے اس امر پر کہ عامی شخص مفتی کے اتباع کا مامور ہے باوجودیکہ مفتی کبھی اپنی رائے سے بھی فتوے دیدیتا ہے - پھر جناب نبوی سے سنکر خبر دیوے اُس کی خبر مانتی کیوں نہ واجب ہوا - اور اخبار احاد میں ایک قسم مردود بھی ہے - یہ وہ قسم ہے جسکے راوی کی صداقت مرجح نہیں ہوسکی - احاد کے دو شق مقبول اور مردود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ متواتر کی طرح اس میں قطعیت صدق کی نہیں ہوتی جو سنتے ہی اس سے علم یقینی حاصل ہو جاوے بلکہ یہاں تو راویوں کے اوصاف دیکھکر اُن سے استدلال کیا جاتا ہے - اگر اوصاف قبولیت کے احاد کے راویوں میں پائے گئے تو قبول کی جاتی ہے - اور نہ پائے گئے تو رد کی جاتی ہے - اور قسم اول یعنی

یعنی متواتر کا علم راویوں کی تفتیش سے تعلق نہیں رکھتا - وہ تو سنتے ہی اپنے مخبر کی صداقت و راستی کا قطعی طور پر افادہ بخشتا ہے - اسواسطے متواتر میں کوئی تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ سب ہی قبول کی جاتی ہے - بخلاف اخبار احاد کے کہ اس میں تو اتر کی طرح قطعیت نہیں ہوتی - اور اخبار احاد کے خاص ایک ہی قسم کو واجب العمل ٹھرانے کی وجہ یہ ہے کہ اخبار احاد میں تین صورتیں درپیش آتی ہیں - ایک صورت تو یہ ہے کہ اُس میں قبولیت کی اصل صفت جو راوی کی صداقت کا ثبوت ہے پائی جاتی ہے - اور دوسری صورت یہ ہے کہ اصل صفت قبولیت کی اُسمیں نہیں پائی جاتی - پس پہلی صورت تو سامع کے ظن پر بسبب سچا ہونے اپنے راوی کی حدیث کی صداقت کو غالب کریگی - اس وجہ دہ وہ حدیث قبول کرکے معمول بہ ٹھرائی جائیگی - اور دوسری صورت یہ ہے کہ خبر واحد سامع کے ظن پر بسبب کاذب ہونے اپنے راوی کے کذب کو غالب کریگی اسواسطے وہ ترک کی جاویگی - اور تیسری صورت جہاں راوی کے صدق و کذب کا کچھ پتہ نہیں ملتا یعنی راوی اُسکے مجہول الحال ہیں اگر کوئی قرینہ قبولیت یا رد کا ملگیا - تو اُسکے ساتھ ملحق کی جاویگی - ورنہ اُس میں توقف کیا جائے گا - اور جب کہ اُسپر عمل کرنے سے توقف ہوا تو یہ بھی قسم مردود کی طرح ہوئی مگر متوقف فیہ کو مردود اسواسطے نہیں کہا جاتا کہ اس میں رد کی صفت پائی گئی ہو بلکہ اسواسطے مردود کہا جاتا ہے کہ اس میں صفت موجبہ قبولیت کی نہیں پائی گئی -

مقبول

مردود

متوقف فیہ

(خبر الواحد المحتف بالقرائن یفید العلم) ... والمتفق علیہ منہا قطعی نظری

(وقد یقع فیھا) ای فی الاخبار الاحاد المنقسمۃ الی مشہور و عزیز و غریب (ما یفید العلم النظری بالقرائن علی المختار) خلافا لمن ابی ذلک والخلاف فی التحقیق لفظی لان من جوز اطلاق

العلمِ قيدَه بكونِه نظريًا - وهو الحاصلُ عنِ الاستدلالِ - ومَن
أبى الإطلاقَ خصَّ العلمَ بالمتواترِ - وما عداه عندَه ظنّي - لكنّه لا ينفي
أنّ ما احتفَّ بالقرائنِ أرجحُ مما خلا عنها - والخبرُ المحتفُّ بالقرائنِ
أنواعٌ - منها ما أخرجَه الشيخانِ في صحيحيهما مما لم يبلغْ حدَّ التواترِ
فإنّه احتفَّ به قرائنُ - منها جلالتُهما في هذا الشأنِ وتقدُّمُهما في
تمييزِ الصحيحِ على غيرِهما - وتلقّي العلماءِ لكتابيهما بالقبولِ - وهذا
التلقّي وحدَه أقوى في إفادةِ العلمِ النظريِّ من مجرّدِ كثرةِ الطرقِ - إلّا
أنّ هذا يختصُّ بما لم ينتقدْه أحدٌ من الحفّاظِ - وبما لم يقعِ التخالفُ بين
مدلولَيه مما وقعَ في الكتابين حيثُ لا ترجيحَ لاستحالةِ أن يفيدَ
المتناقضانِ العلمَ بصدقِهما من غيرِ ترجيحٍ لأحدِهما على الآخرِ -
وما عدا ذلك فالإجماعُ حاصلٌ على تسليمِ صحّتِه - فإن قيل إنّما
اتّفقوا على وجوبِ العملِ به لا على صحّتِه منعناه - وسندُ المنعِ أنّهم
متّفقون على وجوبِ العملِ بكلِّ ما صحَّ ولو لم يخرجْه الشيخانِ فلم
يبقَ للصحيحينِ في هذا مزيّةٌ - والإجماعُ حاصلٌ على أنّ لهما مزيّةً
فيما يرجعُ إلى نفسِ الصحّةِ - وممّن صرّحَ بإفادةِ ما أخرجَه الشيخانِ
العلمَ النظريَّ الأستاذُ[1] أبو إسحاقَ الإسفرائينيُّ - ومن أئمّةِ الحديثِ
أبو عبدِ اللهِ الحميديُّ - وأبو الفضلِ بنُ طاهرٍ وغيرُهما - ويحتملُ
أن يقالَ المزيّةُ المذكورةُ كونُ أحاديثِهما أصحَّ الصحيحِ)

---

[1] استاد ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد ابراہیم الاسفرائنی - فقیہ شافعی متکلم و اصولی ہیں - خراسان میں ابوبکر اسمعیلی اور
عراق میں ابو محمد علی بن احمد سنجری اور انکے اقران سے حدیث پڑھی - قاضی ابو الطیب طبری نے اصول فقہ آپ سے
حاصل کیا - ابو الحسن عبد الغافر فارسی نیشاپور کی تاریخ کے سیاق میں آپکے حق میں فرماتے ہیں - آپ اُن علمائے کرام میں سے ہیں
جو اجتہاد کے مرتبہ کو پہونچتے ہیں بسبب تبحر علوم و اجتماع شرائط امامت کے - حاکم نے بھی آپکا ذکر کیا ہے - آپ ہی کے
واسطے مدرسہ مشہورہ نیشاپور میں تیار کیا گیا تھا - تصانیف آپ کی بہت جلیل الشان ہیں - از انجملہ جامع الحلی فی اصول الدین
الرد علی الملحدین پانچ جلدوں کی - آپ نیشاپور میں انتقال کرنے کی آرزو رکھتے تھے - تاکہ وہاں کے لوگ آپ پر نماز جنازہ پڑھیں
خداوند کریم نے آپکی یہ دعا قبول فرمائی [illegible] میں آپکا وہاں ہی انتقال ہوا - بعدہ وہاں سے اٹھا کر اسفرائین میں آپکو دفن کیا ۱۲ منہ

خبر واحد مختف بقرائن علم نظری کی مفید ہے اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ خبر واحد علم قطعی نظری کا افادہ بخشتی ہے۔

اور گاہے اخبار احاد میں جو مشہور ۔ عزیز ۔ غریب کی طرف تقسیم ہوتی ہیں ایسی حالتیں بھی درپیش آتی ہیں کہ وہ اخبار احاد قرائن سے مقرون ہو کر بنا بر مذہب مختار علم نظری کا افادہ دیتے ہیں ۔ بخلاف اُس شخص کے جو اس امر سے انکار کرتا ہے مگر باریک نظر سے دیکھا جائے اور اچھی طرح سوچا جائے تو اُس کا خلاف بھی کچھ مضر نہیں حقیقت میں بین الفریقین اختلاف لفظی ہی ہے معنے میں جانبین متفق ہیں اسواسطے کہ جس نے مفاد احاد پر لفظ علم کا اطلاق کیا ہے ۔ اُس نے اُس علم کو نظری سے مقید کیا ہے ۔ اور علم نظری استدلال ہی سے حاصل ہوتا ہے کما مر ۔ اور جس نے مفاد احاد پر علم کا لفظ اطلاق کرنے سے انکار کیا ہے ۔ اُس نے علم کی لفظ کو متواتر سے خاص کیا ہے ۔ اسواسطے کہ سوائے متواتر کے اُسکے نزدیک سب اخبار

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۷)

سے ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر فتوح بن عبداللہ ابن حمید بن یصل الازدی الحمیدی الاندلسی المیورقی الحافظ المشہور ۔ آپ جزیرہ میورقہ کے رہنے والے ہیں جو کہ بر اندلس کے بحر غربی کے قریب واقعہ ہے ۴۲۰ سے کسیقدر پہلے آپکا تولد ہے ۔ روایت حدیث ابن حزم ظاہری اور ابن عبد البر وغیرہ ہلسے رکھتے ہیں ۴۴۸ میں بلاد مشرقیہ کا سفر اختیار کیا ۔ اور حج ادا کرکے مکہ مکرمہ میں حدیث پڑھی ۔ بحر افریقہ ۔ اندلس ۔ مصر ۔ شام ۔ عراق میں گئے ۔ پھر بغداد میں آکر قیام کیا ۔ بغداد میں خطیب سے روایت کی ۔ اور خطیب نے بھی آپ سے حدیث روایت کی ۔ علل حدیث کی معرفت اور حدیث کے معانی کی تحقیق میں موافق اصول کے مہارت تام رکھتے تھے اور عربیت وعلم ادب اور قرآن کریم کی تراکیب کے حل کرنے اور قرآن کی لطافت بلاغت کے دریافت کرنے میں دستگاہ کامل رکھتے تھے ۔ اور قرأت حدیث میں نغمہ حسنہ تھا ۔ آپ کو مذہب[۱] ظاہری کہا جاتا ہے ۔ تقویٰ ۔ ورع ۔ عفت میں ممتاز زمانہ تھے ۔ آپ کی تصانیف میں سے تاریخ الاسلام وکتاب المذہب المسبوک ۔ ووعظ الملوک ۔ ومخاطبات الاصدقا فی المکاتب واللقا ۔ وکتاب حفظ الجار ۔ وکتاب ذم النمیمہ ۔ وتاریخ الاندلس ۔ وکتاب الجمع بین الصحیحین وعظ و نصیحت میں لکھے ہے اشعار بھی نظم فرمایا کرتے تھے منجملہ اُن اشعار کے یہ دو شعر آپکے ہیں سے لقاء الناس لیس یفید شیئاً سوی الہذیان من قیل وقال ٭ فاقلل من لقاء الناس الا لاخذ العلم او اصلاح حال ۔ اور نیز یہ شعر بھی آپکا ہے سے کتاب اللہ عزوجل قولی ٭ وما صحت الآثار دینی ۴۸۸ میں آپکا انتقال ہوا شیخ ابو اسحٰق شیرازی کے پاس آپکو دفن کیا ۔ بعد ۴۹۱ میں وہاں سے نقل کرکے بشر حافی کے پاس آپکو دفن کیا ۔ مگر اس عرصہ تک کفن تازہ اور بدن صحیح و سالم معطر تھا ۱۲ منہ

سے ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد المقدسی الحافظ المعروف بابن القیسرانی ۴۴۸ میں بیت المقدس میں پیدا ہوئے اور ۴۶۰ میں حدیث کی سماعت شروع کی اور ۴۶۷ میں بغداد میں آئے وہاں سے بیت المقدس میں واپس آئے ۔ اور وہاں سے مکہ مکرمہ میں حج کیواسطے تشریف لائے اور بعد ادائے حج ۵۰۷ میں بغداد میں جاکر انتقال فرمایا ۔ علم کی طلب میں حجاز ۔ مصر ۔ شام ۔ ثغور ۔ جزیرہ ۔ عراق ۔ جبال ۔ فارس ۔ خوزستان کا سفر کیا ۔ اور ہمدان میں رہائش اختیار کی ۔ آپ اہل حدیث کے مشہور حافظین میں سے ہیں اور اس فن میں آپ کی تصانیف ہیں جو آپ کی وسعت معرفت و باریک بینی پر دلالت کرتی ہیں ۔ منجملہ اُنکے اطراف

احاد ظنی ہیں (اور یہ قائل اگرچہ مفاد متواتر کو علم سے اور مفاد احاد کو بد انہا ظنی قرار دیتا ہے) لیکن اس امر کی بھی نفی نہیں کرتا کہ جو خبر واحد منضم بقرائن ہو وہ اس خبر واحد سے جو خالی از قرائن ہو زیادہ ارجح و اقوی ہے - اور خبر واحد مقرون بقرائن کے بہت سے انواع ہیں - **اول** قسم اُنسے وہ ہے جسکو بخاری و مسلم نے اتفاقاً اپنی دونوں صحیح کتابوں میں روایت کیا ہو - اور یہ اخبار اُحاد صحیحین کے تواتر کی حد تک نہ پہونچے ہوں - اِن احاد کے ساتھ بہت قرینے ملتے ہیں - ایک قرینہ تو امام بخاری و امام مسلم کی علم حدیث میں جلالت ہے - دوم یہ دونوں بزرگ حدیث کی صحت کی تمیز میں اپنے غیر پر مقدم ہیں - سیوم - علماء اُمت نے اُن کی دونوں کتابوں کو مقبول کر لیا ہے - اور سب قرائن میں سے یہ آخری قرینہ یعنی علماء امت کا صحیحین کو قبول کر کے معمول بہ اور واجب العمل ٹھہرا لینا ہی - کثرت طرق کے تنہا قرینہ سے جنپر اجماع نہیں ہوا - علم نظری کا افادہ بخشنے میں بہت زیادہ قوت رکھتا ہے - مگر یہ حصول علم نظری صحیحین کے اُنہیں احاد سے مخصوص جنکو حفاظ حدیث میں سے کسی حافظ نے تنقید نہ کیا ہو اور نہ اُنکے مدلول میں تخالف واقعہ ہوا ہو - تخالف کیصورت

---

[۱۳۲] احادیث منتقدہ صحیحین حافظ دار قطنی کی تنقید کے بموجب ایک سو دس ہیں تفصیل ذیل ہیں - بخاری میں اٹھتر مسلم میں اکیو نتیس بخاری مسلم دونوں مشترک ہیں یہ دو سو دس حدیثیں صحیحین سے حافظ دار قطنی نے ضعیف کی ہیں مگر علماء محققین نے اسکی تضعیف کو تسلیم نہیں کیا - چنانچہ رشید عطار - و حافظ عراقی نے انکی صحت بحال رکھنے میں مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ایک ایک حدیث کا منتقدین کو جواب دیا ہے - اور امام سیوطی تدریب الراوی فی تقریب النواوی میں ان سب حدیثوں کا ایک جامع جواب دیتے ہیں وہ جواب یہ ہے کہ شیخین کو سب محدثین بلکہ اپنے مشائخ پر بھی فضیلت و فوقیت حاصل ہے پھر جس حدیث کی یہ دونوں بزرگ صحت کریں اور اپنی صحیح کتابوں میں جو خاص قسم صحیح کے ہی واسطے مخصوص ہیں روایت کریں - اِنسے بڑھکر اور کون محدث ہے جو انکا نقص نکالے - تنقید کرے اور صحیحین کی تالیف کوئی سرسری طور کی تو ہے نہیں کہ تنقید کی حاجت اُنمیں باقی ہو - امام بخاری نے اپنی صحیح چھ لاکھ حدیث سے چھانٹ کر سولہ سال کے عرصہ میں و منبر نبوی کے درمیان بیٹھ کر صحیح بخاری تالیف کی - اور امام مسلم نے تین لاکھ حدیث سے چنکر صحیح مسلم کی تالیف کی - اور تیار کر کے حافظ ابو زرعہ کو دکھایا - جس حدیث کے معلول ہونے کا اُنہوں نے اشارہ کیا وہ نکال ڈالی - علاوہ ابو زرعہ کے شیخین کے وقت میں یحیی الذہلی اہل زمانہ سے علل حدیث میں مہارت کامل رکھتے تھے اور وہ شیخین کے اوستاد تھے - علاوہ ازیں شیخین خود بھی حدیث کے اسباب خفیہ کی معرفت میں استاد اور پیشوا ہیں غیر کا قول انکے مقابل میں کچھ وقعت نہیں رکھتا ونعم ما قیل ؎ تو بایں بے بچشم در آئید و بگذرید آن شوخ دیگر نیزکہ در سینہ جا کنند ۱۲ منہ [۱۳۳] متعارض حدیثوں کی بابت علماء کا قول ہے کہ شارع کے کلام میں کبھی تعارض نہیں ہوتا - ہماری سمجھ کی عدم رسائی کی وجہ سے ہمیں تعارض نظر آتا ہے - امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں متعارض ایسی کوئی حدیث نہیں پائی جاتی مگر ایک ان دونوں میں سے ضرور ہی دوسری سے زیادہ قوی ہوتی ہے اور اسکو دوسری پر ترجیح ہو سکتی ہے - اور تعمیل کی بابت امام شعرانی فرماتے ہیں رخصت و عزیمت کیطور پر دونوں پر عمل کر لینا چاہئے گا ایک گاہے دوسری پر ۱۲ منہ

میں اسواسطے علم نظری حاصل نہیں ہوتا کہ جبتک دو متناقض حدیثوں میں
سے کسی ایک کو ترجیح اسطرح ہونی چاہئے کہ ایک میں علت قادحہ صحت
کی پائی جاوے اور دوسری حدیث اُس سے سالم ہو - اور یہاں دونوں درجہ
صحت میں برابر ہیں - اس لئے نہ ایک کو دوسری پر ترجیح ہو سکتی ہے اور نہ ہی
اُنسے علم نظری حاصل ہو سکتا ہے - اور
ان دونوں قسموں (منتقدہ اور متناقصہ) کے سوائے باقی جس قدر صحیحین کے اخبار
احاد ہیں ان کی صحت پر امت کا اجماع ہو چکا ہے - اگر کہا جائے کہ علماء نے تو
صحیحین کے احادیث کے واجب العمل ہونے پر اجماع کیا ہے - اس پر اجماع نہیں
ہوا کہ اُن کی صحت قطعی[1] ہے - ہم اُس معترض کو اس سند سے روکتے ہیں کہ علماء
کرام تو ہر صحیح حدیث کے واجب العمل ہونے پر متفق ہیں گو شیخین نے اُسکو اپنی
صحیحین میں روایت نہ بھی کیا ہو - پھر اس صورت میں جبکہ شیخین کے مرویات
باقی محدثین کے مرویات کے ساتھ برابر کئے گئے تو شیخین کے مرویات کو اوروں کے
مرویات پر کوئی فضیلت باقی نہ رہیگی حال آنکہ اجماع منعقد ہو چکا ہے اس امر پر
کہ شیخین کے مرویات کو نفس صحت میں مرویاتِ غیر پر فضیلت ہے اور جن علماء
نے اس بارہ میں تصریح کی ہے کہ مرویاتِ شیخین علم نظری کا افادہ دیتے ہیں -
آئمہ متکلمین میں سے ابو اسحق اسفرائنی ہیں اور صحیحین کی فضیلت کے بارہ میں قول
بھی احتمال رکھتا ہے کہ اُن کی حدیثیں باقی احادیث صحاح سے زیادہ اصح ہیں

[1] شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں صحیحین کی حدیثیں مقطوع بصحت ہیں اور علم نظری اُنسے حاصل ہے - بعض نے کہا ہے
کہ احاد صحیحین سے ظن ہی حاصل ہوتا ہے علم نظری کا افادہ نہیں دیتیں وہ قائل اپنے اس قول پر یہ دلیل لایا ہے کہ امت
نے قبول کرکے احادیث صحیحین کو معمول بہ ٹھہرالیا ہے اور عمل غلبہ ظن سے بھی واجب ہو جاتا ہے - اور ظن ہمیشہ مصیب نہیں
ہوتا کبھی خطا بھی ہو جاتا ہے - شیخ ابن الصلاح کہتے ہیں اول میں میرا میل بھی اسیطرف تھی - لیکن اخیر میں مجھے معلوم
ہوا کہ یہ امت مرحومہ کا ظن ہے اور امت اپنے اجماع میں معصوم ہے اور معصوم کا ظن کبھی خطا نہیں ہوتا پھر میں نے اسے صحیح مذہب
اختیار کر لیا - امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں شیخ ابن الصلاح کے اس قول سے اعراض کرکے فرماتے ہیں کہ احاد صحیحین سے ظن ہی
حاصل ہوتا ہے - انکو شیخ محمد معین دراسات اللبیب میں یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ قیاس کیطرف خیال نہیں کرتے جو خبر مقبول ہے
نہایت ہی کم درجہ میں ہے جب اُسپر اجماع ہو جاتا ہے تو اسکے مدلول کو قطعی بنا دیتا ہے اور یہاں اگر اجماع ایسا کر دیا
ہو جاتا ہے کہ احاد مقبولہ صحیحین کو قطعی نہیں بنا سکتا فتدبر انتہی ۱۲ منہ -

یعنی صحت حدیث کے واسطے جتنی شرائط چاہیے وہ صحیحین میں اعلے واکمل
طور پر موجود ہیں۔

(ومنها المشهور اذا كانت له طرق متباينة سالمة من ضعف الرواة
والعلل. وممن صرح بافادته العلم النظري الاستاذ ابو منصور
البغدادي - والاستاذ ابو بكر ابن فورك وغيرهما - ومنها المسلسل
بالائمة الحفاظ المتقنين حيث لا يكون غريبا - كالحديث الذي
يرويه احمد بن حنبل مثلا ويشاركه فيه غيره عن الشافعي - و
يشاركه فيه غيره عن مالك بن انس فانه يفيد العلم عند
سامعه بالاستدلال من جهة جلالة رواته - وان فيهم من الصفات
اللائقة الموجبة للقبول ما يقوم مقام العدد الكثير من غيرهم ولا
يتشكك من له ادنى ممارسة بالعلم واخبار الناس ان مالكا
لو شافهه بخبر لعلم انه صادق فيه واذا انضاف اليه من هو في
تلك الدرجة ازداد قوة وبعد عما يخشى عليه من السهو - وهذه
الانواع التي ذكرناها لا يحصل العلم بصدق الخبر منها الا للعالم
بالحديث المتبحر فيه العارف باحوال الرواة المطلع على العلل وكون
غيره لا يحصل له العلم بصدق ذلك لقصوره عن الاوصاف المذكورة
لا ينفي حصول العلم للمتبحر المذكور ومحصل الانواع الثلثة التي ذكرناها
ان الاول يختص بالصحيحين - والثاني بما له طرق متعددة - والثالث
بما رواه الائمة المتقنون - فيمكن اجتماع الثلثة في حديث واحد
فلا يبعد حينئذ القطع بصدقه والله اعلم -)

اور دوسرا قسم جز واحد مقرون بقرائن کا خبر مشہور ہے اس شرط پر کہ سندیں اسکی
متعدد ہوں۔ اور ضعف وعلل قادحہ (انقطاع وارسال وغیرہ) سے سالم ہو۔
جن علماؤں نے اس قسم کو مفید علم نظری مانا ہے۔ انہیں سے استاذ ابو منصور

بغدادی۔ اور اُستاذ ابو بکر ابن فورک وغیرہما ہیں۔ اور تیسرا قسم اخبار احاد
منضم بقرائن کا حدیث مسلسل بالائمہ ہے جسکو خوب یاد رکھنے والے محققین
اماموں نے سلسلہ وار روایت کیا ہو مگر اس مسلسل بالائمہ میں یہ شرط ہے
کہ سند اس کی غریب نہ ہو عزیز ہو یا اُس سے بڑھکر ہو اس کی مثال اس طرح ہے
کہ مثلاً ایک حدیث کو امام احمد بن حنبل اپنے استاذ امام شافعی سے روایت کریں
اور امام شافعی سے یہ حدیث سنتے وقت امام احمد کے ساتھ کوئی اور شخص بھی
سنتا ہو۔ اور اسی حدیث کو جب امام شافعی اپنے اُستاذ امام مالک سے روایت
کریں تو اُسوقت امام شافعی کے ساتھ بھی کوئی اور شخص امام مالک سے روایت
کرنے میں شریک ہو۔ پس یہ حدیث سامع کو بسبب جلالت اپنے راویوں کے
استدلالاً افادہ علم نظری کا بخشے گی۔ اسواسطے کہ ان راویوں میں ایسے اوصاف
قبولیت کے موجود ہیں۔ جو عدد کثیر غیر کے قائم مقام ہیں۔ اور یہ خداوند کریم کا
فضل ہے کہ گاہے ایک آدمی میں صالحین کی ایک جماعت کی خوبیاں جمع کر دیتا
ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً) اور علم حدیث اور اسماء رجال
کی تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا بھی اس امر کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کا شک
و شبہ نکریگا کہ مثلاً امام مالک جیسے جلیل الشان امام اُس کو حدیث سناتے تو
ضرور ہی حدیث کے بیان کرنے میں اُن کو سچا جانتا اور پھر جب امام مالک کے
ساتھ اُس حدیث کے روایت کرنے میں ویسے ہی ایک اور بزرگ بھی شریک
ہوگئے تو اس حدیث کو اور زیادہ قوت حاصل ہوگئی۔ اور جو پہلے سہو اور
خطا کا خطرہ حدیث پر گذرتا تھا وہ دور ہو گیا۔ اور یہ تین قسم اخبار احاد
منضم بقرائن کہ جو ہمنے بیان کئے ہیں کہ اُنسے علم نظری حاصل ہوتا ہے یہ حصول
علم نظری کا سب لوگوں کے واسطے نہیں بلکہ یہ اخبار اُسے عالم حدیث کو اپنی صداقت
کا علم بخشتے ہیں جو حدیث کی معرفت میں دریاء سمندر کی طرح احاطہ رکھتا ہو
اور راویوں کے احوال سے عارف ہو اور علل حدیث سے مطلع ہو۔ اور جو سوائے

عالم موصوف کے غیر کو بسبب قاصر ہونے کے اوصاف مذکورہ سے اِن اخبار کی صداقت کا علم حاصل نہیں ہوسکتا تو اس قاصر کے علم کا عدمِ حصول منحصر موصوف کے حصولِ علم کو بھی نفی نہیں کرسکتا۔ اور خلاصہ انواع ثلثہ مذکورہ کا یہ ہے کہ قسم اول صحیحین سے مخصوص ہیں۔ اور دوسرا وہ قسم ہے جسکے اسانید کثیرہ ہوں۔ اور تیسرا قسم وہ ہے جسکو آئمہ حفاظ نے روایت کیا ہو۔ اِن تین قسموں کا اجتماع ایک حدیث میں ہوسکتا ہے۔ پس اجتماع کی صورت میں صحت قطعی کے علم کا حصول مستبعد نہ ہوگا۔ واللہ اعلم)

اَلْفَرْدُ الْمُطْلَقُ

ثُمَّ الْغَرَابَةُ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ فِيْ اَصْلِ السَّنَدِ)

اَیْ فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یَدُوْرُ الْاِسْنَادُ عَلَیْهِ وَیَرْجِعُ عَنْهُ وَلَوْ تَعَدَّدَتِ الطُّرُقُ اِلَیْهِ وَهُوَ طَرَفُهُ الَّذِیْ فِیْهِ الصَّحَابِیُّ رَاوٍ لَا) یَکُوْنُ کَذٰلِکَ بِاَنْ یَّکُوْنَ التَّفَرُّدُ فِیْ اِثْنَائِهٖ کَاَنْ یَّرْوِیْهِ عَنِ الصَّحَابِیِّ اَکْثَرُ مِنْ وَاحِدٍ ثُمَّ یَتَفَرَّدُ عَنْ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ شَخْصٌ وَاحِدٌ (فَالْاَوَّلُ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ) کَحَدِیْثِ النَّهْیِ عَنْ بَیْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ تَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَدْ یَتَفَرَّدُ بِهٖ رَاوٍ اٰخَرُ عَنْ ذٰلِکَ الْمُتَفَرِّدِ کَحَدِیْثِ شُعَبِ الْاِیْمَانِ تَفَرَّدَ بِهٖ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض وَتَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ وَقَدْ یَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ فِیْ جَمِیْعِ رُوَاتِهٖ اَوْ اَکْثَرِهِمْ وَفِیْ مُسْنَدِ الْبَزَّارِ وَالْمُعْجَمِ الْاَوْسَطِ لِلطَّبْرَانِیْ اَمْثِلَةٌ کَثِیْرَةٌ لِذٰلِکَ)

فردِ مطلق کا بیان وہ غرابت جسکی تقسیم کا پیچھے وعدہ کیا تھا دو طرح ہوتی ہے ایک قسم تو وہ ہے جو سند کے ابتدا میں ہوتی ہے گو اسکی بعد میں متعدد سندیں بھی ہوجاویں (تو بھی وہ حدیث

غریب ہی رہگئی) اور ابتدا سند وہ جگہ ہے جہاں سے سند شروع ہوتی ہے یعنی سند کی وہ جانب جسمیں صحابی رضی ہوتا ہے (اصحابیؓ سے لینے والا ایک ہی تابعی ہو) اور دوسری صورت غرابت کی وہ ہے جو صورت مذکورہ کے برخلاف ہو یعنی اصحابیؓ سے لینے والے ایک سے زاید راوی ہوں پھر وسط میں اگر اکیلے راوی نے بغیر شراکت غیر کے اسکو روایت کیا ہو - پس پہلا قسم تو فرد مطلق مثال اوسکی وہ حدیث مرویہ امام شافعیؒ و حاکم کی ہے جسمیں وَلاء کی بیع اور ہبہ کرنے سے نہی وارد ہوئی ہے - وہ حدیث یہ ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضـ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ اسمیں حضرت عبداللہ بن عمر رضہ سے عبداللہ ابن دینار روایت کرنے میں اکیلے ہیں - اور گاہے منفرد راوی سے آگے دوسرا اخذ کرنے والا راوی بھی ایک ہی ہوتا ہے جیسے کہ شُعَبُ الْاِيْمَانِ (ایمان) کی شاخیں بیان کرنے کی یہ حدیث ہے اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَفْضَلُهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ اسحدیث میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے ابوصالح روایت کرنے میں اکیلے ہیں اور پھر ابوصالح سے عبداللہ بن دینار اکیلے روایت کرتے ہیں - اور گاہے سند کے سب یا اکثر راویوں میں سرے تک تفرد چلا جاتا ہے بزار کی مسند اور طبرانی کی معجم اوسط میں اس تفرد کی مثالیں بہت ہیں -

سلہ وَلاء اسکو کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی غلام کو اس شرط پہ خرید کر آزاد کردیوے کہ غلام کی وفات کے بعد اسکے ترکہ کا وہ ہووے - اور چونکہ یہ علاقہ ان دونوں میں معنوی طور پر ہے اسلئے بیع وہبہ نہیں ہوسکتا ۱۲

سلہ بزار یعنی ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار - بصرہ کے لوگوں میں سے ہیں علم حدیث عبدالاعلیٰ بن حماد اور حسن بن علی راشد اور عبداللہ بن معاویہ جمحی اور ہدبہ بن خالد شیخ شیخین سے حاصل کیا ہے اور آپ سے ابوالشیخ اور طبرانی اور عبدالباقی بن قانع اور دیگر محدثین روایت کرتے ہیں انھوں نے بھی واسطے تعلیم علم اور پڑھانے اُن حدیثوں کے جو آپ کے پاس تھیں اصفہان اور شام میں اس نیت صالحہ سے بہت مدت تک اقامت اختیار کی - اور بہت لوگوں کو علم حدیث کا فیض پہونچایا دارقطنی آپ کی تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں روایتوں کے بیان کرنے میں آپ خطا بہم کرجاتے ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ بیشتر اعتماد اپنی یاد پر کرتے ہیں - اور نسخہ صحیحہ کو دیکھکر نہیں پڑھاتے سنہ ۲۹۰ میں شام کے رملہ شہر میں انتقال فرمایا - بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز رح فرماتے ہیں مسند بزار کو مسند کبیر بھی کہتے ہیں اور یہ مسند معلل ہے یعنی اسباب خفیہ جو صحت حدیث میں قادح ہیں انکو بھی بزار حدیث کے بعد بیان کردیتے ہیں اس قسم کی کتاب کو عرف محدثین میں معلل کہتے ہیں - بزار بتقدیم الزاء المعجمۃ علی الراء مہملہ بزاری کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

سلہ حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الطبرانی بلاد شام کے عکہ شہر میں سنہ ۲۶۰ میں اور علم کی تحصیل کے واسطے بلاد شام - حرمین شریفین - یمن - مصر - بغداد - کوفہ - بصرہ - اصفہان جزیرہ و دیگر اسلامی

(دیکھو صفحہ ۳۵ بقیہ حاشیہ نمبر ۳)

الفرد النسبی (و الثانی الفرد النسبی) سمی نسبیا لکون التفرد حصل بالنسبۃ الی شخص معین وان کان الحدیث فی نفسہ مشہورا ویقل اطلاق الفرد علیہ لان الغریب والفرد مترادفان لغۃ واصطلاحا الا ان اھل الاصطلاح غایروا بینھما

شہروں میں سفر کرکے ہزار شیخ بلکہ ہزار سے بھی زیادہ استادوں سے حدیث پڑھی۔ باپ نے تیرہ ہی سال کی عمر میں پڑھانا شروع کرادیا تھا۔ پھر جب بڑے ہوئے تو آپکو بیکر شہر بشہر استادوں کی خدمت میں حاضر کیا۔ امام نسائی۔ علی بن عبد العزیز بغوی۔ بشر بن موسیٰ۔ ادریس عطار ابو زرعہ دمشقی۔ اور اقران ان بزرگوں کے آپکے اساتذہ میں سے ہیں۔ اور حافظ ابن مندہ اور ابو نعیم اصفہانی اور بھی بہت سے محدثین آپکے شاگرد ہیں۔ علم حدیث کی طلب میں آپنے بہت تکلیف اٹھائی تیس سال تک چٹائی پر سوئے اور لیٹنے پر آرام حرام کیا اور علم حدیث کی کثرت میں ممتاز و مستثنیٰ ہوئے۔ ابو العباس احمد بن منصور شیرازی کہتے ہیں میں نے آپ سے تین لاکھ حدیث لکھی ہے علم حدیث میں آپکی تصانیف بھی بہت ہیں کتاب الدعا جس سے صاحب حصن حصین نقل کرتے ہیں اور کتاب المناسک اور کتاب دلائل النبوۃ اور ایک بڑی تفسیر۔ اور زیادہ مشہور آپکی تصانیف میں سے معاجم ثلثہ ہیں۔ مسند کبیر صحابہ کی ترتیب کے مرویات پر ہے سوائے مسند ابو ہریرہ کے کہ اسکو علیحدہ لکھنا چاہا ہوگا اور نہ لکھ سکے یا لکھے اور مشہور نہوئی اس مسند میں بیس ہزار پانسو حدیثیں ہیں۔ اور معجم اوسط بھی بڑی چھ جلدوں میں شیوخ کی ترتیب پر تالیف ہے۔ اسمیں ہر ایک شیخ سے جنکی تعداد دو ہزار تک پہونچتی ہے جو کچھ کہ عجائب غرائب دیکھا اور سنا۔ لکھا ہے اور یہ کتاب دارقطنی کی کتاب الافراد کی نظیر ہے افراد و غرائب محدثین کی اصطلاح میں وہ احادیث ہیں جو ایک شیخ کے پاس ہوں اور دوسرے کے پاس نہوں امام ذہبی ذکر کرتے ہیں کہ طبرانی اس معجم اوسط کو کہتے تھے میری جان ہے۔ اور واقعہ طبرانی کی فضیلت اور وسعت نظر علم حدیث میں اس کتاب سے معلوم ہوتی ہے لیکن محققین محدثین فرماتے ہیں کہ معجم اوسط میں احادیث منکرہ بہت ہیں۔ اور سبب اسکا یہ ہے کہ غرائب لانے کے مضمون کے اقتضا کرتی ہے۔ اور تقریر و تنقید جسکو ترتیب صحیح کہتے ہیں وہ کمیاب ہے۔ معجم صغیر بھی مشائخ کی ترتیب پر ہے لیکن اسمیں وہی مشائخ ذکر کئے ہیں جنسے فقط ایک ایک حدیث سنی ہے۔

دولت دیالمہ کے وزیر ابن عباد جو عربیت۔ لغت۔ شعر میں اپنے وقت کے سردار تھے فرماتے ہیں مجھے یہ گمان تھا کہ وزارت سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی منصب نہیں۔ اسواسطے کہ ہر قسم کے لوگوں کا میں مرجع تھا۔ تا کہ ایک روز میرے پاس طبرانی آئے اور ابوبکر جعابی آئے اور انکا مذاکرہ حدیث میں شروع ہوا۔ طبرانی کو میں نے دیکھا کہ کثرت محفوظات سے جعابی پر غلبہ لئے جاتے تھے۔ اور جعابی فطنت و ذکاء سے سبقت لیجاتے تھے یہ مردو مات دیر تک رہی۔ اور طرفین سے آواز بلند ہوئی اسی اثنا میں ابوبکر جعابی نے کہا حدثنا۔ ابو خلیفہ ثنا سلیمان بن ایوب طبرانی نے فرمایا سلیمان بن ایوب میں ہی ہوں اور خلیفہ میرا شاگرد ہے یہ میری ہی بیان کردہ حدیث ہے مجھ سے بلاواسطہ اس حدیث کو کیوں نہیں روایت کرتے ہو کہ آپکو علو اسناد حاصل ہوجاوے۔ ابن عماد کہتے ہیں اسوقت جعابی ایسے خجل ہوئے جس کی مثل دنیا میں متصور نہیں۔ اور میں نے دل میں کہا کاش میں اسوقت طبرانی ہوتا اور وزیر نہ ہوتا کہ یہ غلبہ اور فرحت مجکو حاصل ہوتی۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی فرماتے ہیں یہ تمنا اور آرزو بھی ابن عماد کی اوس کی ریاست کے بقا سے تھی والا علما ربانیین کو ایسی باتوں سے کچھ تغیر حال نہیں ہوتا لیکن المرء یقیس علی نفسہ سنہ ۳۶۰ میں آپکا انتقال ہوا۔ ابو نعیم اصفہانی نے آپکے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ سکونت آپکی وفات تک اصفہان ہی میں تھی۔ طبرانی بفتح طا و با نسبت ہے بطرف طبریہ شام کے جو آپکا مولد ہے۔ حمہ دوسی صحابی کے پاس دفن ہوئے رحمہ اللہ

مِنْ حَيْثُ كَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَقِلَّتِهٖ - فَالْفَرْدُ اَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهٗ عَلَى
الْفَرْدِ الْمُطْلَقِ - وَالْغَرِيْبُ اَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهٗ عَلَى الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ
وَهٰذَا مِنْ حَيْثُ اِطْلَاقِ الْاِسْمِ عَلَيْهِمَا - وَاَمَّا مِنْ حَيْثُ اِسْتِعْمَالِهِمُ
الْفِعْلَ الْمُشْتَقَّ فَلَا يُفَرِّقُوْنَ بَلْ يَقُوْلُوْنَ فِي الْمُطْلَقِ وَالنِّسْبِيِّ تَفَرَّدَ
بِهٖ فُلَانٌ وَاَغْرَبَ بِهٖ فُلَانٌ وَقَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا اخْتِلَافُهُمْ فِي الْمُنْقَطِعِ
وَالْمُرْسَلِ هَلْ هُمَا مُتَغَايِرَانِ اَوْ لَا فَاَكْثَرُ الْمُحَدِّثِيْنَ عَلَى التَّغَايُرِ لٰكِنَّهٗ
عِنْدَ اِطْلَاقِ الْاِسْمِ - وَاَمَّا عِنْدَ اِسْتِعْمَالِ الْفِعْلِ الْمُشْتَقِّ فَيَسْتَعْمِلُوْنَ
الْاِرْسَالَ فَقَطْ فَيَقُوْلُوْنَ اَرْسَلَهٗ فُلَانٌ سَوَاءٌ كَانَ مُرْسَلًا اَمْ مُنْقَطِعًا
وَمِنْ ثَمَّ اَطْلَقَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِمَّنْ لَا يُلَاحِظُ مَوَاقِعَ اِسْتِعْمَالِهِمْ وَلَمْ يُمَيِّزْ
بَيْنَ اِطْلَاقِ الْاِسْمِ وَالْفِعْلِ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ اَنَّهُمْ لَا يُغَايِرُوْنَ
بَيْنَ الْمُرْسَلِ وَالْمُنْقَطِعِ وَلَيْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ لِمَا حَرَّرْنَا - وَقَلَّ مَنْ نَبَّهَ
عَلَى النُّكْتَةِ فِيْ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

(**فردِ نسبی کا بیان**) اور دوسرا قسم غرابت کا فردِ نسبی ہے نسبی
اس کو اس واسطے کہتے ہیں کہ بہ نسبت شخص معین کے حاصل ہوتا ہے - گو نفس الامر
حدیث مشہور ہی ہو - فردیت کا اطلاق فردِ نسبی پر کم ہی آتا ہے اور غالباً اسکو غریب کے
نام سے پکارا جاتا ہے - وجہ فردِ نسبی کو غریب کہنے کی یہ ہے کہ غریب اور فرد لغت اور بول
چال میں ایک ہی معنے رکھتے ہیں - مگر محدثین نے ان دونوں کے درمیان
اور کثرت استعمال کی وجہ سے کسیقدر فرق کیا ہے - اور وہ فرق یہ ہے کہ فرد کا
اطلاق تو اکثر کرکے فردِ مطلق پر کرتے ہیں - اور غریب کو فردِ نسبی میں زیادہ استعمال
کرتے ہیں - اور یہ فرق بھی ان دونوں میں اسم کے اطلاق کرنے میں ہوتا ہے -
اور اگر فعل مشتق ان کا استعمال کریں تو پھر ان دونوں میں کچھ فرق نہیں کرتے
فردِ مطلق اور فردِ نسبی دونوں میں تَفَرَّدَ بِهٖ فُلَانٌ وَاَغْرَبَ بِهٖ فُلَانٌ ایک کی
جگہ دوسرا لفظ بھی استعمال کر دیتے ہیں - اور اسے اختلاف کے قریب قریب ہے

اختلاف محدثین کا منقطع اور مرسل[1] میں بھی کہ آیا یہ دونوں قسم آپس میں متغایر ہیں یا نہ۔ پس اکثر محدثین انکے تغایر پر ہیں وہ کہتے ہیں مرسل اور منقطع علیحدہ علیحدہ قسم ہیں ایک قسم کے دو نون نام نہیں بلکہ قسم ہی آپسمیں علیحدہ ہیں۔ لیکن یہ تغایر[2] ان دونوں قسموں میں ہر وقت استعمال کرتے اسم کے ہی ہوتی ہے (مُرْسَل حدیث میں بصیغہ اسم مفعول هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ اور مُنْقَطِعْ میں بصیغہ اسم فاعل هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْقَطِعٌ بولتے ہیں) اور ہر وقت استعمال کرنے فعل مشتق کے انکے مصدروں سے دونوں قسموں میں ارسال کو ہی استعمال کر دیتے ہیں۔ مرسل اور منقطع دونوں میں اَرْسَلَهٗ فُلَانٌ کہدیتے ہیں (بخلاف فرد مطلق اور فرد نسبی کے کہ وہاں بلا تفریق بینہما دونوں فعل استعمال ہوتے ہیں) اور چونکہ مرسل و منقطع میں فعل مشتق کے استعمال کے وقت دونوں کیواسطے ایک ہی فعل استعمال کرتے ہیں۔ اسواسطے اکثر محدثین پر اُن لوگوں نے جو محدثین کے مواضع استعمال کو بغور دیکھ نہیں سکے اور اسم و فعل کے استعمال میں تمیز نہیں کر سکے یہ اعتراض کر دیا ہے کہ یہ لوگ مرسل اور منقطع میں فرق بھی نہیں کرتے حالانکہ یہ بات نہیں اسواسطے کہ ہم ثبوت دے چکے ہیں کہ اکثر محدثین بروقت استعمال اِن دونوں میں فرق کرکے کہتے ہیں کہ هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ وَهٰذَا حَدِيْثٌ مُنْقَطِعٌ) دونوں قسموں کو علیحدہ علیحدہ کرکے دکھاتے ہیں (اور جو مرسل کا فعل دونوں کیواسطے استعمال کرتے ہیں تو اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ انقطاع سے بسبب لازمی ہونے کے

[1] مرسل وہ حدیث ہے جسکی اسناد سے صحابی ساقط اور منقطع وہ ہے جسکی اسناد سے سوائے صحابی کے نیچے کے طبقہ کا کوئی راوی ساقط ہو زیادہ تفصیل ان کی آگے آئے گی ۱۲ منہ

[2] شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں منقطع مرسل ہر دو ایک دوسرے کی شمولیت رکھتے ہیں۔ جبتک کہ اُن کی سند کا اتصال نہو۔ اقرب الی الصواب یہی مذہب ہے اور اسی طرف فقہاء وغیرہم کی ایک جماعت گئی ہے خطیب نے بھی کفایہ میں اسی مذہب کو ذکر کیا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ جس حدیث کو تابعی بغیر واسطہ صحابی کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے روایت کرے وہ اکثر کر کے انقطاع سے موصوف ہوتی ہے اور جسکو تبع تابعین بغیر واسطہ تابعی کے صحابی سے روایت کرے وہ اکثر کر کے انقطاع سے موصوف ہوتی ہے۔ اور مرسل و منقطع کا اختلاف فرد غرابت سے اسطرح قریب ہے کہ اختلاف متقدم میں تھا جو اتفاق ترادف معنے کے تغایر استعمال میں ہے اور اسمیں تو استعمال میں متغایرت محقق ہے لیکن ترادف بھی [illegible]

کہ اُس قصور کا اگر طرق متعددہ و اسانید کثیرہ سے جبیرہ ہو گیا تو وہ بھی صحیح
ہی ہوویگی لیکن صحیح لذاتہ نہوگی صحیح لغیرہ کہلائیگی - اور حالت ثانیہ یہ ہے کہ اُس
قصور کا کسیطرح جبیرہ نہو سکا - تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے - اور اگر کوئی قرینہ مرجحہ
جانب قبول متوقف فیہ کے قائم ہو جائے تو وہ بھی حسن ہی ہوویگی لیکن لذاتہ
نہوگی حسن لغیرہ ہوگی (متوقف فیہ مستور الحال راوی کی حدیث ہے اگر اوس کی
سندیں زیادہ ہو جاویں - یا آئمہ اُسکو معمول بہ ٹھرالیویں یا صحابہ کے اقوال کے
موافق ہو یا کوئی اور قرینہ ترجیح کا قائم ہو جاوے تو توقف کی حالت سے ترقی
کرکے حسن لغیرہ ہو جائیگی) اقسام مقبولہ میں سے صحیح لذاتہ کو اسواسطے پہلے ذکر
کیا ہے کہ اس کا مرتبہ عالی ہے - اور صحیح کی تعریف میں جو راوی کی عدالت کا ذکر
آیا ہے تو اُس سے وہ ملکہ اور مبداء صدور افعال جمیلہ کا مراد ہے جو راوی کو "
اور مروۃ پر قایم رکھے - اور تقوےٰ سے یہ مطلب ہے کہ اعمال سیہ شرک اور فسق
بدعت سے مجتنب رہے (عدالت سے عدالت شہادت مراد نہیں جس میں ذکوریت
وحریت و بلوغت شرط ہے بلکہ روایت کی عدالت مراد ہے جس سے رقیق عورت
اور لڑکا متمیز بھی موصوف ہو سکتا ہے اور عدالت کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں
اگر عادل وہ شخص قرار دیا جاوے جس نے کبھی گناہ ہی نہ کیا ہو تو ایسا عادل ایک
بھی ہمکو نہیں ملیگا اور اگر بالکل کوئی گناہ عدالت کا مانع قرار نہ دیا جاوے تو کوئی
شخص مجروح نہ ملیگا سب ہی عادل ہونگے - لیکن جو شخص کبائر کا تارک ہو اور
اُس کی نیکیاں بدکاریوں سے زائد ہوں تو وہ عادل ہے) اور ضبط کا ذکر جو صحیح کی تعریف
میں آیا ہے کہ راوی اچھی طرح یاد رکھنے والا ہو سو یہ ضبط دو قسم ہے - ایک تو ضبط صدر ہے کہ
راوی اپنی مسموعات کو سینہ میں ایسا محفوظ رکھے کہ جب چاہے ہو بہو ویسا ہی پڑھ لیوے - دوسرا
ضبط کتاب کا ہے اور وہ اسطرح ہے کہ جب سے اپنی کتاب یعنی اُستاد سے سُنا - یا اپنے پاس کی حدیث جو
پہلے کسی اور سے سُنی تھی کسی کامل محدث سے مقابلہ کرکے صحیح طور پر اپنی کتاب میں لکھ لیا ہو
اُس کتاب کو حدیث کے ادا کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھے

اور تام الضبط سے اشارہ ہے طرف رتبہ عالیہ حدیث کے جو صحیح لذاتہ ہے - اور اتصال سند سے یہ مراد ہے کہ اسناد حدیث کی راوی کے ساقط ہونے سے سالم ہو یعنی ابتدا سے لے کر اخیر تک سلسلہ وار ایک دوسرا روایت کرتا آیا ہو بیچ میں سے کوئی راوی چھوٹا نہو - اور سند کی تعریف مع مثال پیچھے گذر چکی ہے - اور معلل لغت میں اس حیوان کو کہتے ہیں جس میں علت قادح صحت کی پوشیدہ ہو (اور وہ علل قادحہ صحت کے یہ ہیں - ارسال خفی جو ظاہراً متصل نظر آتا ہو - وقف کی جگہ رفع - ایک حدیث کو دوسری میں ملا کر بیان کرنا) اور شاذ لغت میں اکیلی چیز کو کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی ثقہ اپنے سے ارجح راوی سے مخالفت کرے اور اس شاذ کی ایک اور تفسیر بھی ہے جو آگے آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ تنبیہ - جزاحاد کا لفظ جو ابن حجر نے استعمال کیا ہے وہ بمنزلہ جنس کے ہے (جو صحیح اور غیر صحیح دونوں کی شمولیت رکھتا ہے) اور باقی قیود اُسکے فصل کی طرح ہیں (اس شمول سے صحیح کو علیحدہ کرتے ہیں) اور نقل عدل کی لفظ سے احتزام ہے اُن راویوں سے جو غیر عادل - فاسق - بدعتی - مجہول الحال ہوں - اور ضمیر منفصل ھُوَ کا لانا اس جگہہ میں اس کا نام فصل رکھا جاتا ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان میں واسطہ ہو کر اس امر کی خبر دیتا ہے کہ اس کا مابعد ماقبل کی خبر ہے نعت نہیں (اس واسطے کہ نعت و منعوت میں فصل و جدائی نہیں ہوتی) اور لذاتہ کا لفظ نکال دیتا ہے اُس حدیث کو جسکی صحت خارجی امر سے ہو یعنے صحیح لغیرہ کو کمامر

اَصَحُّ الاَسَانِیْد

(وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُہٗ) اَیْ رُتَبُ الصَّحِیْحِ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ ھٰذِہِ الاَوْصَافِ) اَلْمُقْتَضِیَۃِ لِلتَّصْحِیْحِ فِی الْقُوَّۃِ فَاِنَّھَا لَمَّا کَانَتْ مُفِیْدَۃً لِغَلَبَۃِ الظَّنِّ الَّذِیْ عَلَیْہِ مَدَارُ الصِّحَّۃِ اِقْتَضَتْ اَنْ یَّکُوْنَ لَھَا دَرَجَاتٌ

لہ اور اگر غیر ثقہ راوی اُس راوی سے مخالفت کرے جو اس سے ارجح ہے تو وہ حدیث شاذ نہوگی بلکہ منکر ہوگی - ۱۲ منہ

بعضها فوق بعض بحسب الامور المقوية - واذا كان كذلك فما يكون رواته في الدرجة العليا من العدالة والضبط وسائر الصفات التي توجب الترجيح كان اصح مما دونه فمن المرتبة العليا في ذلك ما اطلق عليه بعض الائمة انه اصح الاسانيد - كالزهري عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه - ومحمد بن سيرين عن عبيدة بن عمرو السلماني عن علي - وكابراهيم النخعي عن علقمة بن قيس عن ابن مسعود ودونها في الرتبة كرواية بريد[51] بن عبد الله بن ابي بردة عن جده عن ابيه ابي موسى - وحماد بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة - وكالعلاء[52] بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابي هريرة - فان الجميع يشملهم اسم العدالة والضبط الا ان في المرتبة الاولى فيهم من الصفات المرجحة ما يقتضي تقديم روايتهم على التي تليها وفي التي تليها من قوة الضبط ما يقتضي تقديمها على الثالثة - وهي مقدمة على رواية من يعد ما ينفرد به حسنا كرواية محمد بن اسحق عن عاصم بن عمر عن جابر وعمرو[53] بن شعيب عن ابيه عن جده وقس على هذه المراتب ما يشبهها في الصفات المرجحة والمرتبة الاولى هي التي اطلق عليها بعض الائمة انها اصح الاسانيد - والمعتمد عدم الاطلاق لترجمة معينة منها - نعم يستفاد من مجموع ما اطلق الائمة عليه ذلك ارجحيته على ما لم يطلقوه)

---

[51] - بريد بن عبد اللہ ثقہ ہے قلیل الخطاء ۱۲ منہ

[52] علاء بن عبد الرحمن صدوق ہے اور کہا ہے روایت کرتے وقت وہم بھی کرجاتا ہے ۱۲ منہ

[53] - عمرو بن شعیب والی سند میں اگر جده سے مراد جد عمرو لیا جاوے جس کا نام محمد ہے - تو حدیث مرسل ہوگی اسواسطے کہ محمد تابعی ہے اور اگر جده کی ضمیر شعیب کیطرف پھیری جاتی ہے تو اس کا جد عبد اللہ ہے - اور شعیب کا سماع اپنے دادا سے صحیح ہے - عراقی الفیہ کی شرح میں فرماتے ہیں شعیب کی حدیث اپنے دادا سے اصح القول میں قبول ہے ۱۲ منہ

اصح الاسانید کا بیان

اور انہیں اوصاف مذکورہ مقتضیہ قوت صحت کے تفاوت کی وجہ سے مراتب صحیح حدیث کے بھی متفاوت ہوتے ہیں۔ اسواسطے کہ جب یہ اوصاف اُس غالب ظن کا افادہ دیتے ہیں جس پر صحت اصطلاحی کا مدار ہے۔ تو یہ اوصاف اس امر کی اقتضا کرتے ہیں کہ حدیثوں کے بھی جن کو ان اوصاف سے موصوف راویوں نے روایت کیا ہے بعض کے بعض پر موافق اوصاف قویہ کے اعلےٰ و فایق آپس میں درجے و مراتب ہوں پس جب یہ صورت قرار پائی تو جس حدیث کے راوی عدالت و ضبط و بقیہ اوصاف موجبہ ترجیح میں اعلےٰ درجہ پر ہوں انکی روایت کردہ حدیث بھی اُن راویوں کی حدیث سے جو اُنسے نیچا درجہ رکھتے ہیں بہت زیادہ صحیح ہوگی پس اصح الاسانید میں مرتبہ عالیہ [illegible] جس کو بعض آئمہ حدیث یعنی اسحٰق ابن راہویہ اور احمد بن حنبل نے [illegible] کہ یہ تمام سندوں سے زیادہ صحیح ہے۔ اور وہ سند زہری تابعی [illegible] روایت کرتے ہیں سالم بن عبداللہ بن عمر سے اور ابن عمر اپنے باپ حضرت عمر سے اور علی بن المدینی کہتے ہیں یہ سند سب سندوں سے زیادہ صحیح ہے محمد بن سیرین عن عبیدہ بن عمرو السلمانی عن علی۔ اور امام نسائی و ابن معین کے نزدیک) ابراہیم نخعی عن علقمہ بن قیس عن ابن مسعود (سب سندوں سے زیادہ تر صحیح ہے) اور اس طبقہ عالیہ سے کم درجہ میں اسانید ذیل ہیں۔ بُرید بن عبداللہ ابی بردہ عن جدہ عن ابی موسیٰ۔ اور حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس۔ اور اس دوم درجہ میں سے بھی اُتر کے تیسرا درجہ ہے و سند یہ ہیں۔ سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ اور علاء بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن ابی ہریرہ۔ ان تین قسم کی سندوں کو اسواسطے باقی اسانید پر ترجیح و فوقیت دیجاتی ہے کہ ان مراتب ثلثہ کے تمام راویوں پر عدالت اور ضبط کا اسم شمولیت

رکھتا ہے۔ مگر پہلے مرتبہ کے راویوں کے صفات مرجحہ اقتضا کرتے ہیں کہ انکی روائتیں طبقہ قریبہ (ثانیہ) کی روائتوں پر مقدم کی جاویں۔ اور دوسرے طبقہ کا ضبط اقتضا کرتا ہے کہ ان کی روائتیں طبقہ مؤخرہ ثالثہ کی روائتوں پر مقدم کی جاویں۔ ....

.... اور طبقہ ثالثہ کی روائتیں اُن راویوں کی روائتوں پر مقدم ہیں جنکی بغیر کسی تابع کے تنہا ہو کر روایت کرنی حسن شمار کی جاتی ہے۔ جیسے محمدؐ بن اسحٰق عن عاصم بن عمر عن جابر۔ اور جیسے عمرو بن شیب عن ابیہ عن جدہ۔ اور جو صفات مرجحہ ہیں اور سندیں ان کی مشابہ ہوں جیسے خبر متفق علیہ۔ افراد بخاری افراد مسلم تو انکو بھی انہیں مدارج علیا۔ وسطی۔ سفلی پر قیاس کرلینا چاہئے۔ اور درجہ اول اصح الاسانید میں وہی ہے۔ جسپر بعض آئمہ حدیث نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے۔ لیکن محققین متاخرین کے نزدیک کسی خاص سند پر اصحیت کا اطلاق کرنا ٹھیک نہیں۔ اس واسطے کہ کسی خاص سند کو اصح کہنا موقوف ہے اس امر پر کہ سب راویوں کے اعلےٰ اوصاف دریافت کئے جاویں۔ اور پھر جو اُنمیں قابل فوقیت ہوں انکو ماقبی پر ترجیح دیجاوے۔ اور یہ امر بسبب منتشر ہونے راویوں کے مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب میں مشکل ہوگیا ہے۔ اس لئے علی الاطلاق کسی خاص سند کو اصح الاسانید نہیں کہا جاتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جب اس طرح کہنے کی ضرورت پڑے تو اُس سند کو کسی صحابی یا کسی شہر سے مخصوص کرے اور اس طرح کہے کہ اہل بیت کی سب سندوں میں جعفر بن محمدؐ عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابیطالب کی سند زیادہ صحیح ہے اور ابن مسعود کی سب سندوں سے ابراھیم نخعی عن علقمہ عن بن مسعود کی زیادہ صحیح ہے اور اہل مصر کی اصح الاسانید لیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر عن عقبۃ بن عامر ہے۔ اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اصح الاسانید کہنے سے حدیث کی صحت قطعی لازم نہیں آتی اسواسطے کہ محدثین ھٰذَا اَصَحُّ مَاجَاءَ فِی الْبَابِ کا ہے اِس حدیث کے حق میں بھی کہدیتے

ہیں کہ جو نفس الامر میں ضعیف ہی ہو - اور مطلب انکا اس کہنے سے یہ ہوتا ہے
کہ دوسرے سے یہ حدیث مرجح ہے - یا ضعف میں کم ہے) اور جن سندوں کو آئمہ
متقدمین نے اصح الاسانید کہا ہے - انکا یہ حکم لگانے سے اس قدر فائدہ ہے کہ جن
سندوں کو انہوں نے اصح نہیں کہا انپر اون کو فوقیت اور ترجیح ہے -
روَیَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلٰى تَخْرِيْجِهٖ بِالنِّسْبَةِ
اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُهُمَا - وَمَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ بِالنِّسْبَةِ
اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ مُسْلِمٌ لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعْدَهُمَا عَلٰى تَلَقِّيْ
كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ - وَاخْتِلَافُ بَعْضِهِمْ فِيْ اَيِّهِمَا اَرْجَحُ فَمَا
اتَّفَقَا عَلَيْهِ اَرْجَحُ مِمَّا لَمْ يَتَّفِقَا عَلَيْهِ -

اور اسی فضیلت مذکورہ کے ساتھ ملتی ہے فضیلت بخاری و مسلم کی اُن
حدیثوں کی جنکو ان دونوں اماموں نے اتفاقاً روایت کیا ہے - اُن حدیثوں
پر جنکے روایت کرنے میں یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے ہیں
اسیطرح امام بخاری کے انفراد کو امام مسلم کے انفراد پر فضیلت ہے - اور یہ فضیلت
بسبب متفق ہونے علماء کے اوپر قبول کرنے صحیحین کے ہے - اور جو بعض علماء نے
اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ ان دونوں کتابوں میں سے کونسی کتاب زیادہ
مرجح ہے - تو اسکے بارہ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جن حدیثوں کے روایت کرنے میں
بخاری و مسلم دونو کا اتفاق ہے - وہ متفق علیہ حدیثیں تلقی کی حیثیت سے بخاری
و مسلم کی اُن حدیثوں سے زیادہ مرجح ہیں جنکو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر روایت کرتے ہیں

اَلْبُخَارِيُّ مُقَدَّمٌ فِي الصِّحَّةِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ

روَقَدْ صَرَّحَ الْجُمْهُوْرُ بِتَقْدِيْمِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فِي الصِّحَّةِ وَلَمْ يُوْجَدْ عَنْ اَحَدٍ

ل امام بخاری کی کنیت ابو عبداللہ اسم شریف محمد بن ابو الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ابن الاحنف

التَّصْرِيْحِ بِتَنْقِيْصِهٖ - وَاَمَّا مَا نُقِلَ عَنْ اَبِیْ عَلِیِّ النَّيْسَابُوْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ مَا تَحْتَ
اَدِيْمِ السَّمَاءِ اَصَحُّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ فَلَمْ يُصَرِّحْ بِكَوْنِهٖ اَصَحَّ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۴۵ نمبر ۱ - الجعفی بالولاء البخاری ہے ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے آپکے آبا میں سے
پہلا شخص جو مسلمان ہوا ہے مغیرہ ہے پہلے مجوسی تہا یمان جعفی والی بخارا کے ہاتھ پر اسلام لایا اسیواسطے اوسکو جعفی کہتے ہیں
امام بخاری حدیث کی طلب میں محدثین کے اکثر شہروں میں جیسے کہ خراسان - جبال - عراق - حجاز - شام مصر - بغداد
بصرہ کوفہ پر کثرت سفر کیا - دس سال کی عمر میں حدیث یاد کرنی شروع کی - ابن مبارک و اصحاب مالک سے حدیث اخذ کی
سولہ سال کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی کتابیں یاد کرکے حنفیوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا - اسی سن میں آپکو والدہ آپکے
مع والدہ و بھائی آپکے حج کو لیگئے - اور اٹھارہ سال کی عمر میں آپنے صحابہ و تابعین کے فیصلہ جات و مقدمات کو مرتب کیا - بعد ازاں
مدینہ منورہ میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے روضہ کے پاس چاندنی راتوں میں تاریخ کبیر لکھی -
بعد ازاں متعدد بلاد اسلام میں سماع حدیث کیواسطے سفر کیا - آپ فرماتے ہیں ایک ہزار اسی محدثین سے حدیث میں روایت کرتا
ہوں - مشائخ آپکے پانچ طبقوں پر ہیں - تابعین - تبع تابعین - اتباع تبع - اقران و اصحاب بولیت - شیخ کے تلامیذ آپکے اور
بہت فضلا آپکے شاگرد ہیں - ترمذی - ابن خزیمہ فربری اور صحیح بخاری ایک لاکھ کے قریب آدمیوں نے آپسے پڑھی ہے حفظ
اور یاد آپ کی ایسی تھی کہ حامد بن محمد اسمٰعیل محدث کہتے ہیں امام بخاری ہمارے ساتھ مشائخ حدیث کی خدمت میں
حدیث سننے کو جایا کرتے تھے - اور مسموعہ حدیث کے لکھنے کے واسطے قلم و دوات نہ لایا کرتے تھے ہمنے آپکو کہا اس آنے جانے
سے کیا فائدہ ہے جب لکھتے نہیں ہیں - سنا ہوا بغیر کتابت کے بھول جاتا ہے - سولہ روز کے بعد آپنے ہمیں یہ جواب دیا کہ آپ صاحبو
نے مجھے بہت دق کیا ہے - اب اپنے لکھے ہوئے کو میری حفظ سے مقابلہ کرو - اور اسوقت تک ہم پندرہ ہزار حدیثیں لکھ چکے
تھے - یہ سب حدیثیں آپنے حفظ سے سنا دیں اور ایسا صحیح سنایا کہ ہمنے آپکی یاد سے انکو صحیح کیا - اور فرمایا کہ تم گمان کرتے ہو کہ میں
عبث محنت کرتا ہوں - میں تو اسی روز سمجھ گیا تھا کہ آپ ضرور کامل شخص ہونگے - علماء زمان آپکی مدح و تعظیم بیحد کیا کرتے تھے
امیر المومنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث المصطفویہ و ناشر المواریث المحمدیہ کے لقب سے آپ پکارے جاتے تھے - امام مسلم جب آپکی
خدمت میں حاضر ہوتے تو فرمایا کرتے تھے کہ اے استاذوں کے استاذ اور محدثوں کے سردار مجھے اپنی قدمبوسی کا شرف
عطا کرو - امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں آسمان کے نیچے آپسے بڑھکر حدیث کو جاننے والا کوئی نہیں - حفظ حدیث و معانی کتاب
وسنت کے فہم میں آپکے زمانہ میں آپ سے بڑھکر کوئی نہ تھا - اجتہاد و استنباط میں بے نظیر رکھتے تھے - علم حدیث زمانہ نبوی
لیکر سو سال تک مدون نہ ہوا تھا - سینہ بسینہ چلا آیا کرتا تھا - بعد سو سال کے مدون ہوا - دوسری صدی میں پایہ بپایہ محکم ہوا - اور
تصنیف میں آیا - بخاری دو سو سال کے بعد آئے تو انہوں نے اس علم کو مختلط پایا صحیح ضعیف وغیرہ سبکو ملا ہوا دیکھا آپنے
دین میں سب سے اہم کام یہ سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیث کو چھانٹ کر علیحدہ کیا جاوے اور اس معاملہ میں
بعض حفاظ حدیث کی آرزو کو بھی موید پاکر ہمت باندہی اور اسلامی ملکوں میں پھر کر جہانتک حدیث ملا آپکو پتہ لگا وہانسے موافق
پیشگوئی حدیث لو کان الدین عند الثریا لناله رجال من ابناء فارس کے حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا جنکی تعداد چھ لاکھ
تک پہنچی پھر اس ذخیرہ حدیث سے صحیح صحیح حدیثیں چنکر ایک جگہ لکھیں - اور انکے لکھنے میں یہ اہتمام کیا کہ روضہ قدس
اور منبر نبوی کے درمیان میں بیٹھکر ہر ایک حدیث کیلئے دوگانہ نفل اور درود پڑھکر سولہ سال کے درمیان میں اس بابرکت کام کو انجام
تک پہنچایا اور مسلمانوں کو ایک صحیح و مضبوط دستاویز دیا کہ بلا تشکیک اسپر عمل کریں - خداوند کریم نے اس کتاب میں وہ برکت
رکھی ہے کہ جس مہم کے لئے یہ پڑھی جاتی ہے خدا تعالیٰ مطلب پورا کر دیتا ہے حرمین شریفین میں سلطان روم خلد اللہ
ملکہ ہمیشہ اسکا ختم جاری رکھتے ہیں سوائے اس کتاب کے امام بخاری کی اور کتابیں بھی ہیں منجملہ انکے ادب المفرد - رفع الیدین فی الصلوٰۃ
قراءۃ الفاتحہ خلف الامام - بر الوالدین - تاریخ اوسط - تاریخ صغیر - خلق افعال عباد - کتاب ضعفا - کتاب الاشربہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷)

لِاَنَّہٗ اِنَّمَا نَفٰی وُجُوْدَ کِتَابٍ اَصَحَّ مِنْ کِتَابِ مُسْلِمٍ۔ اِذِ الْمَنْفِیُّ اِنَّمَا ھُوَ مَا یَقْتَضِیْہِ صِیْغَۃُ اَفْعَلَ مِنْ زِیَادَۃِ صِحَّتِہٖ فِیْ کِتَابٍ شَارَکَ کِتَابَ مُسْلِمٍ فِیْ اَصْلِ الصِّحَّۃِ یَمْتَازُ بِتِلْکَ الزِّیَادَۃِ عَلَیْہِ۔ وَلَمْ یَنْفِ الْمُسَاوَاتَ۔ وَکَذٰلِکَ مَا نُقِلَ عَنْ بَعْضِ الْمَغَارِبَۃِ اَنَّہٗ فَضَّلَ صَحِیْحَ مُسْلِمٍ عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ فَذٰلِکَ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلٰی حُسْنِ السِّیَاقِ وَجُوْدَۃِ الْوَضْعِ وَالتَّرْتِیْبِ۔ وَلَمْ یُفْصِحْ اَحَدٌ مِّنْھُمْ بِاَنَّ ذٰلِکَ رَاجِعٌ اِلَی الْاَصَحِّیَّۃِ۔ وَلَوْ اَفْصَحُوْا لَرَدَّہٗ عَلَیْھِمْ شَاھِدُ الْوُجُوْدِ وَالصِّفَاتُ الَّتِیْ تَدُوْرُ عَلَیْھَا الصِّحَّۃُ فِیْ کِتَابِ الْبُخَارِیِّ اَتَمُّ مِنْھَا فِیْ کِتَابِ مُسْلِمٍ وَاَسَدُّ (انتہٰی ۱۲)

صحیح بخاری صحت میں حدیث کی سب کتابوں پر جمہور علماء کے نزدیک مقدم ہے

اور جمہور محدثین نے صحت کی بابت سب کتب حدیث پر صحیح بخاری کو مقدم کیا ہے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ (۴۶) ممبرا۔ کتاب ہبہ۔ کتاب وحدان۔ کتاب علل۔ کتاب کنی۔ کتاب مبسوط وغیرہ وفات آپکی قریہ خرتنگ میں ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

ابو بکر خطیب عبدالواحد طوسی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں نے خواب میں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو دیکھا مع صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کسی کا انتظار کر رہے ہیں مینے سلام کیا کہ یا رسول اللہ آپ اسجگہ کس واسطے توقف کر رہے ہیں آپنے فرمایا انتظر محمد بن اسمٰعیل البخاری میں محمد بن اسمٰعیل بخاری کی انتظاری کرتا ہوں چند روز کے بعد امام بخاری کی وفات کی خبر آئی جب تحقیق کی مینے تو آپکی وفات اسی ساعت میں ہوئی تھی جسمیں مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو دیکھا تھا۔ امام بخاری نے جب حدیث حاصل کرکے وطن مالوفہ بخارا کی طرف رجعت فرمائی تو اہل بخارا نے شہر کے باہر تین میل کے اندازہ پر امام بخاری کے استقبال کیواسطے خیمے جا لگائے اور بہت کچھ درہم و دینار آپ پر تصدق کرکے شہر میں لائے ایک مدت تک بخارا میں حدیث پڑھاتے رہے آخر کچھ اہل غرض و حسادگرو حاکم بخارا کو اس امر پر آمادہ کیا کہ امام بخاری کو یہاں دربار میں بلوا کر حدیث سنی چاہیئے۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ میں علم نبوی کو صدیہ لیکر بےعزت نہیں کرتا ہوں حاکم کو ضرورت ہے تو یہاں آکر سنا کرے۔ خداوند کریم نے امام بخاری کو دولت بھی بہت عطا کی ہوئی تھی اور اس پاک مال سے طلبہ حدیث کے ساتھ بہت سلوک کیا کرتے تھے۔ بعض مورخ یوں بھی کہتے ہیں کہ حاکم نے امام بخاری سے یہ استدعا کی تھی کہ اسکے شاہزادوں کیلئے خاص تنہا مجلس ہو غیر اس میں کوئی شریک نہو سکے امام بخاری نے جواب دیا کہ مجھسے یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں میں سے کچھ آدمیوں کو مخصوص کر دوں اور باقی کو محروم اسوجہ سے فیما بین حاکم بخارا و امام بخاری کے بگاڑ ہو گیا اور اسکی نوبت یہاں تک پہنچی کہ حاکم نے بلا قصور امام بخاری کو اپنے گھر سے جلا وطن کر دیا اور امام بخاری نے ان ظالموں کے حق میں یہ فرمایا۔ اللھم ارھم ما قصدونی بہ فی انفسھم واولادھم واھلیھم۔ یا اللہ جسطرح کہ انہوں نے مجھے یہ تکلیف دی ہے انکو بھی اسیطرح اس بلا میں پھنسا۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ حدیث قدسی من عادٰی لی ولیًا میں اپنے پیاروں کی مخالفت و عداوت کرنے والوں کو لڑائی کا اعلان دیا ہوا ہے اسکے موافق تھوڑے دنوں کے بعد دارالخلافہ سے حاکم کو معزول کرکے گدھے پر سوار کرکے شہر کے گرداگرد پھرا کر اس کو ذلت و خواری کی سزا بھی دی اور اس فضیحت کے بعد جیل میں قید کرکے وہاں ہی مارا اور حاکم کے باقی متعلق لوگ جو اس امر میں شریک تھے سب کو طرح طرح کی عذاب میں گرفتار کیا۔ الغرض امام بخاری اسجگہ سے یادالٰہی میں سمرقند کیطرف گئے اور سمرقند کے لوگوں نے آپ کو خط بھی لکھا تھا کہ

اور کسی عالم سے اسکے بر خلاف تصریح نہیں پائی گئی رجو کسی اور کتاب کو صحت
میں بخاری پر مقدم کرتا ہو اور جو امام شافعیؒ نے مؤطا مالک کی نسبت فرمایا ہے کہ اللہ
کی کتاب کے بعد زمین پر مؤطا مالک سے کوئی کتاب زیادہ صحیح نہیں تو یہ فرمانا
آپکا صحیح بخاری کے تیار ہونے سے پہلے تھا) اور جو حاکم کے اُستاد ابو علی حسن نیشاپوری
سے منقول ہے کہ آسمان کے نیچے صحیح مسلم سے اور کوئی کتاب زیادہ صحیح نہیں تو اُنکے
اس کلام سے صراحتہً یہ نہیں پایا جاتا کہ صحیح مسلم جو صحیح بخاری سے زیادہ صحت
رکھتی ہے۔ اسواسطے کہ ابو علی اُس کتاب کے وجود کی نفی کرتے ہیں جو صحیح مسلم سے
زیادہ صحیح ہو منفی آپکے کلام میں وہ کتاب ہے جسکی صحت کی زیادتی مسلم کی مشارک
کی کتاب سے کہ افعل کا صیغہ اقتضا کرتا ہے۔ یعنی اُس صحت کی نفی ہے جس کی وجہ سے
وہ مشارک کتاب اصل صحت میں صحیح مسلم سے ممتاز و فایق ہو جاوے۔ اور صحت کے
مساوات کی نفی نہیں۔ پس آپکا قول بھی منافی ماسبق کا نہوا۔ اور جیسا کہ ابو علی کے
قول سے مسلم کی اصحیّت نہیں پائی جاتی اسی طرح جو بعض مغاربہ سے منقول ہے
کہ اُنہوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے تو اُن کا قول بھی محمول ہے
اِس امر پر کہ یہ فضیلت مسلم کی بخاری پر صحت میں نہیں۔ بلکہ اس خوبی میں ہے
کہ احادیث کو اچھی وضع اور اچھی ترتیب پر اپنی کتاب میں لاتے ہیں (اِس طور پر
کہ حدیث کے واسطے ایک ایسی جگہ مقرر کر دیتے ہیں جو اُسکے لائق اور مناسب ہوتی
ہے۔ اور پھر اس جگہ اُسکے متعلق اسانید متعددہ مع الفاظ مختلفہ کے سب جمع کر دیتے ہیں
جس سے ناظر کو اُنمیں غور کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مشکل۔ مجمل۔ منسوخ۔ منقطع۔
مبہم کے اقسام اول ذکر کرکے اُنکے بعد۔ مبیّن۔ مفسّر۔ ناسخ۔ مصرح السماع۔ معیّن۔
منسوب کے اقسام بھی وہاں ہی بیان کر دیتے ہیں۔ اور امام بخاری چند متفرقہ مسائل
کی وجہ سے جو ایک حدیث کے اندر ہوتے ہیں اُس حدیث کو دور دراز بابوں میں کئی
جگہ بیان کرتے ہیں۔ اسوجہ بخاری کی حدیث تلاش کرنے میں دقّت ہوتی ہے۔ یہانتک
کہ بعض حفاظ بھی مغالطہ میں آکر نفی کر دیتے ہیں اُس حدیث کی جو بخاری میں موجود ہوتی

علاوہ ازیں اکثر کرکے امام بخاری بسبب دقیق ہونے فہم اپنے کے حدیث کو ایسے باب
میں ذکر کرتے ہیں کہ اُس حدیث کی مناسبت اُس باب سے ہر ایک کے فہم میں سہولت
سے نہیں آسکتی۔ اور شامیوں کی روایات بیان کرنے میں جو اُن کو بطور مناولت
کے ملے ہیں اوہام بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔ یہ ہیں وجوہات جزوی ترجیح صحیح مسلم
کے صحیح بخاری پر) لیکن کسی عالم نے آجتک بہ تصریح نہیں کی کہ ان وجوہ سے صحیح مسلم
صحیح بخاری سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اگر تصریح کرتے تو صحیح بخاری کا شاہد وجود جمیع
کرنے والا اعلیٰ اوصاف صحت کا ہے ان کی تصریح کو رد کر دیتا۔ اسی واسطے کہ جن
اوصاف پر حدیث کے صحت کا دار و مدار ہے وہ صحیح مسلم سے بخاری میں اکمل و اتم طور پر
موجود ہیں (چنانچہ صحت کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط اتصال سند کی ہے بخاری
نے اس شرط کو کیسا قوی اور مضبوط طور پر اپنی کتاب میں رکھا ہے۔

(اَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْاِتِّصَالِ فَلِاشْتِرَاطِهِ اَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيُّ
قَدْ ثَبَتَ لَهُ لِقَاءُ مَنْ رَوَى عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً۔ وَاكْتَفٰى مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ
وَاَلْزَمَ الْبُخَارِيَّ۔ بِاَنَّهُ يَلْزَمُهُ اَنْ لَا يَقْبَلَ الْعَنْعَنَةَ اَصْلًا وَمَا اَلْزَمَهُ بِهِ
لَيْسَ بِلَازِمٍ لِاَنَّ الرَّاوِيَ اِذَا ثَبَتَ لَهُ اللِّقَاءُ مَرَّةً لَا يَجْرِيْ فِيْ رِوَايَتِهِ
اِحْتِمَالُ اَنْ لَا يَكُوْنَ قَدْ سَمِعَ۔ لِاَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ جَرَيَانِهِ اَنْ يَكُوْنَ مُدَلِّسًا
وَالْمَسْئَلَةُ مَفْرُوْضَةٌ فِيْ غَيْرِ الْمُدَلِّسِ۔ وَاَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ
فَلِاَنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ اَكْثَرُ عَدَدًا مِنْ رِجَالِ الَّذِيْنَ
تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ مَعَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يُكْثِرْ مِنْ اِخْرَاجِ حَدِيْثِهِمْ
بَلْ غَالِبُهُمْ مِنْ شُيُوْخِهِ الَّذِيْنَ اَخَذَ عَنْهُمْ وَمَارَسَ حَدِيْثَهُمْ بِخِلَافِ مُسْلِمٍ
فِي الْاَمْرَيْنِ وَاَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ عَدَمِ الشُّذُوْذِ وَالْاِعْلَالِ فَلِاَنَّ مَا انْتُقِدَ
عَلَى الْبُخَارِيِّ مِنَ الْاَحَادِيْثِ اَقَلُّ عَدَدًا مِمَّا انْتُقِدَ عَلٰى مُسْلِمٍ۔ هٰذَا مَعَ اتِّفَاقِ
الْعُلَمَاءِ عَلٰى اَنَّ الْبُخَارِيَّ كَانَ اَجَلَّ مِنْ مُسْلِمٍ فِي الْعُلُوْمِ وَاَعْرَفَ مِنْهُ بِصِنَاعَةِ
الْحَدِيْثِ۔ وَاَنَّ مُسْلِمًا تِلْمِيْذُهُ وَخِرِّيْجُهُ وَلَمْ يَزَلْ يَسْتَفِيْدُ مِنْهُ وَيَتْبَعُ اٰثَارَهُ

حتّٰی قال الدارقطنی لولا البخاری لما راح مسلم ولا جاء (سلہ)

اور سند کے اتصال کی حیثیت سے رجحان و فضیلت بخاری کو یہ ہے کہ اپنے راوی کے واسطے اُسکے اُستاذ کے ساتھ ملاقات کرنی گو ایک ہی دفعہ ہو ضروری شرط ٹھرائی ہے۔ اور امام مسلم اتصال سند میں فقط معاصرت پر اکتفا کرتے ہیں (یعنی استاد و شاگرد کا زمانہ ایک ہونا چاہیے باہم دونوں کی ملاقات کو شرط نہیں ٹھراتے) بلکہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں امام بخاری کے اس اشتراط سے اُن پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاری کی اس شرط کے مقرر کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ عنعنہ حدیث بالکل قبول نہ کی جاوے۔ لیکن یہ الزام امام مسلم کا امام بخاری پر عائد نہیں ہوتا۔ اسواسطے کہ جب راوی کی اپنے استاد کے ساتھ ایک دفعہ ملاقات ثابت ہوگئی تو پھر اس کی روایت میں عدم سماع کا احتمال جاری نہیں ہوتا۔ اور اگر عدم سماع کو اس موقعہ پر جاری کریں تو راوی کا مدلس ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ مفروضہ سوائے مدلس کے اور کے حق میں ہے۔ اتصال سند میں تو بخاری کی فضیلت مسلم پر ثابت ہوچکی۔ اور دوسری فضیلت بخاری کو مسلم پر عدالت اور ضبط کی جہت سے بھی ہے۔ اس واسطے کہ رجال متکلم فیہم بخاری کی بہ نسبت رجال متکلم فیہم مسلم کے کم ہیں

سلہ - ابو الحسن علی بن عمر بن احمد ابن مہدی البغدادی الدارقطنی الحافظ المشہور - عالم - حافظ - فقیہ شافعی بغداد میں سنہ ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے - فقہ ابو سعید اصطخری فقیہ شافعی سے اور علم قرأت بزرگان و سماع محمد بن حسن نقاش سے اور ابو سعید قزازی اور محمد بن حسین طبری اور باقی علماء اس طبقہ سے حاصل کیا اور صغر سنی ہی سے بغداد میں ابو بکر بن مجاہد سے حدیث سنی پھر بڑے ہو کر کوفہ - بصرہ - شام و واسط مصر و دیگر بلاد اسلام میں سفر کر کے حدیث حاصل کی سماع حدیث ابو القاسم بغوی ابن صاعد حسین محاملی و دیگر علماء اس طبقہ سے رکھتے ہیں اپنے زمانہ میں علم حدیث میں امام یگانہ تھے اور فقہا کے اختلاف سے بھی آپ بخوبی واقف تھے - عرب کے بہت دیوان آپ کو ازبر تھے منجملہ انکے دیوان حمیری ہے - ابو حمزہ سے منسوب تصنیف بہت ہوئے ہیں - حافظ ابو نعیم اصفہانی حاکم عبد الغنی مصری - حافظ منذری تمام رازی و جماعت کثیرہ سوا انکے بھی آپکے شاگرد ہیں - فن حدیث و معرفت علل حدیث سلح و اسماء الرجال میں بے نظیر تھے - حاکم و خطیب و دیگر ائمہ اس فن کے اس فن میں آپکے فائق ہونے کی گواہی دیتے ہیں المختلف والمؤتلف - کتاب السنن وغیرہ آپکی تصانیف ہیں سنہ ۳۸۵ھ میں بغداد میں آپکا انتقال ہوا ابو حامد اسفرائنی فقیہ مشہور نے آپکا جنازہ پڑھایا - اور باب حرب میں معروف کرخی کے مقبرہ کے پاس دفن ہوئے ابن ماکولا کہتے ہیں میں نے خواب میں آپکو دیکھا اور فرشتوں سے آپکا حال پوچھا - انہوں نے جواب دیا کہ بہشت میں دارقطنی کو امام کے لقب سے پکارتے ہیں - دارقطن بغداد میں ایک بڑا محلہ ہے آپ اس میں رہا کرتے تھے - ۱۲ منہ

حدیث میں امام مسلم سے بہت بڑھکر ہیں - اور امام مسلم آپکے تلمیذ اور جہالت سے
نکالکر راہ لگائے ہوئے ہیں - اور ہمیشہ امام بخاری سے سیکھتے اور اُنکے قدموں پر
چلتے تھے - یہانتک بخاری سے مسلم کی ترتیب ہوئی ہے کہ حافظ دارقطنی فرماتے
ہیں اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم فن حدیث میں نہ ظاہر ہوتے اور نہ قدم رکھتے -

درجات الصحیح

وَمِن ثَمَّ اَی مِن ھٰذِہِ الجِھَۃِ وَھِیَ اَرجَحِیَّۃُ البُخَارِیِّ عَلیٰ غَیرِہٖ
(قُدِّمَ صَحِیحُ البُخَارِیِّ) عَلیٰ غَیرِہٖ مِنَ الکُتُبِ المُصَنَّفَۃِ

ؔلہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بعض رسائل میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
سے کتب حدیث کے طبقے اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ پہلا طبقہ - مؤطا و بخاری و مسلم کا ہے - اور ان تینوں کی شرح
قاضی عیاض نے مشارق الانوار لکھی ہے اور دوسرا طبقہ وہ حدیثیں ہیں جو صحیحین کی صفتوں کے قریب قریب ہیں
اور وہ جامع ترمذی - سنن ابو داؤد - سنن نسائی ہے انکے مصنف وثوق عدالت وحفظ وضبط میں مشہور و فنون حدیث کے
تبحر میں معروف ہیں حدیث کی تصحیح کرنے میں انہوں نے سستی نہیں کی - جہانتک ہو سکا حدیث کی علت ظاہر کر دی -
اسیواسطے علماء دین میں ان کتابوں نے شہرت پائی - ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں - ابن الاثیر نے ان چھ کتابوں کی
حدیثیں جامع الاصول میں جمع کی ہیں - اور الفاظ غریبہ کے معانی لکھے ہیں ابن اثیر نے ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں
داخل نہیں کیا - شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں مسند امام احمد کی اس طبقہ میں زیادہ مناسبت رکھتی ہے - تیسرا طبقہ وہ کتابیں
ہیں جنکو علماء متقدمین نے جو بخاری مسلم سے پہلے گذری ہیں یا اُنکے عصر میں یا اُنکے بعد ہوئے ہیں ایسی کتابوں میں
ذکر کیا اور صحت کا التزام اُنھیں نہیں کیا اُن کی کتابیں طبقہ اولی ثانیہ کی طرح مقبول مشہور نہیں ہوئی ہیں وجہ اسکی
کہ ان کتابوں میں صحیح - حسن - ضعیف بلکہ متہم موضوع حدیثیں بھی عدم التزام صحت کی وجہ سے پائی جاتے ہیں
اور انہیں راوی بعض مستور الحال اور بعض مجہول الحال ہیں اور اس طبقہ میں اکثر ایسی حدیثیں جنکو فقہا امت نے معمول
بہ نہیں ٹھرایا - بلکہ اجماع انکے برخلاف منعقد ہوا ہے - اور ان کتابوں میں تفاوت بھی ہے - نام ان کتابوں کے یہ ہیں مسند
شافعی - سنن ابن ماجہ - مسند دارمی - مسند ابو یعلی موصلی - مصنف عبدالرزاق - مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ - مسند عبد بن حمید - مسند ابو داؤد طیالسی - سنن
دارقطنی - صحیح ابن حبان - مستدرک حاکم - کتب بیہقی - کتب طحاوی - تصانیف طبرانی - اور چوتھا طبقہ وہ کتابیں ہیں جنکا نام
و نشان پہلے قرنوں میں معلوم نہیں ہوتا - متاخرین نے انکو روایت کیا ہے انکا حال دو شقوں سے خالی نہیں یا سلف نے تفتیش
کی اور ان کی اصلیت انکو نہ ملی کہ روایت کرتے اور یا اصل انکی پائی و علت قادح صحت کی انمیں دیکھی اسلئے انکو روایت نہ کیا غرضیکہ
دونوں طرح سے یہ کتابیں قابل اعتماد نہیں ہیں کہ انسے کسی عقیدہ یا عمل میں سند لیجائے اس طبقہ کی بہت سی کتابیں ہیں منجملہ ان کے
کتاب الضعفا ابن حبان کی - تصانیف حاکم - تصانیف ابن مردویہ - تصانیف خطیب - تصانیف ابن شاہین - تفسیر ابن جریر
فردوس دیلمی بلکہ دیلمی کی سب تصانیف ابو نعیم - تصانیف جوزقانی - تصانیف ابن عساکر - تصانیف ابو الشیخ - تصانیف ابن نجار
ہیں - ان کتابوں میں اکثر کسی کے عیوب کے ظاہر کرنے - اور تاریخ اور بنی اسرائیل کا ذکر پیغمبروں کے قصے اور شہروں اور کھانے پینے کے ذکر
اور حیوانات کا حال - طب - منزد عوات - ثواب - نوافل بیان ہوتے ہیں ان کتابوں میں اکثر ضعیف اور موضوع حدیثیں بھی ہیں
اور ان کتابوں کا حال معلوم کرنے کو کتاب تنزیہ الشریعۃ کافی ہے انتہی مختصرا ؁ سلمہ اللہ تعالی و ابقاہ و بلغہ الی غایۃ ما یتمناہ

فی الحدیث۔ (ثم) صحیح (مسلم) لمشارکتہ للبخاری فی اتفاق العلماء علی تلقی کتابہ بالقبول ایضا سوی ما علل (ثم) قدم فی الارجحیۃ من حیث الاصحیۃ (ما وافقہ شرطھما) لان المراد بہ رواتھما مع باقی شروط الصحیح۔ وروا تھما قد حصل الاتفاق علی القول بتعدیلھم بطریق اللزوم فھم مقدمون علی غیرھم فی روایاتھم۔ وھذا اصل لایخرج عنہ الا بدلیل۔

قبلہ کا الموطا وبعدہ کتقیۃ الصحاح المسانید ۱۲

والدلیل مفقود ۱۲

صحیح حدیث کے مراتب کا بیان

اور صحیح بخاری اپنے اسے اعلی صحت کی ہی وجہ سے حدیث کی سب کتابوں پر مقدم کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ موطاء مالک پر بھی مقدم ہے اسواسطے کہ امام مالک انقطاع کو تادح صحت نہیں جانتے اور مراسیل سے بھی احتراز نہیں کرتے کما نبہ علیہ ابن حجر نے مقدمۃ الفتح۔ اسکے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہے۔ اسواسطے کہ صحیح مسلم بھی علماء امت کے قبول کرنے میں رسوائے حدیث معللہ[۲] کے صحیح بخاری کے ساتھ شریک ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بعد درجہ ان حدیثوں کا ہے جو بخاری و مسلم کی

[۱] بخاری کی فضیلت میں ضمنا شیخین کے کسقدر راویوں کے مطعون ہونے کا ذکر آیا تھا۔ مگر یہاں بالصراحت معلوم ہوا کہ صحیحین کے سب کے سب راوی باتفاق علماء عادل ہیں۔ اور انکے عادل ہونے پر علماء کا اجماع ہو اور مولانا مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری صحیح بخاری کے مقدمہ میں جو آپنے تالیف کیا ہے علماء متقدمین سے لائے ہیں کہ جن راویوں سے شیخین نے استدلال کیا وہ راوی جرح کے پل سے پار ہوگئے یعنی انہیں جرح نہیں ہو سکتی منہ

شیخ ابن الہمام اس موقعہ پر فرماتے ہیں اصحیت حدیث کی تو ان شرطوں پر مشتمل ہے جنکو شیخین نے معتبر رکھا ہے پس جب وہی شروط سوائے بخاری و مسلم کے غیر کتابوں کے راویوں میں فرض کئے جاویں تو پھر بخاری و مسلم کی حدیثوں کو سب سے زیادہ صحیح قرار دینا تحکم ہے تقلیداً اوس قول کو تسلیم کرلینا ناجائز ہے۔ اور آپکے اس قول کو فاضل بہاری اور بحر العلوم وغیرہ نے بھی پسند کیا ہے میں کہتا ہوں اس خیالی فرض کا وجود آجتک باوجود کثرت تفتیش کے نہیں ملا اسلئے علماء امت نے اجماعاً صحیحین کی احادیث کو باقی پر مقدم رکھا ہے ۱۲ منہ۔

[۲] احادیث معللہ و منتقدہ کی بابت پیچھے تحقیق ہو چکی ہے کہ صحیحین میں تعلیل و تنقید کی حاجت نہیں انکی سب حدیثیں صحیح ہیں اور صحیحین کی احادیث معللہ اگر مفقود ہیں تو بہ نسبت احادیث متفق علیہ کے ہیں ورنہ باقی سب احادیث پر مقدم ہیں ۱۲ منہ

شرطوں پر ہوں باقی صحاح پر یہ مقدم ہونگی اور صحیحین کی شرطوں سے مراد صحیحین
کے راوی ہیں مع ملحوظ رکھنے بقیہ شرائط صحت کے جو ضبط و عدالت و اتصال سند
وغیرہ ہیں۔ اور بخاری مسلم کے راویوں کے عادل ہونے پر بطریق لزوم علماء امت کا
اتفاق ہو چکا ہے۔ پس یہ راوی اپنی روایتوں میں غیر پر مقدم ہیں (گو صحیحین میں
ہوں یا غیر میں) محدثین کے نزدیک یہ ایک ایسا متفقہ قاعدہ ہے کہ بغیر کسی دلیل کے
اس سے خروج نہیں ہو سکتا اور دلیل یہاں مفقود ہے)

(وَإِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَلَى شَرْطِهِمَا مَعًا كَانَ دُوْنَ مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ أَوْ
مِثْلَهُ۔ وَإِنْ كَانَ عَلَى شَرْطِ أَحَدِهِمَا فَيُقَدَّمُ شَرْطُ الْبُخَارِيِّ وَحْدَهُ
عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَحْدَهُ تَبَعًا لِأَصْلِ كُلٍّ مِنْهُمَا فَخَرَجَ لَنَا مِنْ هٰذَا سِتَّةُ
أَقْسَامٍ تَتَفَاوَتُ دَرَجَاتُهَا فِي الصِّحَّةِ وَثَمَّةَ قِسْمٌ سَابِعٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ
عَلَى شَرْطِهِمَا اجْتِمَاعًا وَانْفِرَادًا)

اور اگر کوئی حدیث بخاری و مسلم دونوں کی شرطوں پر ہو تو اسکے درجہ میں دو احتمال
ہو سکتے ہیں ایک احتمال یہ ہے کہ مسلم کے انفراد سے کم درجہ میں ہو اسواسطے کہ رواۃ
شیخین مقبول ہو چکے ہیں اور دوم احتمال یہ ہے کہ درجہ اس کا مسلم کے افراد
کے برابر ہو بلحاظ پائے جانے شرط بخاری کے اس میں (جمہور کا اس بارہ میں یہ مذہب ہے
کہ وہ حدیث مسلم کے انفراد سے کم درجہ میں ہوگی اور ابن حجر بھی نخبۃ الفکر میں جمہور کے
قول سے اس کا مسلم سے کم درجہ ہونا نقل کر آئے ہیں یہ تردد آپکو یہاں شرح
میں ہوا ہے) اور اگر کوئی حدیث بخاری و مسلم کی شرطوں میں سے ایک ہی کی شرط
پر ہو (دونوں کی شرائط معاً اس میں نہ پائی جائیں) تو اس صورت میں بخاری کی شرط
مسلم کی اکیلی شرط پر بنا بر لحاظ اصل کے مقدم کی جاوے گی جیسے کہ صحیح بخاری خود مقدم
ہے صحیح مسلم پر اسواسطے بخاری کا فرع اس کی اصل کے فرع پر مقدم ہوگا۔ پس اس
حساب سے صحیح حدیث کے چھ قسم ہمارے لئے ظاہر ہوئے کہ درجے آپس میں
صحت کے رو سے متفاوت ہیں۔ اور یہاں ایک ساتواں

پائی جاتی ہے انتہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی[۵] حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں
حاکم نے اپنی مستدرک میں شیخین پر اپنے زعم میں اُن حدیثوں کا استدراک کیا ہے جو
شیخین کی شرطوں پر تھیں اور اُنھوں نے صحیحین میں اُن کو نہیں لیا۔ رہگئی ہیں۔
اور میں نے مستدرک کو اچھی طرح دیکھا۔ بعد غور و تعمق کے مجھے یہ معلوم ہوا کہ حاکم ایک وجہ سے
مصیب ہیں۔ مصیب ہونے کی تو یہ وجہ ہے کہ آپ نے چند احادیث مرویہ رجال
شیخین سے صحت اور اتصال میں شیخین کی شرط پر پائیں اور انکا استدراک کیا۔
لیکن بخاری و مسلم تو کسی حدیث کو صحیحین میں نہیں لائے۔ جبتک کہ اُس میں
شیخین کے مشائخ بالاتفاق بحث کر کے تصحیح نہ کرلیں چنانچہ امام مسلم نے اس معنی کی طرف اشارہ
فرمایا ہے کہ ہم حدیث کو نہیں لاتے جبتک ہمارے مشائخ اس کی صحت پر اتفاق نہ کرلیں
اور حاکم کا اکثر اعتماد صحت میں محدثین کے صنائع مخرجہ کے قواعد پر ہے جیسے کہ زیادہ
ثقہ کی مقبول ہے۔ اور جب وصل۔ ارسال۔ وقف و رفع وغیرہ میں اختلاف ہو تو

---

[۵] شاہ ولی اللہ المحدث دہلوی فاروقی خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے ہیں سلسلہ نسب آپکا تیس۳۰ پشت
کے ساتھ امیر المومنین حضرت عمرؓ تک پہونچتا ہے پانچ سال کی عمر میں آپ مکتب میں بیٹھے ساتویں سال ختنہ ہوا۔ اور
اُسی سال میں نماز روزہ پر آپکو آپکے والد حضرت شاہ عبدالرحیم نے مامور کیا۔ اسی سال کے اخیر میں آپنے قرآن شریف ختم کیا
اور کتب درسیہ پڑھنی شروع کیں۔ دسویں سال شرح ملا جامی پڑھتا۔ چودھویں سال شادی کی۔ پندرھویں سال والد ماجد کے
ہاتھہ پر بیعت کی۔ اور اُسی سال تحصیل متعارفہ بحسب رواج ملک فارغ ہوئے۔ سترھویں سال والد ماجد کا انتقال ہوا۔ آپکی وفات
کے بعد بارہ سال علوم عقلی و نقلی کا درس دیا۔ اسی شغل میں مذاہب اربعہ کی فقہ و اصول و احادیث متمسکہ سے خوب
واقف ہوکر بامداد نور غیبی فقہاء محدثین کا طریق مرکوز خاطر ہوا۔ پھر حرمین شریفین میں جاکر شیخ ابوطاہر مدنی
وغیرہ سے حدیث حاصل کی۔ اور وطن میں آکر بالہام ربانی فقہ حدیث از سر نو مرتب کی۔ اسرار حدیث۔ مصالح
احکام شرح تدریسًا و تالیفًا پھیلائے۔ آپ اپنی کتاب تفہیمات میں تحریر فرماتے ہیں میں بلا فخر اللہ تعالیٰ کے انعام کا جو مجھ پر
ہوئی ہے اظہار کرتا ہوں کہ اللہ تعالے نے مجھے اسوقت کا واعظ اور مصلح اور اس طبقہ کا پیشوا بنایا ہے اور مجددیت کی
خلعت مجھے پہنائی ہے انتہے۔ قول جلی میں آپسے منقول ہے کہ آپنے فرمایا کہ الہام ہوا ہے کہ میرے فرزند بھی نیک ہونگے
اور اُس میری کمالات کی تکمیل میں سے ایک شے اُنہیں بھی ظاہر ہوگا۔ لیکن اگلے وقت میں اور پیدا ہونگے جنکا مال کیطرف نسب ہمارا
پہونچتا ہوگا وہ سالہا سال حرمین شریفین میں علوم دینی کی اشاعت کرینگے اور وہاں ہی رہجائینگے۔ انتہے مصداق اس پیشگوئی کا
شاہ عبدالعزیز صاحب کے دونواسوں مولوی محمد اسحق و مولوی محمد یعقوب سے ظاہر ہوا کہ آپ دہلی سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں تشریف
لے گئے اور سالہا سال عرب و عجم کو حدیث پڑھائی۔ انصاف یہ ہے کہ اگر از منہ سابقہ میں آپ ہوتے تو امام الائمہ اور تاج المجتہدین کے لقب سے ملقب ہوتے
آپکی تصانیف میں سے حجۃ اللہ البالغہ۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ مصفی۔ مسوی۔ فیوض الحرمین۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین۔ فوز الکبیر فی اصول
التفسیر۔ قول الجمیل۔ ہمعات۔ سطعات۔ الطاف القدس۔ تاویل الاحادیث۔ مقالہ وضیۃ۔ النصیحۃ الوصیہ۔ عقد الجید۔ انصاف فی سبب الاختلاف۔ فتح الرحمن
ترجمہ قرآن شریف وغیرہ ہیں۔ عربی۔ فارسی شعر بھی گاہے نظم فرماتے تھے۔ آپکے فارسی اشعار میں سے یہ شعر بھی ہیں۔

جو راوی زیادت کو یاد رکھے وہ نہ یاد رکھنے والے پر حجت ہے - اور اس موقعہ پہ حق یہ ہے کہ موقوف اور منقطع کے وصل میں خصوصاً منصل اور مرفوع کی رغبت میں حفاظ کو اکثر خلل واقعہ ہو جاتا ہے - پس حاکم کی اکثر روش کے شیخین قائل نہیں - امام ذہبی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں بہت حدیثیں بخاری و مسلم دونوں کی شرطوں پر یا ایک کی شرط پر پائی جاتی ہیں - بلکہ غالب ظن یہ ہے کہ مستدرک بقدر نصف اسی قبیل سے ہوگی - اور بقدر ربع کتاب اس قسم سے ہے کہ ظاہراً اسناد صحیح ہے لیکن فی الحقیقت شیخین کی شرط پر نہیں - اور باقی ربع میں واہیات مناکیر بلکہ موضوعات بھی ہیں چنانچہ تلخیص میں ذہبی نے انسے متنبہ کیا ہے - کسی کو جائز نہیں کہ حاکم کی تصحیح پر غرہ ہو جبتک کہ میرے تعقبات اور تلخیصات کو نہ دیکھ لے -

اور صحیح ابن حبان کی نسبت ابن حجر نکت میں فرماتے کہ ابن حبان کی تصحیح میں تساہل ہے لیکن حاکم کے تساہل سے کم ہے - بعض نے کہا ہے یہ امر غیر مسلم ہے ابن حبان کو تساہل نہیں بڑا قصور ان کا یہ ہے کہ حسن کو صحیح کردیتے ہیں اونہوں نے صحت کی شرطوں کے التزام کا ایفا کیا ہے اور حاکم نے ایفا نہیں کیا - ذکرہ البقاعی - ہذا خلاصۃ مافی اتحاف النبلاء المتقین من مقصدہ الاول ؎

وَهٰذَا التَّفَاوُتُ اِنَّمَا هُوَ بِالنَّظَرِ اِلَى الْحَيْثِيَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَاَمَّا لَوْ رُجِّحَ قِسْمٌ عَلٰى مَافَوْقَهُ بِاُمُوْرٍ اُخْرٰى تَقْتَضِي التَّرْجِيْحَ فَاِنَّهُ يُقَدَّمُ عَلٰى مَافَوْقَهُ اِذْ قَدْ يَعْرِضُ لِلْمَفُوْقِ مَا يَجْعَلُهُ فَائِقًا كَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ[1] مَثَلًا وَهُوَ مَشْهُوْرٌ قَاصِرٌ

---

[1] ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری ابن ورد بن کرشاد النیشاپوری ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور حدیث کی طلب تحصیل میں حجاز - شام - عراق - مصر - بغداد کا سفر کیا - آپکے نامی اساتذہ اس فن میں یحیی بن یحیی نیشاپوری احمد بن حنبل اسحق بن راہویہ - عبداللہ ابن مسلمۃ القعنبی امام بخاری وغیرہم ہیں اور آپسے امام ترمذی - حافظ ابو حاتم رازی - موسی بن ہارون - احمد بن سلمہ ابو بکر بن خزیمہ وغیرہم حدیث روایت کرتے ہیں آپنے یہ صحیح مسلم تین لاکھ حدیث سے چھانٹکر لکھی ہے اور صحیح مسلم کے سوا اور کتابیں بھی آپنے تصنیف کی ہیں جیسے مسند کبیر - جامع کبیر - کتاب علل کتاب طبقات - کتاب اوہام محدثین - کتاب تمیز - کتاب من لیس لہ الا راو واحد - کتاب وحدان - کتاب الاسماء والکنی - کتاب حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ - کتاب مشائخ مالک کتاب مشائخ ثوری آپ معرفت صحیح میں اپنے زمانہ کے علماء پر فائق تھے ۲۶۱ھ میں آپکا انتقال ہوا عمر آپکی ۵۵ سال تھی وفات کے بعد حافظ ابو حاتم رازی نے جو کہ اجلہ محدثین میں سے ہیں خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا آپنے فرمایا اللہ تعالی نے میرے لئے بہشت کو مباح کردیا ہے جہاں چاہتا ہوں ٹہلتا ہوں - ابو علی زاغونی ایک عالم ہیں جب انکا انتقال ہوا تو بعد وفات خواب میں کسی نے انکو خوش دیکھکر دریافت کیا کہ آپکو کس عمل کے سبب یہ خوشی حاصل ہوئی آپنے فرمایا ان جزوں کے سبب وہ جزو صحیح مسلم کے تھے - انتہی جب مسلم کے چند اجزاء سے خدا نجات حاصل کرتا ہے تو جو شخص سب صحیح مسلم و صحیح بخاری و دیگر کتب صحاح پڑھے پڑھائے اور انپر عمل کرے کیوں نہ مغفور ہو وے

عن درجة التواتر لكن حفت قرينة صار بها يفيد العلم فانه
يقدم على الحديث الذي يخرجه البخاري اذا كان فردًا مطلقًا
وكما لو كان الحديث الذي لم يخرجاه من ترجمة وصفت
بكونها اصح الاسانيد كمالك عن نافع عن ابن عمر فانه يقدم على ما
انفرد به احدهما مثلًا لا سيما اذا كان في اسناده من فيه مقال۔

اور یہ تفاوت جو صحت کے درجوں میں بیان ہوئی ہے۔ یہ بنظر حیثیت مذکورہ کے
ہے۔ لیکن اگر کوئی قسم انہیں سے مافوق درجہ پر سوائے حیثیت مذکورہ کے باقی امور
ترجیح کے اقتضا کرنے والوں سے مرجح ہو جائے جیسے شہرت وغیرہ ہے تو وہ قسم ان امور
مرجحہ کی وجہ سے اپنے مافوق درجہ پر مقدم کیا جائیگا۔ اسواسطے کہ نیچے کے درجہ کو
گاہے گاہے ایسے انواع ترجیح دینے والے حاصل ہو جاتے ہیں جو اسکو درجہ سافلہ
سے درجہ عالیہ میں پہونچا دیتے ہیں مثال اس کی جیسے کہ مسلم کے نزدیک ایک
حدیث تواتر کے درجہ سے کم مشہور کے درجہ میں ہے۔ لیکن قرائن ترجیح سے
مقرون ہو جائے۔ اوران قرائن کی وجہ سے علم یقینی کا افادہ بخشے تو وہ حدیث
بخاری کی اس حدیث سے مقدم ہوگی جس کو بخاری مسلم سے منفرد ہو کر روایت
کرتے ہیں۔ (اس عبارت کا یہ مقتضی ہے کہ بخاری کے فرد مطلق سے مسلم کی وہ
مشہور حدیث مقدم ہوگی (فرد مطلق کی قید اسواسطے لگائی گئی ہے کہ فرد نسبی
خبر مشہور محتف بالقرائن میں بھی متحقق ہو سکتا ہے تو بخاری کے عام فرد پر مقدم نہوگی
بلکہ خاص اسی فرد پر مقدم ہوگی جو فرد مطلق ہے) اور یہی حالت ہے اس حدیث
کی جسکو اصح الاسانید سے جیسے مالک عن نافع عن ابن عمر سے شیخین نے روایت نہیں کیا
اور باقی ائمہ حدیث نے وہ حدیث ان کی رہی ہوئی کو اصح الاسانید سے روایت
کی ہے تو وہ حدیث احدہما کے انفراد پر عند التعارض مقدم ہوگی خصوصاً جبکہ شیخین
کے انفراد میں مقال ہو تو پھر تو یہ اصح الاسانید والی حدیث مرویہ بقیہ ائمہ کی حدیث
ضرور ہی اسپر مقدم ہوگی (فاضل ابن حسن بہجۃ النظر میں فرماتے ہیں مقدم کیا اسکا مناسب [illegible]

صَحِيْحٌ بِاعْتِبَارِ وَصْفِهِ عِنْدَ قَوْمٍ وَغَايَةُ مَا فِيْهِ اَنَّهُ حَذَفَ مِنْهُ حَرْفَ التَّرَدُّدِ وَهِيَ كَلِمَةُ اَوْ لِاَنَّ حَقَّهُ اَنْ يَقُوْلَ حَسَنٌ اَوْ صَحِيْحٌ - وَهٰذَا كَمَا حَذَفَ حَرْفَ الْعَطْفِ مِنَ الَّذِيْ بَعْدُ - وَعَلٰى هٰذَا فَمَا قِيْلَ فِيْهِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ دُوْنَ مَا قِيْلَ فِيْهِ صَحِيْحٌ لِاَنَّ الْجَزْمَ اَقْوٰى مِنَ التَّرَدُّدِ وَهٰذَا حَيْثُ التَّفَرُّدُ (وَاِلَّا) اَيْ اِذَا لَمْ يَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَاِطْلَاقُ الْوَصْفَيْنِ مَعًا عَلَى الْحَدِيْثِ يَكُوْنُ بِاعْتِبَارِ الْاِسْنَادَيْنِ، اَحَدُهُمَا صَحِيْحٌ وَالْاٰخَرُ حَسَنٌ - وَعَلٰى هٰذَا فَمَا قِيْلَ فِيْهِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ فَوْقَ مَا قِيْلَ فِيْهِ صَحِيْحٌ فَقَطْ اِذَا كَانَ فَرْدًا لِاَنَّ كَثْرَةَ الطُّرُقِ تُقَوِّيْ)

حدیث حسن کی تعریف

اگر راوی حدیث کا قسم صحیح کے راویوں سے حفظ میں کم ہو - اور باقی شروط مذکورہ صحیح کی تعریف کے اُس میں موجود ہوں - تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور یہ کسی خارجی اور بیرونی اعتقاد و قوت کی وجہ سے حسن نہیں ہوئی - کیونکہ جو خارجی سے حسن کہلاتی ہے وہ حسن بغیرہ ہوتی ہے جیسے مستور الحال راوی کی حدیث جب اس کی متعدد[۲] سندیں ہو جاویں تو حسن لغیرہ ہوتی ہے اور خفیف الضبط کا معنے قلیل

[۱] حسن کی تعریف میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جب قلۃ الضبط منضبط نہیں تو تمیز کس طرح ہو جواب اس کا یہ ہے کہ جب مقابل کا ضبط معلوم ہوا تو اس سے اسکا انداز بھی ہو سکتا ہے - اور امام سیوطی ابن حجر اور زرکشی سے حسن کے راویوں کی ضبط کا ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ حسن وہ حدیث ہے جس کا صحیح و ضعیف کے درمیان ایک درجہ ہے - اور حسن کے راویوں میں سے کوئی ایک راوی مختلف فیہ ہو - آئمہ جرح و تعدیل کی ایک گروہ نے اُسے ثقہ ٹھہرایا ہو اور ایک گروہ نے ضعیف لیکن مضعف کی تضعیف مفسر نہ ہو اس واسطے کہ جرح مفسر موثقین کی توثیق پر مقدم ہو کر اُس حدیث کو ضعیف کر دیگا - یہ قاعدہ زرکشی کا ہے - اور ابن حجر لکھتے ہیں حسن وہ ہے جسکے راوی میں مقال ہو لیکن وہ مقال ردّ کا اقتضا ظاہر نہ کرسکے جس سے اُس پر ضعف کا حکم کیا جاوے اور طعن سے بھی بالکل سالم نہ ہو کہ صحت کا حکم اُس پر کیا جاوے - ہذا خلاصتہ ما فی بہجۃ النظر ۱۲ منہ) [۲] متعدد سندیں و طرق کثیرہ آگر بعض کو تقویت دیویں جب اُنکے سبب سے مستور الحال کی حسن لغیرہ ہو جاویگی - اور اگر طرق کثیرہ بعض بعض کو قوت نہ دے سکیں یعنی متہم ہوں یا کذاب ہوں یا مجہول ہوں تو پھر ایسی کثرت سے حدیث حسن لغیرہ نہیں ہو سکتی اس کی تفاصیل ابن حجر نے تسگے ذکر سیّ الحفظ کی روایتوں کے اخذ کرنے میں بیان کئے ہیں فرماتے ہیں فاذا جاءت من المعتبرین روایۃ موافقۃ لاحدہم رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین ودل ذلک المجئ علی ان الحدیث محفوظ الخ ۱۲ منہ

الضبط ہے چنانچہ یہ کلام کسی قوم کے کم ہونے پر کہا جاتا ہے حفت القوم حفوفاً قلو اور
حسن لذاتہ کی تعریف میں صحیح ہینے یہ قید لگائی ہے کہ سوائے کمی حفظ کے باقی صحت کے
سب شروط اس میں موجود ہوں تو اُس سے ضعیف حدیث علیحدہ ہوگئی۔ اور یہ
حسن لذاتہ کا قسم حجت پکڑنے اور استدلال کرنے میں۔ اور منقسم ہونے میں بجانب
مراتب اپنے کے جو بعض بعض پر فوقیت رکھتے ہیں۔ صحیح حدیث کے مشارک و مشابہ ہے
(گو مقابلہ میں اُس سے کم ہے) اور اگر حسن لذاتہ کی سندیں زیادہ ہو جائیں تو اسکو صحیح
لغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ متعدد سندوں کی وجہ سے اسواسطے اُسپر صحت کا حکم کیا
جاتا ہے کہ صورت مجموعہ کو ایک ایسی قوت حاصل ہے کہ جس راوی کے ضبط کا قصور
جو صحیح کی نسبت اُس میں لاحق ہوا تھا اُس کا جبیرہ کر دیتی ہے۔ اور اسی گذشتہ
قاعدہ کے مطابق حسن لذاتہ کی منفرد اسناد پر بھی جبکہ اُس کی اور متعدد سندیں مؤید
ہو جاویں تو صحت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ صحیح لغیرہ اسکو کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ حکم
صفت کے منفرد ہونے کی حالت میں ہے۔ اور اگر صحیح اور حسن دونوں صفتیں ایک
حدیث میں جمع کئے جاویں جیسے ترمذی آپنے صحیح میں۔ اور سوائے ترمذی کے
امام بخاری بھی بغیر صحیح کے باقی کتابوں میں فرماتے ہیں هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
تو یہ جمع کرنا دونوں صفتوں کا مجتہد حدیث کو راوی حدیث میں تردد و شک
حاصل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے کہ آیا راوی میں صحت کی شرطیں جمع ہیں یا اُس سے
قاصر ہے لیکن یہ توجیہ اُسی موقعہ پر ٹھیک آتی ہے جہاں روایت ایک ہی راوی سے
مروی ہو یعنے حدیث کی ایک ہی سند ہو دو سندیں نہ ہوویں اس توجیہ سے اُس
معترض کو جواب بھی ملگیا جو ایک حدیث میں دو وصفوں کا جمع ہونا مشکل جانتا ہے
اور کہتا ہے کہ حسن صحیح سے قاصر ہے چنانچہ ان کی تعریف سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس دو وصفوں
جمع کرنے میں اُس قصور کا اثبات اور نفی لازم آتی ہے جو محال ہے اور خلاصہ جواب کا
یہ ہے کہ راویوں کے احوال کے بارہ میں آئمہ حدیث کا تردد جو بعض اونکو تام الضبط
کہتے ہیں اور بعض ناقص الضبط مجتہد کو بعد بحث شدید کے اقتضا کرتا ہے کہ اُس راوی کو

ایسا ہی وصف سے موصوف نہ کرے۔ اسواسطے محدث باعتبار پائے جانے
وصف حسن کے ایک فریق کے نزدیک اس کو حسن کہدیتاہے اور باعتبار پائے
جانے وصف صحیح کے دوسرے فریق کے نزدیک اسکو صحیح کہدیتاہے (گویا
محدث بقول خود اس حدیث میں دونوں مذہب دکھا دیتاہے) اور زیادہ تحقیق
اس میں یہ ہے کہ محدث نے اس جگہ سے تردد کا حرف جو او کا کلمہ ہے حذف
کر دیاہے۔ مناسب تو اس طرح تہا کہ حَسَنٌ اَوْ صَحِیْحٌ کہتا اور اُس نے اس طرح نہ کہا
اور اِس حذف کرنے کی نظیر ایسی ہے جیسے کہ مقرر کلام میں حرف عاطفہ حذف
کیا جاتاہے (جیسے کہا جاتاہے دار غلام جاریۃ ثوب بساط وغیر ذلک۔ اور علاوہ
اس قول کے صحیح مسلم کی حدیث فانیٔ مسلم آذیتہا شتمتہ۔ لعنتہ۔ جلدتہ۔ میں اور
دوسری حدیث تصدق رجل من دینارہ۔ من درہمہ۔ من صاع برہ۔
من صاع تمرہ میں بھی حرف او محذوف ہواہے۔ الغرض فصیح کلام میں بھی حرف
او کا محذوف ہونا ثابت ہے) تقریر مذکورہ سے یہ ظاہر ہوتاہے کہ جس
حدیث میں حَسَنٌ صَحِیْحٌ کہا جاتاہے وہ اُس حدیث سے کم درجہ رکھتی ہے
جس میں فقط صَحِیْحٌ کہا جاوے اسواسطے کہ (صورت اولی میں تردد ہے
صورت ثانیہ میں جزم۔ اور) جزم تردد سے زیادہ قوت رکھتاہے۔ مگر یہ توجیہ
اُسی حدیث میں ہے جہاں تفرد ہو یعنی حدیث کی۔ ایک ہی سند ہو۔
اور جسجگہ سند کا تفرد نہو (متعدد سندوں سے حدیث مروی ہو) تو اسجگہ
دو وصفوں کا مثلاً اطلاق کرنا ایک حدیث پر باعتبار دو سندوں کے
ہوگا جو انمیں سے ایک صحیح ہوگی اور ایک حسن۔ تو اس صورت میں جس
حدیث کے حق میں یہ دو وصفیں حَسَنٌ صَحِیْحٌ مستعمل ہوں وہ اس حدیث
سے فائق ہوگی کہ جس کے حق میں فقط صَحِیْحٌ کہا جاوے جبکہ سند اُس کی
متفرد ہو۔ دلیل فوقیت کی یہ ہے کہ مؤخر الذکر میں سندیں زیادہ ہیں۔ اور
زیادہ ہونا سندوں کا حدیث کو قوی کر دیتاہے (صحیح سے اصح کے درجہ تک

پہونچا دیتا ہے)

فی حسن الترمذیؒ

فَإِنْ قِيلَ قَدْ صَرَّحَ التِّرْمِذِيُّ[۱] بِأَنَّ شَرْطَ الْحَسَنِ أَنْ يُرْوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ - فَكَيْفَ يَقُولُ فِي بَعْضِ الْأَحَادِيثِ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَالْجَوَابُ أَنَّ التِّرْمِذِيَّ لَمْ يُعَرِّفِ الْحَسَنَ مُطْلَقًا إِنَّمَا عَرَّفَ بِنَوْعٍ خَاصٍّ مِنْهُ وَقَعَ فِي كِتَابِهِ وَهُوَ مَا يَقُولُ فِيهِ حَسَنٌ مِنْ غَيْرِ صِفَةٍ أُخْرَى وَ ذٰلِكَ أَنَّهُ يَقُولُ فِي بَعْضِ الْأَحَادِيثِ حَسَنٌ وَفِي بَعْضِهَا صَحِيحٌ وَفِي بَعْضِهَا غَرِيبٌ وَفِي بَعْضِهَا حَسَنٌ غَرِيبٌ وَفِي بَعْضِهَا صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَفِي بَعْضِهَا حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ - وَتَعْرِيفُهُ إِنَّمَا وَقَعَ عَلَى الْأَوَّلِ فَقَطْ - وَعِبَارَتُهُ تُرْشِدُ إِلَى ذٰلِكَ حَيْثُ قَالَ فِي أَوَاخِرِ كِتَابِهِ وَمَا قُلْنَا فِي كِتَابِنَا حَدِيثٌ حَسَنٌ فَإِنَّمَا أَرَدْنَا بِهِ حُسْنَ إِسْنَادِهِ عِنْدَنَا فَكُلُّ حَدِيثٍ يُرْوَى وَلَا يَكُونُ شَاذًّا فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيثٌ حَسَنٌ - نَعْرِفُ بِهٰذَا أَنَّهُ إِنَّمَا عَرَّفَ الَّذِي يَقُولُ فِيهِ

---

[۱] امام حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ السلمی البوغی الترمذی حفاظ مشہورین میں سے ہیں امام بخاری کے شاگرد ہیں اور بخاری کے بعض شیوخ کے جیسے قتیبہ بن سعید - علی بن حجر - ابن بشار وغیرہ میں شارک ہیں تقوی و پرہیزگاری کی یہ اس حد تک ہے کہ اس سے زائد متصور نہیں ہو سکتی - خدا کے خوف سے سالہا سال روروکر نابینا ہوگئے - بصرہ - کوفہ - واسط - رے خراسان - حجاز میں سالہا سال محنت شاقہ اٹھا کر علم حدیث حاصل کیا - آپکا حافظہ بیانتک تھا کہ مکہ کے راستہ میں شیوخ ... میں ایک شیخ کیساتھ ملاقات کی اور اس ملاقات سے پہلے اس شیخ سے کیوقت دو جزو حدیث لکھ لی تھی اور لکھنے کے بعد اس شیخ پر عرض نہ کرسکے تھے اسوقت شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ یہ حدیثیں جو میں نے آپ سے لکھیں ہیں مجھے پڑھکر سنائیں شیخ نے قبول فرماکر اجزا مکتوبہ کو زیر نظر رکھنے کا حکم کیا کہ جو غلطی ہو امام ترمذی اسکی اصلاح کرلیویں - اتفاقاً وہ جزئیں کھوئی گئیں تھیں بسبب کمال شوق کے تلامذہ کے دستور کے موافق مؤدب ہوکر بیٹھ گئے - شیخ حدیث پڑھنے لگے ناگاہ شیخ نے دیکھا کہ آپکے ہاتھ میں خالی سفید کاغذ ہیں شیخ بہت خفا ہوا اور فرمایا میرے سے تم مسخری کرتے ہو - آپنے عرض کیا مجھ سے وہ اجزا ضائع ہوگئے ہیں اُنکی احادیث کو یاد رکھتا ہوں شیخ نے حکم دیا اچھا پڑھو جب آپنے سب سنا دیں تو شیخ کا تعجب زائد ہوا اور فرمایا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم ایکبار کی سننے سے یاد کرلو شاید تمکو پہلے سے یہ حدیثیں کسی اور شیخ سے پہونچیں ہوں اور تم نے یاد کرلی ہوں امام ترمذی نے عرض کیا کہ آپ امتحان کریجئے شیخ نے فی الحال اور چالیس حدیثیں جو اس شیخ کے سوائے اور کسی کے پاس نہ تھیں پڑھیں - امام ترمذی نے فی الفور مع الاسناد شیخ کو سنا دیں اور کچھ ذرا بھر بھی خطا واقع نہوئی امام ترمذی نے جامع ... کی بابت فرماتے ہیں علماء عراق و حجاز و خراسان پر میں نے یہ کتاب پیش کی سب نے پسند کیا تھے علماء نے اسکی خوبی میں فرمایا ہے مجتہد کو یہ کتاب ہے اور مقلد کو بھی استغنا بخشنے والی ہے - اس کتاب پر بہت شروح ہیں جنکا ذکر [illegible] ولادت امام ترمذی ۲۰۹ھ میں ہے اور وفات ... بوغ شہر ... ایک قریہ ہے ترمذ سے ... اور ترمذ شہر جیحون کے

حسنٌ فقط۔ اَمّا ما یقول فیہ حسنٌ صحیحٌ او حسنٌ غریبٌ او حسنٌ
صحیحٌ غریبٌ فلم یعرّج علی تعریفہ کما لم یعرّج علی تعریف ما یقول فیہ
صحیحٌ فقط او غریبٌ فقط فکانّہ ترک ذٰلک استغناءً لشہرتہ عند اہل
الفن۔ واقتصر علی تعریف ما یقول فیہ فی کتابہ حسنٌ فقط اِمّا لغموضہ و
اِمّا لانّہ اصطلاحٌ جدیدٌ ولذٰلک قیّدہ بقولہ عندنا ولم ینسبہ الی
اہل الحدیث کما فعل الخطابیُّ وبہذا التقریر یندفع کثیرٌ من الایرادات
التی طال البحث فیہا ولم یسفر وجہ توجیہہا فالحمد للہ علی ما الہم
وعلّم ۔

امام ترمذی کی حدیث حسن کا بیان

اگر کہا جاوے کہ امام ترمذی نے تصریح کی ہے کہ حسن کی تعریف اُنکے نزدیک متعدد
سندوں سے روایت کرنا ہے۔ پھر کس طرح بعض حدیثوں میں کہدیتے ہیں کہ حسنٌ
غریبٌ لا نعرفہ الا من ہٰذا الوجہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس سند کے
سوائے ہم دوسری سند سے اسکو نہیں جانتے۔ (یہاں بجائے متعدد سندوں کے
ایک سند سے اُس کا بیان کرنا ظاہر کرتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے
مطلق حسن کی تعریف نہیں کی۔ بلکہ خاص اُسی نوع کی تعریف کی ہے جو اُن کی کتاب
صحیح ترمذی میں آیا ہے۔ جہاں بغیر ملانے دوسری صفت کے حسنٌ کہدیتے ہیں
اور توضیح اس امر کی اس طرح ہے کہ بعض حدیثوں میں فقط ہٰذا حدیثٌ حسنٌ
کہدیتے ہیں۔ اور بعض میں فقط صحیح کہتے ہیں اور بعض میں فقط غریب کہتے ہیں
.... اور بعض میں حسنٌ صحیحٌ اور بعض میں حسنٌ
غریبٌ ایک ایک صفت سے موصوف کرکے اور بعض میں حسنٌ صحیحٌ غریبٌ
دو دو صفتیں ملا کر کہتے ہیں لیکن تعریف اُن کی پہلی ہی قسم پر واقع ہوتی ہے جسمیں
کہ بغیر ملانے دوسری صفت کے حسن کہدیتے ہیں اور اُسے مقصد کی طرف آپکی عبارت

بھی ارشاد کرتی ہے جو کہ آپنے صحیح ترمذی کے اواخر میں فرمایا ہے کہ جو ہم اپنی اس
کتاب میں حدیث حسن کہتے ہیں تو اس کہنے سے ہمارا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ اس
حدیث کی اسناد ہمارے نزدیک حسن ہے - پس جو حدیث کہ ہم اس کتاب میں بیان
کریں اور اس کا راوی متہم بالکذب نہو گو مستور الحال و سوء الحفظ ہو اور دوسری سندیں
بھی حدیث اسی صفت سے موصوف ہو کہ مروی ہو کہ راوی اس کا کذب سے متہم نہو - اور
اور سند اس کی شاذ بھی نہو تو وہ حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے - پس امام ترمذی کے
اس کلام سے معلوم ہوا کہ آپنے خاص اُسی قسم کی تعریف کی ہے جس کے حق میں بغیر
ملانے صفت دوسری کے فقط حسن کہدیتے ہیں - لیکن جس حدیث کے حق میں حسن صحیح
یا حسن غریب یا حسن غریب صحیح کہتے ہیں تو اس قسم کی تعریف پر آپنے توجہ نہیں فرمائی
گویا محدثین کے نزدیک اس قسم کے مشہور ہونے کی وجہ سے استغناءً اسکو ترک کر دیا ہے -
اور فقط اسی قسم کی تعریف کی جس کو اپنی کتاب میں ہذا حدیث حسن کہتے ہیں - اور یہ
اس قسم کی تعریف بسبب اخفا اس کی کے کر دی - اور یا اس لئے اسکی تعریف کی کہ امام ترمذی
کی یہ جدید اصطلاح ہے - اسی واسطے مقید کیا اسکو اپنی طرف کہ ہمارے نزدیک وہ حسن ہے
اور باقی اہل حدیث کیطرف منسوب کئے جیسا کہ ابو سلیمان احمد بن محمد خطابی کر کے کہتے ہیں حسن
وہ حدیث ہے جس کا مخرج معلوم ہو اور راوی اُسکے مشہور ہوں اور اسی پر ہے مدار اکثر
الحدیث کا امام ترمذی نے نہ کیا -

سے ۵ - اخفا اور پوشیدہ ہونا اس کا اس طرح ہے کہ امام ترمذی کلہے حدیث کو ذکر کر کے بعض راویوں کا ضعف بیان کرتے ہیں اور
یہ فرماتے ہیں حدیث حسن ہے اس سے خطرہ گذرتا تھا کہ ناظر باوجود ضعف کے اس کا حسن ہونا مشکل خیال کریگا - تو آپنے یہ کہا دیا کہ جسکا حسن ہونا
دوسری سند سے ہے ۱۲ منہ

سے ۵ ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم ابن الخطاب الخطابی البستی بڑے فقیہ - محدث ادیب ہیں - عراق میں آپنے ابو علی صفار اور ابو جعفر رزاز
و مکہ معظمہ میں ابن الاعرابی سے اور بغداد میں ابو اسمعیل بن محمد صفار وغیرہ سے اور بصرہ میں ابو بکر بن داسہ سے اور نیشاپور میں ابو العباس اصم
سے علم پڑہا اور حاکم نیشاپوری عبد الغفار فارسی - ابو القاسم عبد الوہاب بن ابو سہل خطابی - ابو احمد اسفرائنی کرابیسی - ابو نصر محمد بن احمد
بلخی وغیرہ ہم نے آپسے علم حدیث حاصل کیا بُست شہر کے رہنے والے ہیں جو کہ بلاد کابل میں سے غزنی اور ہرات کے درمیان میں بہت بارونق تھا اب
اور بنور کے دریا آباد ہے تحصیل علم کے بعد شہر نیشاپور میں بہت مدت تک قیام کیا اور اسیجگہ تصنیف کرنیمیں مشغول ہوئے - آپکی تصانیف
میں سے غریب الحدیث - معالم السنن شرح ابو داؤد - اعلام السنن شرح صحیح البخاری - کتاب الشجاج - کتاب شان الدعا کتاب اصلاح
غلط المحدثین کتاب العزلہ کتاب الغنیہ عن الکلام و اہلہ شرح رسالۃ الحسنی وغیرہ ذالک ہیں آپنے علم لغت ابو عمر و زاہد سے اور فقہ شافعی ابو علی بن
ابو ہریرہ اور قفال سے اخذ کیا - سنہ ۳۸۸ میں بست شہر میں آپکا انتقال ہوا - ۱۲ منہ

اور اس تقریر میری سے کہ ذکر کرنا دو وصفوں کا اگر حدیث فرد ہو تو تردد کی وجہ سے ہے - اور اگر
فرد نہو تو دو سندوں کی وجہ سے ہے رفع ہو جاتے ہیں وہ بہت سے اعتراضات جنمیں
بحث نے طول کھینچا تھا اور کسی کو انکی وجہ ظاہر نہ ہوئی تھی - اور میں اسکے حل کرنے میں الہام
الہی و تعلیم خدا کی کا شکر ادا کرتا ہوں -

زِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ

(وَزِيَادَةُ رَاوِيهِمَا) أَيِ الْحَسَنِ وَالصَّحِيحِ (مَقْبُولَةٌ مَا لَمْ تَقَعْ
مُنَافِيَةً لِرِوَايَةِ مَنْ هُوَ أَوْثَقُ) مِمَّنْ لَمْ يَذْكُرْ تِلْكَ الزِّيَادَةَ
لِأَنَّ الزِّيَادَةَ إِمَّا أَنْ تَكُونَ لَا تَنَافِيَ بَيْنَهُمَا - وَبَيْنَ رِوَايَةِ مَنْ
لَمْ يَذْكُرْهَا فَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ تُقْبَلُ مُطْلَقًا لِأَنَّهَا فِي حُكْمِ الْحَدِيثِ
الْمُسْتَقِلِّ الَّذِي يَتَفَرَّدُ بِهِ الثِّقَةُ وَلَا يَرْوِيهِ عَنْ شَيْخِهِ غَيْرُهُ - وَإِمَّا أَنْ
تَكُونَ مُنَافِيَةً بِحَيْثُ يَلْزَمُ مِنْ قَبُولِهَا رَدُّ الرِّوَايَةِ الْأُخْرَى فَهٰذِهِ
هِيَ الَّتِي يَقَعُ التَّرْجِيحُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مُعَارِضِهَا فَيُقْبَلُ الرَّاجِحُ وَيُرَدُّ
الْمَرْجُوحُ - وَاشْتَهَرَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْقَوْلُ بِقَبُولِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقًا
مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ - وَلَا يَتَأَتَّى ذٰلِكَ عَلَى طَرِيقِ الْمُحَدِّثِينَ الَّذِينَ يَشْتَرِطُونَ
فِي الصَّحِيحِ أَنْ لَا يَكُونَ شَاذًّا ثُمَّ يُفَسِّرُونَ الشُّذُوذَ بِمُخَالَفَةِ الثِّقَةِ

ف شیخ ابن الصلاح نے زیادت ثقہ کی تین قسم ٹھرائے ہیں - ایک قسم وہ ہے کہ باقی سب ثقات کے مخالف ومنافی ہو اس کا حکم رد کرنا ہے - دوسرا قسم یہ ہے کہ جس میں بالکل مخالفت نہو یہ مطلقاً قبول ہے - تیسرا قسم وہ ہے کہ ان مرتبوں کے درمیان واقع ہو - اور وہ زائد کرنا لفظ حدیث کا ہے جسکو باقی ثقات نے ذکر نہیں کیا اس اخیری قسم کی نسبت ابن الصلاح کچھ حکم نہیں لگاتے مگر امام نووی فرماتے ہیں صحیح مذہب میں یہ بھی مقبول ہے - انتہٰے اور یہ زیادت ثقہ کی معرفت ایک فن لطیف ہے اس سے بہت احکام اور ایضاح معانی و تقیید اطلاق وغیرہ حاصل ہوتے ہیں - اسی واسطے جمہور فقہا واصحاب حدیث نے اسکو مطلقاً قبول کر لیا ہے کما حکاہ عنہم الخطیب خواہ اسکے ساتھ کوئی شرعی حکم تعلق رکھے یا نہ رکھے - اور ثابت شدہ حکم تغیر کرے یا نہ کرے - خواہ ان راویوں سے ہو جنھوں نے اس حدیث کو ایک دفعہ ناقص کرکے بیان کیا ہو - یا غیر سے ۱۲ منہ -

تفصیل کے مطلقاً قبول کر لینا زیادت ثقہ کا اُن محدثین کے طریق پر ٹھیک نہیں آتا جو حدیث کی صحت کے واسطے شذوذ کا نہ ہونا شرط رکھتے ہیں۔ اور پھر شذوذ کی یوں تعریف کرتے ہیں کہ ثقہ اپنے سے اوثق راوی سے مخالفت کرے۔ اور تعجب ہے اُن سے جو باوجود اقرار کرنے اشتراط انتفاء شذوذ کے صحیح اور حسن کی تعریف میں۔ ثقہ کی زیادت کی تفصیل کرنے سے غافل ہے (اور مقید نہ کیا اونھوں نے اس زیادت کے قبول کرنیکو بعدم منافات اوثق کے)

والمنقول عن ائمۃ الحدیث المتقدمین کعبد الرحمن بن مھدی ویحیی القطان واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی والبخاری وابو زرعۃ الرازی وابی حاتم والنسائی والدارقطنی وغیرھما اعتبار الترجیح فیما یتعلق بالزیادۃ وغیرھا ولا یعرف عن احد منھم اطلاق قبول الزیادۃ مطلقا واعجب من ذلک اطلاق کثیر من الشافعیۃ القول بقبول زیادۃ الثقۃ مع ان نص الشافعی یدل علی غیر ذلک فانہ قال فی اثناء کلامہ علی ما یعتبر بہ حال الراوی فی الضبط ما نصہ ویکون اذا اشرک احدا من الحفاظ لم یخالفہ فان خالفہ فوجد حدیثہ انقص کان فی ذلک دلیل علی صحۃ مخرج حدیثہ ومتی خالف ما وصف اضر ذلک بحدیثہ انتھی کلامہ ومقتضاہ انہ اذا خالف فوجد حدیثہ ازید اضر ذلک بحدیثہ فدل علی ان زیادۃ العدل عندہ لا یلزم قبولھا مطلقا وانما تقبل من الحفاظ فانہ اعتبر ان یکون حدیث ھذا المخالف انقص من حدیث من خالفہ

ك۱ توضیح اس کی اس طرح ہے کہ جہاں دو حدیثیں ایک ہی واقعہ و ایک ہی مطلب کی اس طور پر ہوں کہ ایک مبنی ہو اور ایک اس سے مختصر تو ممکن دو طرح کے احتمال نکل سکتے ہیں ایک احتمال یہ ہے کہ اختصار کر کے بیان کرنے والے راویوں کی حدیث صحیح ہو۔ اور زیادہ بڑھا کر بیان کرنیوالوں کی حدیث وہم سے زیادہ ہو گئی ہو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ زیادہ کرنے والوں کی حدیث صحیح ہو اور کم کر کے بیان کرنے والوں کی حدیث بہ سبب نہ ضبط کرنے اُس زیادتی کے صحیح نہ ہو تو اُس کی بابت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ حافظ راوی زیادتی بیان کرنے اس کی حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ

مِنَ الْحُفَّاظِ وَجَعَلَ نُقْصَانَ هٰذَا الرَّاوِيْ مِنَ الْحَدِيْثِ دَلِيْلًا عَلٰى صِحَّتِهٖ لِاَنَّهٗ يَدُلُّ عَلٰى تَحَرِّيْهِ وَجَعَلَ مَا عَدَا ذٰلِكَ مُضِرًّا بِحَدِيْثِهٖ فَدَخَلَ فِيْهِ الزِّيَادَةُ فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مَقْبُوْلَةً مُطْلَقًا لَمْ تَكُنْ مُضِرًّا الْحَدِيْثَ صَاحِبِهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اور حال آنکہ ائمہ حدیث متقدمین عبدالرحمن بن مہدی اور یحیی القطان اور احمد بن حنبل اور یحیی بن معین اور علی بن المدینی اور بخاری اور ابو ذرعہ رازی اور ابو حاتم اور نسائی اور دارقطنی وغیرہم نے ثقہ کی زیادت اور غیر زیادت میں ترجیح کو پسند کیا ہے۔ اور ان سب اماموں سے کسی ایک سے بھی ثقہ کی زیادت کو بغیر لحاظ ترجیح کے مطلقاً قبول کر لینا معلوم نہیں ہوتا اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اکثر شافعیہ ثقہ کی زیادت کو مطلقاً قبول کر لیتے ہیں باوجودیکہ امام شافعی[1] کی تصریح اسکے خلاف پر دلالت کرتی ہے چنانچہ امام موصوف راوی کے ضبط کے اعتبار میں فرماتے ہیں کہ راوی کا حال ایسا ہو کہ جب

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن العباس ابن عثمان بن شافع بن السائب ابن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبد مناف جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم۔ نسب نامہ امام شافعی کا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کے نسب نامہ سے ملتا ہے۔ امام شافعی کے دادا سائب صحابی ہیں بدر کے دن اسلام لائے تھے اور سائب کے بیٹے شافع نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کو دیکھا تھا اور امام شافعی عسقلان یا یمن یا منیٰ میں علی اختلاف اقوال المؤرخین سنہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ نشو و نما مکہ میں پایا سات سال کی عمر میں قرآن شریف یاد کر لیا اور پندرہ سال کی عمر میں مؤطا امام مالک کی یاد کی علم فقہ مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ سے حاصل کیا۔ پندرہ سال کی عمر میں مسلم بن خالد مذکور نے آپکو فتوے دینے کی اجازت دی انسے علم حاصل کر کے مدینہ منورہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انسے بھی حدیث تحصیل کر کے بغداد میں تشریف لائے سنہ ۱۹۵ھ میں بغداد کے علماء نے آپسے علم حاصل کیا۔ کتاب قدیم یہاں ہی تصنیف کر کے مکہ کی طرف مراجعت فرمائی پھر بغداد میں آ کر ایک مہینہ ٹھہرے اسکے بعد مصر میں تشریف لیگئے اور کتب جدیدہ ام۔ امالی کبرے۔ املا صغیر مختصر بویطی مختصر مزنی مختصر ربیع و رسالہ و سنن مصر میں تصنیف کیں ابن ذولاق کہتے ہیں تصنیف امام شافعی کی اصول میں بیس چودہ جلدیں اور فروع میں جلد ۱۰۰ سے متجاوز ہیں۔ آپ ہمیشہ علم دین کے پھیلانے میں رہے ہیں اور جامع عمرو میں آپکا قیام رہا ہے یہانتک کہ ایک ضرب شدید آپکو پہونچی اور انتقال کر گئے مناقب و مفاخر آپکے بیشمار ہیں علوم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم و کلام و آثار صحابہ و اختلاف اقوال علماء معرفت کلام عرب لغت و عربیت و شعر جو کچھ آپکو یاد تھے اتنے کسی اور کو یاد نہ تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں جبتک کہ امام شافعی کے پاس نہ بیٹھا تھا حدیث کے ناسخ منسوخ خاص عام مجمل مفصل میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ قاسم ابن سلام کہتے ہیں امام شافعی سے بڑھکر کوئی شخص کامل میں نے نہیں دیکھا سفیان بن عیینہ جب قرآن کے کسی لفظ کی تفسیر یا فتوی کی ضرورت پڑتی تھی تو امام شافعی کیطرف اشارہ کرتے تھے امام احمد فرماتے ہیں خداوند تعالی ہر صدی کے ابتدا پر ایک شخص کو مبعوث فرماتا ہے کہ لوگوں کو حدیث پیغمبر کی سکھاتا ہے اور جو لوگ حدیث میں کذب بیان کرتے ہیں انکو روکتا ہے پس پہلی صدی کے ابتدا پر عمر بن عبدالعزیز اور دوسری صدی کے ابتدا پر امام شافعی ہیں چونکہ آپکے مناقب میں بیشمار مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں اسلئے یہاں طول نہیں دیا جاتا حدیث الائمۃ من قریش کو بعض نے امام شافعی کے حق میں کہا ہے چنانچہ اس معنی میں ایک رباعی نظر سے گذری ہے ع اما کان تخذہ شافعیا ۔ یتوخیٰ من الفقہ وطیش ۔ ھکذا قول النبی لنا ۔ بلاد علی ان الائمۃ من قریش ۔ وفات آپکی روز جمعہ آخر روز رجب سنہ ۲۰۴ھ میں ہوئی اور اسی روز عصر کے بعد قرافہ صغریٰ کا مصر میں مدفون ہوئے۔ قبر آپکی زیارتگاہ عالم ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالی وابقاہ

حفاظ میں سے کسی کے ساتھ شریک ہو تو زیادتی یا کمی میں) اُس سے مخالف ہو یعنی حافظ ہی کی طرح حدیث کو روایت کرے - اور اگر حافظ سے مخالف ہوا - اور اس کی حدیث حافظ کی حدیث سے کم نکلی تو اس صورت میں اس کی حدیث میں قدح نہیں بلکہ کم ہونا حدیث کا مخرج حدیث کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے - اور اگر مخالف ہو کر حافظ کی حدیث سے بڑھا دیا تو یہ بڑھانا اسی کی حدیث کو مضر ہوگا حافظ کی حدیث کو ضرر رساں نہیں اسواسطے کہ اس میں طعن کرنا بہ نسبت طعن کرنے حافظ کے بہتر ہے - تمام ہوا کلام امام شافعی کا - اقتضار امام شافعی کے کلام کا یہ ہے کہ کوئی راوی جب حفاظ حدیث میں سے کسی کے مخالف ہو کر زیادتی بیان کرے تو یہ زیادتی اسی زیادت کرنے والے راوی کی حدیث کو ضرر دیگی - پس دلالت کیا اس کلام نے اس امر پر کہ عادل راوی کی زیادتی مطلقاً قبول کرلینی آپکے نزدیک لازم نہیں بلکہ اُس عادل کی زیادت قبول کرنی لازم ہے جو کہ حافظ ہو اسواسطے کہ پسند کیا ہے آپنے اس امر کو کہ حدیث اس مخالفت کرنے والے راوی کی اُن حفاظ کی حدیث سے جنکی مخالفت کر رہا ہے کم ہو اور حدیث میں اس راوی کی کمی کرنیکو حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ٹھرایا ہے - اسواسطے کہ راوی کا حدیث کو کم کرکے روایت کرنا راوی کے کمال احتیاط پر دلالت کرتا ہے - اور کمی کے بغیر باقی امور میں حافظ سے مخالفت کرنی اُسے مخالف کی حدیث کو ضرر رساں قرار دی ہے - پس اس اضرار میں زیادت بھی داخل ہوگی - پس اگر مطلقاً زیادتی آپکے نزدیک مقبول ہوتی تو زیادتی زیادہ کرنے والے کی حدیث کو مضر نہ ہوتی واللہ اعلم -

اَلْمَحْفُوْظُ وَالشَّاذُ

(فَاِنْ خُوْلِفَ بِاَرْجَحَ مِنْهُ) لِمَزِيْدِ ضَبْطٍ اَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحَاتِ (فَالرَّاجِحُ) يُقَالُ لَهٗ (اَلْمَحْفُوْظُ وَ

وارث ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وارث تو کوئی نہیں مگر ایک غلام آزاد کیا ہوا
اُس کا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی غلام آزاد کردہ اس متوفی کے
مال کا وارث قرار دیا۔ یہ لفظ ابو داؤد کا ہے۔ اور ترمذی و ابن ماجہ نے اس کو مختصر
روایت کیا ہے) اِس حدیث کے وصل اور رفع کرنے پر ابن عیینہ کے ساتھ ابن جریج
وغیرہ تابع ہوئے ہیں۔ اور حماد بن زید نے ان سب سے مخالف ہو کر عمرو بن دینار
سے اور اس کے آگے عوسجہ سے بغیر ذکر کرنے ابن عباس کے مرسلًا اس حدیث کو روایت کیا ہے
حافظ ابو حاتم ابن حبان فرماتے ہیں ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔ انتہیٰ کلامہ۔
دیکھو حماد بن زید گو عادل اور ضابط راویوں میں سے ہیں پھر بھی ابو حاتم نے دوسرے
راویوں کی روایت کو کثرت عدد کی وجہ سے اس کی روایت پر ترجیح دیدی ہے[1]
(اسواسطے کہ ایک راوی کا خطا ہوتا بہ نسبت جماعت کے زیادہ ہوتا ہے) اس تقریر
سے معلوم ہوا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو ایک مقبول راوی اپنے سے اولیٰ
راوی کے برخلاف روایت کرے۔ اور اصطلاح کے رو سے بھی شاذ کی تعریف میں
یہی قول معتبر ہے (امام جلال الدین سیوطی الفیۃ الحدیث مسمی بنظم الدرر فی علم الاثر
کی شرح میں ابن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ اس موقعہ میں ایک اشکال ہے جس سے
متنبہ ہونا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہل حدیث نے صحیح کی تعریف میں یہ شرط رکھی ہے

[1] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وصل کو بسبب کثرت کے ترجیح ہے حالانکہ محققین کے نزدیک وصل مطلقاً مقدم ہے
امام نووی صحیح مسلم کی شرح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں جس حدیث کو بعض ثقات متصل بعض مرسل بعض موقوف روایت کریں
تو صحیح اس بارہ میں محققین محدثین کا قول ہے۔ یہ اسناد اس حدیث کو جس مرتبہ میں پہنچائیگی وہی مرتبہ اسکا قرار پائیگا۔ کلیہ
قاعدہ اس بارہ میں کوئی نہیں۔ اور محدثین محققین وجوہات ترجیحات کو دیکھکر جس طرف وہ قوت دیکھتے ہیں وہی مرتبہ
اسکا مقرر کرتے ہیں چنانچہ امام بخاری کبھی تو وصل کو ترجیح دیدیتے ہیں (اور گاہے ارسال کو لانکاح الا بولی میں
وصل کو ترجیح دیدے۔ اور حدیث اِنْ بَنِیْتُ سَبُعْتُ اَلَکَ میں ا سال کو) مزیادت ثقہ میں بھی طول طویل اقاویل ہیں
لیکن ابن حجر کے نزدیک راوی اگر برابر یا متقارب ہوں تو رفع اور وصل کرنے والے راویوں کی روایت مقدم
ہے یہاں یہ بھی جاننا چاہئے کہ اختلاف اکثروں کا دربارہ تقدیم وصل و رفع کے اس امر پر مبنی ہے کہ یہ زیادت وصل
و رفع کی ارسال و وقف کو منافی ہے یا نہیں [illegible] دونوں قبول کر لیتے ہیں اور جو منافی دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں تقدیم کا
حکم واسطے اکثر اور احفظ کے ہے۔ اور جو علماء زیادت کو شبیہ بالمنافات یا شبیہ بغیر منافات جانتے ہیں وہ
دونوں تشبیہوں کی رعایت اختیار کر لیتے ہیں مساوی اور متقارب سے قبول کر لیتے ہیں اور اُنکے
غیر سے قبول نہیں کرتے ۱۲۰ بہجۃ النظر ۱۲ منہ

کہ شاذ نہ ہووے اور شذوذ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ مخالفت کرنی ہے ثقہ کی اوثق سے - اور پھر انہوں نے یہ بھی حکم لگایا ہے کہ زیادت ثقہ کی مقبول ہے اور اسی بنا پہ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وصل اور رفع کرنے والے راوی کے پاس زیادتی علم کی ہے - اسواسطے اُس کا رفع و وصل قبول کیا جاوے - اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اسکو شاذ بھی کہتے ہیں یا نہ - یا تو اسمیں فرق دکھانا چاہئیے یا تناقض کا اعتراف کرنا چاہئیے - سو حق اس امر میں یہ ہے کہ ثقہ کی زیادت ہمیشہ قبول نہیں کی جاتی - جو شخص اس کو علی العموم ہر جگہ قبول کر لیتا ہے وہ حق پر نہیں اسواسطے کہ یہ زیادت اسی وقت قبول کی جاتی ہے جبکہ وصف میں برابر ہو اور جس راوی نے کم بیان کیا ہے اسکے نفی کے واسطے وہ زیادت کا راوی لفظاً و معناً معترض نہوا ہو -

اَلْمَعْرُوْفُ وَالْمُنْكَرُ

وَاِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ (مَعَ) ذِی (الضُّعْفِ فَالرَّاجِحُ) يُقَالُ لَهُ (الْمَعْرُوْفُ وَمُقَابِلُهُ) يُقَالُ لَهُ (الْمُنْكَرُ) مِثَالُهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِي حَاتِمٍ مِنْ طَرِيقِ حُبَيِّبِ بْنِ حَبِيبٍ وَهُوَ اَخُو حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ الْمُقْرِيْ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ اَبُو حَاتِمٍ

[1] عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن المنذر ابن داؤد بن مہران ابو محمد بن ابو حاتم التمیمی الحنظلی امام بن امام اور حافظ بن حافظ ہیں حدیث کی سماعت اپنے والد اور دیگر محدثین سے رکھتے ہیں آپکی مسند کی نسبت ابن مندہ کہتے ہیں کہ ہزار جزو میں ہے اور سوا مسند کے کتاب الزہد - کتاب الکنی - الفوائد الکبیر - فوائد الرازیین - مقدمۃ الجرح والتعدیل علاوہ انہیں تصانیف فقہ اور اختلاف صحابہ و تابعین اور علمار امصار میں بھی آپ کی تصانیف ہے کتاب الرد علی الجہمیہ اور تفسیر قرآن آپ کی دو بڑی کتابیں ہیں - اور آثار مسندہ چار جلدوں میں ہے اور جرح و تعدیل [illegible] آپ کی کتابیں چند جلدوں میں ہے جو آپ کے وسیع حفظ اور امانت پر دلالت کرتی ہے - ابو علی خلیل کہتے ہیں کہ ابن ابو حاتم ابدال میں شمار کئے جاتے ہیں ۳۲۷ھ میں آپکا انتقال ہوا - ۱۲ منہ -

هُوَ مُنْكَرٌ لِاَنَّ غَيْرَهُ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ مَوْقُوْفًا
عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ ـ وَعُرِفَ بِهٰذَا اَنَّ بَيْنَ الشَّاذِّ وَالْمُنْكَرِ
عُمُوْمًا وَخُصُوْصًا مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّ بَيْنَهُمَا اجْتِمَاعًا فِي شَرْطِ الْمُخَالَفَةِ
وَافْتِرَاقًا فِي اَنَّ الشَّاذَّ رِوَايَةُ ثِقَةٍ اَوْ صَدُوْقٍ وَالْمُنْكَرُ رِوَايَةُ
ضَعِيْفٍ وَقَدْ غَفَلَ مَنْ سَوّٰى بَيْنَهُمَا ـ

معروف اور منکر کا بیان

اور اگر قوی حدیث ضعیف حدیث کے مخالف واقعہ ہو (ضعیف حدیث وہ ہے
جس کا راوی سوء الحفظ یا مجہول الحال ہو) تو ان میں سے قسم راجح کو معروف ـ
اور راجح کے مقابل کو منکر (بصیغہ اسم مفعول کہتے ہیں) لقانی ابن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ اگر ضعیف اور
اضعف کا مقابلہ ہو تو انکو بھی یہی نام دیے جاتے ہیں یعنی ضعیف کو معروف اور اضعف کو منکر کہا جاتا ہے ـ مثال معروف و منکر
کی وہ حدیث ہے جو ابن ابو حاتم نے حبیب بن حبیب سے جو حمزہ زیات مقری کا
بھائی ہے روایت کی ـ اور وہ ابو اسحٰق سے وہ عیزار بن حریث سے وہ ابن عباس سے
وہ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا جو شخص
نماز مفروضہ پڑھے اور زکوٰۃ دیوے اور خانہ کعبہ کا حج کرے اور رمضان کے روزے
رکھے ـ اور مہمان کو کھانا کھلاوے تو جنت میں داخل ہوگا حافظ ابو حاتم فرماتے ہیں یہ
حدیث منکر ہے اسواسطے کہ حبیب کے سوائے باقی سب ثقات نے حبیب کے استاذ
ابو اسحٰق سے حضرت ابن عباس پر اس حدیث کو موقوف روایت کیا ہے ـ اور موقوف
ہونا اس کا معروف ہے اسواسطے کہ رفع اس کا حبیب سے آیا ہے ـ اور وہ ضعیف ہے
ثقات کے برخلاف اُس نے روایت کی ہے اور تضعیف حبیب کی حافظ ابو زرعہ اور امام
ابن المبارک وغیرہا نے کی ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شاذ اور منکر کے درمیان عموم
و خصوص من وجہ ہے ـ اسواسطے کہ ان دونوں قسموں میں سے مخالفت کی جہت سے اجتماع
ہے ـ اور افتراق اس امر میں ہے کہ شاذ ثقہ یا صدوق کی روایت ہے ـ اور منکر ضعیف کی

پس جس نے ان دونوں کو ایک ہی قسم گردانا ہے۔ وہ تحقیق کرنے سے غافل رہا ہے۔
(شرح نخبۃ لکھتے ہیں ابن حجر کا یہ کلام ابن الصلاح کی طرف ہے کہ اُنہوں نے
ان دونوں میں تمیز نہیں کی)

اَلْمُتَابِعُ وَالشَّاهِدُ

(وَ) مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ إِنْ وُجِدَ بَعْدَ
ظَنِّ كَوْنِهِ فَرْدًا قَدْ (وَافَقَهُ غَيْرُهُ فَهُوَ الْمُتَابِعُ) بِكَسْرِ
الْمُوَحَّدَةِ وَالْمُتَابَعَةُ عَلٰى مَرَاتِبَ إِنْ حَصَلَتْ لِلرَّاوِيْ نَفْسِهِ
فَهِيَ التَّامَّةُ - وَإِنْ حَصَلَتْ لِشَيْخِهِ فَمَنْ فَوْقَهُ - فَهِيَ الْقَاصِرَةُ
وَيُسْتَفَادُ مِنْهُ التَّقْوِيَةُ - مِثَالُ الْمُتَابَعَةِ التَّامَّةِ مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ
فِي الْأُمِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ فَلَا
تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ
عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ - فَهٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ
ظَنَّ قَوْمٌ أَنَّ الشَّافِعِيَّ تَفَرَّدَ بِهٖ عَنْ مَالِكٍ فَعَدُّوْهُ فِيْ غَرَائِبِهٖ
لِأَنَّ أَصْحَابَ مَالِكٍ رَوَوْهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِلَفْظِ فَإِنْ غُمَّ
عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ - لٰكِنْ وَجَدْنَا لِلشَّافِعِيِّ مُتَابِعًا وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ
بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ كَذٰلِكَ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ عَنْهُ عَنْ مَالِكٍ
وَهٰذِهٖ مُتَابَعَةٌ تَامَّةٌ - وَوَجَدْنَا لَهٗ مُتَابَعَةً قَاصِرَةً فِيْ صَحِيْحِ
ابْنِ خُزَيْمَةَ مِنْ رِوَايَةِ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ
زَيْدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِلَفْظِ فَكَمِّلُوْا ثَلٰثِيْنَ وَفِيْ
صَحِيْحِ مُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

اس واسطے کہ امام مالک کے باقی تلامذہ نے امام مالک سے اسی اسناد کے ساتھ اس حدیث
کو اس لفظ سے روایت کیا ہے فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدِرُوْا لَہٗ (چاند تم سے
اگر چھپ جاوے (کسی حائل کی وجہ سے دکھائی نہ دے) تو تم دخول رمضان کے
واسطے شعبان کے برابر تیس ۳۰ دن اندازہ اور شمار کر لیا کرو اور پھر رمضان کے روزے
رکھو گو ہلال نہ بھی دیکھو۔ اس واسطے کہ مقصود رویت سے علم یقینی ہے۔ اور وہ
مہینہ کی کمی میں رویت ہلال سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یا مہینہ کے کمال سے حاصل
ہوتا ہے۔ حاصل معنے اس حدیث کا یہ ہے کہ شعبان کے مہینہ کے تیس ۳۰ دن کامل
کر لیا کرو۔ اس معنے سے یہ حدیث پہلی حدیث فَاَکْمِلُوا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ کے
معناً موافق ہے) محدثین کے ایک گروہ نے تو امام شافعی کی روایت کو غرائب میں
شمار کیا تھا۔ لیکن ہمنے امام شافعی کے واسطے اس حدیث کے روایت کرنے میں
صحیح بخاری میں ایک متابع پایا ہے۔ اور وہ متابع عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی سے
ہے۔ اس عبد اللہ نے بھی امام شافعی ہی کی طرح امام مالک سے اس حدیث کو روایت کیا ہے
(یہاں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ امام مالک نے ابن دینار سے دو وجہوں پر سنا ہو۔ اور ہر
دو راوی کو دوسری وجہ پر) علاوہ اس متابعت تامہ کے امام شافعی کے واسطے
متابعت قاصرہ بھی ہمنے صحیح ابن خزیمہ میں پائی ہے جس کو ابن خزیمہ عاصم
ابن محمد سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ محمد بن زید سے اور وہ اپنے
دادا عبد اللہ ابن عمر سے بلفظ فَکَمِّلُوْا ثَلَاثِیْنَ کے روایت کرتے ہیں۔
اور صحیح مسلم میں بھی امام شافعی کے واسطے متابعت قاصرہ پائی گئی ہے جس کو
امام مسلم عبید اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں وہ نافع سے وہ ابن عمر سے
بلفظ فَاقْدِرُوْا ثَلَاثِیْنَ کے۔

وَلَا اِنْحِصَارَ فِیْ ھٰذِہِ الْمُتَابَعَۃِ سَوَاءٌ کَانَتْ تَامَّۃً اَوْ قَاصِرَۃً
عَلَی اللَّفْظِ بَلْ لَوْ جَاءَتْ بِالْمَعْنٰی کَفٰی لٰکِنَّھَا مُخْتَصَّۃٌ بِکَوْنِھَا
مِنْ رِوَایَۃِ ذٰلِکَ الصَّحَابِیِّ

اور چونکہ ابن خزیمہ اور صحیح مسلم کی روایتوں کے لفظوں میں کسیقدر فرق تھا
ایک میں فکملوا دوم میں فاقدروا تھا۔ اس واسطے ابن حجر کہتے ہیں کہ متابعت
تامہ و قاصرہ میں لفظ پر اقتصار نہیں کہ لفظ اسکے بھی ہو بہو ویسے ہی ہوویں
بلکہ معنا بھی یہ متابعات ملجائیں تو تقویت حدیث میں کافی ہیں لیکن یہ امر نہیں
ضروری مد نظر ہے کہ اُسے صحابی کی روایت سے ہوویں۔

(وَاِنْ وُجِدَ مَتْنٌ) يُرْوٰى مِنْ حَدِيْثِ صَحَابِيٍّ اٰخَرَ (يُشْبِهُهٗ) فِي اللَّفْظِ اَوْ فِي الْمَعْنٰى فَقَطْ (فَهُوَ الشَّاهِدُ) وَمِثَالُهٗ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ قَدَّمْنَاهُ مَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ سَوَاءً فَهٰذَا بِاللَّفْظِ وَاَمَّا بِالْمَعْنٰى فَهُوَ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ۔ وَخَصَّ قَوْمٌ الْمُتَابَعَةَ بِمَا حَصَلَ بِاللَّفْظِ سَوَاءٌ كَانَ مِنْ رِوَايَةِ ذٰلِكَ الصَّحَابِيِّ اَمْ لَا وَالشَّاهِدَ بِمَا حَصَلَ بِالْمَعْنٰى كَذٰلِكَ وَقَدْ يُطْلَقُ الْمُتَابَعَةُ عَلَى الشَّاهِدِ وَبِالْعَكْسِ وَالْاَمْرُ فِيْهِ سَهْلٌ۔)

(من الشافعي وغيره عن ابن عمر ١٢)

اور اگر حدیث کا ایسا متن پایا جاوے کہ دوسرے صحابی کی ایسی حدیث سے
روایت کیا جاتا ہے جو وہ حدیث اس حدیث کے لفظ اور معنے دونوں میں مشابہ ہے
یا لفظ میں نہیں فقط معنی ہی میں ملتی ہے۔ تو اس متن کے مشابہ دوسری حدیث
شاہد ہے۔ اور مثال اُس کی اس حدیث میں ہے جس کو ہم ابھی بیان کر چکے
ہیں امام شافعی وغیرہ سے اس حدیث کو امام نسائی نے بھی محمد بن حنین کی روایت
سے بیان کیا ہے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے یہانتک امام نسائی نے سند پہونچا کر آگے متن حدیث کا

هُمَا وَلَيْسَ كَذَالِكَ بَلْ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ إِلَيْهِمَا - وَجَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ أَقْسَامِ الْمَقْبُولِ تَحْصُلُ فَائِدَةُ تَقْسِيمِهِ بِاعْتِبَارِ مَرَاتِبِهِ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ -

اعتبار کا بیان

اور جان لے تو اس امر کو کہ جس حدیث کے فرد ہونیکا ظن کیا جاتا ہے اُسکے واسطے کتب احادیث کی قسم جوامع[1] اور مسانید اور اجزا سے باقی راویوں کی سندیں جمع کرکے اُسے معلوم کرنا کہ آیا اس فرد کا کوئی تابع بھی ہے یا نہ - یہ تتبع ہی اعتبار[2] ہے - شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ اعتبار اور متابعات اور شواہد کا دریافت کرنا گاہے یہ وہم پیدا کردیتا ہے کہ اعتبار بھی متابعات وشواہد کا ایک قسم ہے درحیکہ وہم پیدا ہونے کی یہ ہے کہ

[1] جوامع حدیث کی وہ کتابیں ہیں جو فقہ کے ابواب پر مرتب ہوں جیسے صحاح ستہ - یا حرف ہجائیہ پر مرتب ہوں اور یہ دو طرح ہوتی ہیں ایک تو اس طرح کہ اُس جامع میں جو کتابیں آئی ہیں انکے حروف کا لحاظ کرکے تالیف کی جاویں جیسے کہ حرف الالف میں کتاب الایمان اور حرف الباء میں کتاب البر - آخر تک اسی طور پر کیا صاحب جامع الاصول - دوسری طرز یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کے اوائل میں جو حروف آتے ہیں انپر ترتیب ہو - جیسے کہ امام سیوطی نے جامع الصغیر میں انکو ترتیب دیا ہے - اور مسانید وہ ہیں جنمیں ہر ایک صحابی کی سند علیحدہ لکھی جاوے جیسی کہ امام احمد حنبل رح کی مسند ہے - اور اجزا وہ کتابیں ہیں جنمیں فقط ایک ہی صحابی کی حدیثیں جمع کیجاویں - یا بہت صحابہ کی حدیثیں ایک مضمون پر جمع کی جاویں ۱۲ منہ

[2] حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اعتبار یہ ہے کہ بعض راوی کی حدیث کے متعلق اور راویوں کی روایتوں کی سندیں جمع کرکے معلوم کرے کہ اس حدیث میں کوئی اور راوی بھی اُسکے شیخ سے شریک ہوا ہے یا نہیں یعنی جس شیخ سے یہ اکیلا روایت کرتا ہے اسی روایت کو اُسکے شیخ سے کوئی اور راوی بھی روایت کرتا ہے یا نہ - اور اگر اُسکے شیخ سے کوئی دوسرا راوی قابل اعتبار جس کی حدیث لیجاتی ہے شریک اُس کی روایت میں ہوا ہے تو اس راوی کی روایت کو تابع کہتے ہیں اور اگر راوی فرد کے شیخ سے اُس روایت میں کوئی راوی روایت کرنیوالا اس حدیث کا نہ ملا تو پھر اوپر کے طبقہ میں اُسکے شیخ کے شیخ کو دیکھا جائیگا کہ وہاں بھی اُسکے ساتھ کوئی شریک ہوا ہے یا نہ اگر اُسکے شیخ کے شیخ کے موافق حدیث کرنیوالا کوئی راوی مل گیا تو اس کو بھی تابع کہتے ہیں - اور گاہے اوس کو شاہد بھی کہدیتے ہیں - اور اگر شیخ کے شیخ کا بھی تابع کوئی نہ ملا تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اس حدیث کے ہم معنے اور بھی کوئی حدیث آئی ہے یا نہ - اگر ہم معنے بھی کوئی نہ ملی تو پھر متابعات وشواہد معدوم ہوجاتے ہیں اور حدیث اسی طرح فرد ہی رہتی ہے انتہی کلامہ ذکرہ مولانا الحافظ مولوی حبیب اللہ صاحب ٹونکی دام ظلہ افاداتہ - ۱۲ منہ -

اعتبار کو متابعات وشواہد کے ساتھ عطف کر کے ذکر کرنے سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے
کہ یہ بھی انکا قسم ہو) اور حقیقت میں یہ بات نہیں، اسواسطے کہ عطف میں مغایرت
کافی ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ معطوف معطوف علیہ کا قسیم ہی ہوا کرے) بلکہ اعتبار
ایک ہیئت ہے متوصلہ بجانب متابعات وشواہد کے۔ اور پہلے جسقدر اقسام مقبول
حدیث کے ذکر ہوئے ہیں ان کی تقسیم کا فائدہ باعتبار مراتب کے معارضہ کے وقت
حاصل ہوتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

المُحْكَمُ وَالْمُخْتَلَفُ

(ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ) يَنْقَسِمُ اَيْضًا اِلٰى مَعْمُوْلٍ بِهٖ وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِهٖ لِاَنَّهٗ
(اِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ) اَيْ لَمْ يَأْتِ خَبَرٌ يُضَادُّهٗ
(فَهُوَ الْمُحْكَمُ) وَاَمْثِلَتُهٗ كَثِيْرَةٌ (وَاِنْ عُوْرِضَ) فَلَا يَخْلُوْ
اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مُعَارِضُهٗ مَقْبُوْلًا مِثْلَهٗ اَوْ يَكُوْنَ مَرْدُوْدًا وَالثَّانِيْ
لَا اَثَرَ لَهٗ لِاَنَّ الْقَوِيَّ لَا يُؤَثِّرُ فِيْهِ مُخَالَفَةُ الضَّعِيْفِ وَاِنْ كَانَتِ
الْمُعَارَضَةُ بِمِثْلِهٖ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُمْكِنَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَدْلُوْلَيْهِمَا بِغَيْرِ
تَعَسُّفٍ اَوْ لَا (فَاِنْ اَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ) النَّوْعُ الْمُسَمّٰى (مُخْتَلَفَ
الْحَدِيْثِ) وَمَثَّلَ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ بِحَدِيْثِ لَا عَدْوٰى مَعَ حَدِيْثِ
فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ۔ وَكِلَاهُمَا فِي الصَّحِيْحِ۔ وَظَاهِرُهُمَا
التَّعَارُضُ وَوَجْهُ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا اَنَّ هٰذِهِ الْاَمْرَاضَ لَا تُعْدِيْ
بِطَبْعِهَا لٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى جَعَلَ مُخَالَطَةَ الْمَرِيْضِ بِهَا لِلصَّحِيْحِ
سَبَبًا لِاَعْدَائِهٖ مَرَضَهٗ ثُمَّ قَدْ يَتَخَلَّفُ ذٰلِكَ عَنْ سَبَبِهٖ كَمَا
فِيْ غَيْرِهٖ مِنَ الْاَسْبَابِ كَذَا جَمَعَ بَيْنَهُمَا ابْنُ الصَّلَاحِ
تَبَعًا لِغَيْرِهٖ۔

محکم اور مختلف کا بیان

یہ مقبول حدیث دو قسم پر منقسم ہوتی ہے ایک قسم کا معمول بہ ہے دوسرا غیر معمول بہ ہے اور مقبول کے دو قسم پر تقسیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ خبر مقبول یا تو معارضہ سے سالم ہوگی اسکے مقابل میں کوئی دوسری حدیث مخالف اسکے نہ ہوگی۔ پس یہ قسم تو محکم ہے۔ اور اس کی مثالیں کتب صحاح میں بکثرت ہیں۔ اور اگر حدیث مقبول سے کسی دوسری حدیث نے مقابلہ معارضہ کیا۔ تو پھر اس معارض حدیث کو دیکھا جائیگا کہ آیا وہ معارض حدیث بھی اسی قسم کی طرح مقبول ہے۔ یا مردود ہے۔ اگر مردود نے مقبول سے معارضہ کیا تو یہ حقیقت میں کوئی معارضہ نہیں اس واسطے کہ قوی میں ضعیف کی مخالفت کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ اور اگر معارضہ مقبول کا اپنے ہم مثل حدیث سے ہوا تو یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ان دونوں حدیثوں کے مدلول و معانی میں بغیر متعسف کے تاویل صحیح قریب الفہم کے ساتھ جمع اور مطابق کرنا ممکن ہووے گا یا نہ ہوگا۔ اگر جمع کرنا ممکن ہوا تو یہ قسم مختلف الحدیث ہوگا۔ اس نوع کی مثال شیخ ابن الصلاح نے لاعدوی اور حدیث فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ سے دی ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح بخاری میں ہیں۔ صحت اور قبولیت میں دونوں برابر ہیں۔ اور ظاہراً ان میں تعارض نظر آتا ہے۔ اس طور پر کہ پہلی حدیث کا یہ معنے ہے کہ ایک کا مرض دوسرے کو سرایت کر کے نہیں لگتا۔ اور دوسری حدیث کا یہ معنے ہے کہ جذامی سے تم ایسے بھاگو جیسے شیر سے جان بچانے کی خاطر بھاگتے ہو۔ اور ان دونوں میں اس طرح مطابقت کی جاتی ہے کہ یہ امراض خود بخود بطبعہا متعدی نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالے نے مریض کے میل جول کو تندرست میں اس مرض کے سرایت کرنے کا سبب بنایا ہے اور گاہے یہ تعدی اپنے سبب سے مختلف بھی ہو جاتی ہے۔ اور کچھ اثر نہیں کرتی۔ چنانچہ اسکے سوائے بقیہ اسباب میں بھی پایا گیا ہے کہ دوا پی اثر نہ ہوا اور زہر کھائی نہ مرا اس سے پایا جاتا ہے کہ بالطبع انمیں تعدی

وسرایت نہیں۔ شیخ ابن الصلاح نے باتباع غیر خود یعنے امام شافعی و امام مالک کے تابع ہو کر اسیطرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔

(والاولیٰ فی الجمع بینہما ان نفیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم للعدوی باق علیٰ عمومہ۔ وقد صح قولہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ لا یعدی شیٔ شیئاً وقولہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم لمن عارضہ بان البعیر الاجرب یکون فی الابل الصحیحۃ فیخالطہا فتجرب حیث رد صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم بقولہ فمن اعدی الاول یعنی ان اللہ تعالیٰ ابتداء ذلک المرض فی الثانی کما ابتداءہ فی الاول۔ واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا یتفق للشخص الذی یخالطہ المجذوم شیٔ من ذلک بتقدیر اللہ ابتداءً لا بالعدوی المنفیۃ فیظن ان ذلک بسبب مخالطتہ فیقع فی الحرج فامر بتجنبہ حسما للمادۃ واللہ اعلم وقد صنف فی ھذا النوع الامام الشافعی کتب الاختلاف لکنہ لم یقصد استیعابہ وقد صنف فیہ بعدہ ابن قتیبۃ المتوفی ۲۷۶ھ والطحاوی وغیرھما)

لیکن میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق کرنی زیادہ مناسب ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل التحیات والسلام کے تعدی و سرایت کی نفی کو اپنے عموم ہی پر چھوڑا جاوے اسکے ظاہری معنے کی تاویل نہ کی جاوے اور میرے قول کی تائید میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی یہ صحیح حدیث بھی موید ہے جس میں آپنے فرمایا ہے کہ کوئی بیماری کسی کی دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتی۔ علاوہ ازیں ایک اور حدیث نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بابت میرے قول کی موید ہے چنانچہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

پاس دو متضاد حدیثیں ہوں لاوے ہمارے پاس ہم انہیں تطبیق کر دینگے۔

اَلنَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ

وَإِنْ لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يُعْرَفَ التَّارِيخُ (أَوْ لَا) فَإِنْ
عُرِفَ (وَثَبَتَ الْمُتَأَخِّرُ بِهِ) أَوْ بِأَصْرَحَ مِنْهُ (فَهُوَ النَّاسِخُ
وَالْآخَرُ الْمَنْسُوخُ) وَالنَّسْخُ رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ بِدَلِيلٍ
شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ عَنْهُ - وَالنَّاسِخُ مَا يَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ الْمَذْكُورِ وَتَسْمِيَتُهُ
نَاسِخًا مَجَازٌ لِأَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالَى - وَيُعْرَفُ النَّسْخُ بِأُمُورٍ
أَصْرَحُهَا مَا وَرَدَ فِي النَّصِّ كَحَدِيثِ بُرَيْدَةَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ كُنْتُ
نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ -
وَمِنْهَا مَا يَجْزِمُ الصَّحَابِيُّ بِأَنَّهُ مُتَأَخِّرٌ كَقَوْلِ جَابِرٍ كَانَ آخِرُ
الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ
وَسَلَّمَ تَرْكَ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ رَوَاهُ أَصْحَابُ السُّنَنِ
وَمِنْهَا مَا يُعْرَفُ بِالتَّارِيخِ وَهُوَ كَثِيرٌ - وَلَيْسَ مِنْهَا مَا يَرْوِيهِ الصَّحَابِيُّ
الْمُتَأَخِّرُ الْإِسْلَامِ مُعَارِضًا لِلْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ سَمِعَهُ
مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ أَقْدَمَ مِنَ الْمُتَقَدِّمِ الْمَذْكُورِ فَأَرْسَلَهُ - لَكِنْ
إِنْ وَقَعَ التَّصْرِيحُ بِسَمَاعِهِ لَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ فَيَتَّجِهُ أَنْ يَكُونَ نَاسِخًا بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ الْمُتَأَخِّرُ لَمْ
يَتَحَمَّلْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ شَيْئًا
قَبْلَ إِسْلَامِهِ - وَأَمَّا الْإِجْمَاعُ فَلَيْسَ بِنَاسِخٍ بَلْ يَدُلُّ عَلَى ذٰلِكَ وَإِنْ لَمْ
يُعْرَفِ التَّارِيخُ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يُمْكِنَ التَّرْجِيحُ لِأَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ بِوَجْهٍ
مِنْ وُجُوهِ التَّرْجِيحِ الْمُتَعَلِّقِ بِالْمَتْنِ أَوْ بِالْإِسْنَادِ أَوْ لَا فَإِنْ أَمْكَنَ التَّرْجِيحُ

تَعَيَّنَ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ وَاِلَّا فَلَا) فَصَارَ مَاظَاهِرُهُ التَّعَارُضُ وَاقِعًا
عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ الْجَمْعُ اِنْ اَمْكَنَ فَاعْتِبَارُ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ (فَا
لتَّرْجِيْحُ) اِنْ تَعَيَّنَ (ثُمَّ التَّوَقُّفُ) وَالتَّعْبِيْرُ بِالتَّوَقُّفِ اَوْلٰى مِنَ
التَّعْبِيْرِ بِالتَّسَاقُطِ لِاَنَّ خِفَاءَ تَرْجِيْحِ اَحَدِهِمَا عَلَى الْاٰخَرِ اِنَّمَا هُوَ بِالنِّسْبَةِ
لِلْمُعْتَبِرِ فِي الْحَالَةِ الرَّاهِنَةِ مَعَ احْتِمَالِ اَنْ يَظْهَرَ لِغَيْرِهِ مَا خَفِيَ عَلَيْهِ)۔

الحاضرة ۱۲

ناسخ اور منسوخ کا بیان

اور جس صورت میں کہ باہم تطبیق نہ ہو سکے تو وہ حدیثیں دو حالتوں سے خالی نہ ہونگی
یا تو ان دونوں کی تاریخ وزمانہ معلوم ہو جیگا یا نہ ہو گا۔ اگر تاریخ معلوم ہوگی۔
اور تاریخ سے ایک کا موخر ہونا ثابت ہو گیا یا سوائے تاریخ کے حدیث کے اپنے ہی الفاظ سے بہت کھلے اور صاف
طور پر حکم موخر ثابت ہو گیا جیسے کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا میں صراحت ہے۔ تو متاخر حدیث ناسخ
ہو گی اور پہلی منسوخ۔ اور نسخ کا معنی شرعی احکام کے تعلق کو شرعی متاخر عنہ دلیل سے اٹھانا ہے۔ اور ناسخ (خود) حدیث ہے
جو رفع مذکور پر دلالت کرے حدیث کو ناسخ کہنا مجازی طور پر ہے (جیسے کسی چیز کو اس کی آلت
کی طرف منسوب کر دیتے ہیں) اور حقیقت میں ناسخ (یعنی منسوخ کرنے والا) خدا تعالیٰ ہی ہے
اور معلوم ہوتا ہے یہ نسخ چند امور سے۔ اصرح ان سب سے وہ ہے جو حدیث کی
عبارت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی زبانی واقع ہو وے جیسے
کہ صحیح مسلم میں حضرت بریدہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم روایت کرتے
ہیں كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ
الْاٰخِرَةَ۔ ترجمہ لوگو۔ میں نے تم کو (اوائل میں) قبروں کی زیارت کرنے سے
منع کیا تھا۔ اور اب تم (کو اجازت دیجاتی ہے) قبروں کی زیارت کیا کرو اسمیں فائدہ
یہ ہے کہ قبروں کا دیکھنا قیامت کو یاد دلاتا ہے۔ اور بعض امور نسخ معلوم کرنے کے وہ
ہیں کہ جنکے موخر ہونے پر کوئی صحابی جزم کر دیوے جیسے حضرت جابر کا قول ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو قولوں میں سے آخر فعل آپ کا یہی ہوا

ناسخ منسوخ میں بھی محدثین نے بہت کتابیں لکھی ہیں۔ جنسے اچھی طرح اس فن پر واقفیت ہو سکتی ہے۔ بمجملہ ان کے

اس لئے کہ معضل اس تعریف میں داخل ہے ۔ ويقال مثلاً قال رسو
ل ومن صور المعلق ان يحذف جميع السند
الله صلى الله عليه وآله وصحبه وبارك وسلم ومنها ان يحذف
الا الصحابي او الا التابعي والصحابي معاً ومنها ان يحذف من حدثه
ويضيفه الى من فوقه فان كان من فوقه شيخاً لذلك المصنف
فقد اختلف فيه هل يسمى تعليقاً اولا والصحيح في هذا التفصيل
فان عرف بالنص والاستقراء ان فاعل ذلك مدلس قضي به
والا فتعليق)

اور معلق کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ مصنف سند کے
سب راویوں کو حذف کرکے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم
کہدیوے - اور دوسری صورت یہ ہے سند میں صحابی کو رہنے دیوے اور
اسکے نیچے سے سب راویوں کو ساقط کردیوے - تیسری صورت یہ ہے کہ صحابی
کے ساتھ تابعی کو بھی اس سند میں رہنے دیوے اور باقی راویوں کو حذف کردیوے
(اور اگر فقط تابعی کو رہنے دیوے تو العینہ عراقی کے متن کا اقتضا یہ ہے کہ اسپر
ایک جہت سے معلق کا اطلاق کیا جاوے اور ایک جہت سے مرسل کا) چوتھی
صورت معلق کی یہ ہے کہ تعلیق کرنے والا اپنے استاذ کو حذف کرکے اس شیخ
کی طرف حدیث کو منسوب کرے جو اسکے شیخ سے اوپر ہے - اس صورت میں مافوق
شیخ دیکھا جاوے گا - اگر معلق کرنے والے کا استاذ ہے تو اس میں اختلاف ہے
کہ اس حدیث کو معلق کہا جاوے یا نہ صحیح بات اس جگہ یہ ہے کہ اس کی تفصیل
کی جاوے اس طور پر کہ اگر ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی تصریح پائی جاوے یا کامل
جستجو سے معلوم ہو جاوے کہ فاعل اس فعل کا مدلس ہے تو اس حدیث پر تدلیس کا حکم
کیا جائیگا اور اگر اس کا مدلس ہونا معلوم نہ ہوا تو وہ حدیث معلق ہے (اس سے معلوم

ل یہ کلام اقتضا کرتا ہے کہ راوی کا اپنے شیخ کو جس سے اوس کی ملاقات ہوئی ہے ساقط کردینا موجب تدلیس

ہوا کہ تعلیق کی تعریف تدلیس کے بعض اجزاء پر بھی صادق آتی ہے۔

وَإِنَّمَا ذُكِرَ التَّعْلِيقُ فِي قِسْمِ الْمَرْدُودِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوفِ وَقَدْ يُحْكَمُ بِصِحَّتِهِ إِنْ عُرِفَ بِأَنْ يَجِيْءَ مُسَمًّى مِنْ وَجْهٍ آخَرَ فَإِنْ قَالَ جَمِيعُ مَنْ أَحْذِفُهُ ثِقَاتٌ جَاءَتْ مَسْأَلَةُ التَّعْدِيلِ عَلَى الْإِبْهَامِ - وَعِنْدَ الْجُمْهُورِ لَا يُقْبَلُ حَتَّى يُسَمَّى - لٰكِنْ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ هُنَا - إِنْ وَقَعَ الْحَذْفُ فِي كِتَابٍ الْتُزِمَتْ صِحَّتُهُ كَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ فَمَا أُتِيَ فِيهِ بِالْجَزْمِ دَلَّ عَلَى أَنَّهُ ثَبَتَ إِسْنَادُهُ عِنْدَهُ وَإِنَّمَا حُذِفَ لِغَرَضٍ مِنَ الْأَغْرَاضِ وَمَا أُتِيَ فِيهِ بِغَيْرِ الْجَزْمِ فَفِيهِ مَقَالٌ وَقَدْ أَوْضَحْتُ أَمْثِلَةَ ذٰلِكَ فِي النُّكَتِ عَلَى ابْنِ الصَّلَاحِ -

اور قسم معلق کا ذکر اقسام مردودہ میں بسبب مجہول ہونے حال راوی محذوف کے کیا گیا ہے - اور گاہے معلق کو صحیح بھی کہا جاتا ہے جبکہ محذوف راوی اس کا کسی دوسری صحیح سند میں معروف ہو کر آوے - اور اگر معلق کرنے والا راوی یوں کہدیوے کہ میرے محذوفین راوی سب کے سب ثقات ہیں تو یہ مسئلہ تعدیل مبہم کا ہوگا جمہور کے نزدیک توجب تک نام لے کر نہ بتائے حدیث اس کی مقبول نہ ہووے گی -

نہیں جبتک کہ خارجی طور سے معلوم ہو کہ وہ مدلس ہے - اور عنقریب ہی آتا ہے کہ تدلیس اسقاط ہے مع التلاقی مطلقاً اور وہ مقتضی اس امر کا ہے کہ مجرد اسقاط بغیر توقف علی امر آخر اسپر تدلیس کا حکم کیا جاوے - اور بنا بریں امام بخاری بھی اپنے شیخ کے استاذ کی روایت کرنے میں جنسے آپ کو ملاقات حاصل ہے مدلس ہوں - جواب اس کا یہ ہے کہ تدلیس وہ ہے جس میں سماع کا وہم دیا جاوے اور محل سماع میں ایسے الفاظ ذکر کئے جاویں جو خاص سماع میں مستعمل ہوتے ہیں گویا مدلس نے سامع کو ان الفاظ سے سماع کا دھوکا دیا اور اگر وہ صریح الاستعمال الفاظ سے جو سماع اور غیر سماع دونوں میں مستعمل ہوتے ہیں ذکر کرے تو اسپر تدلیس کا حکم نہیں کیا جاتا اور تعلیقات امام بخاری کے موہوم بالسماع نہیں اسواسطے کہ امام بخاری نے قال کے لفظ سے تعلیقات ذکر کئے ہیں اور امام بخاری کی رائے اس باب میں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے مدلس نہ کیا ہے یہ تھی کہ قال کا لفظ انہیں محدثین کے سماع پر بولتے ہیں - جنسے بالذات آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ لوگ قال کا اطلاق سماع ہی پر کرتے ہیں - اور جس کی عادت سے یہ امر مذکورہ معلوم نہ ہو سکے تو اس کی روایت میں احتمال رہے - تدلیس کا حکم اسپر نہ کیا جاویگا کذا ذکرہ ابوالحسن السندی فی بہجۃ النظر نقلاً عن مقدمۃ فتح الباری ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ ابقاہ -

(عراقی کہتے ہیں مبہم تعدیل توثیق کی مکتفی نہیں۔ اور ابن الصباغ امام اعظم ابوحنیفہ رح سے نقل کرتے ہیں کہ آپ مبہم تعدیل کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن آپکا قبول کرنا مراسیل کو حجت پکڑنے کی قبیل سے ہے (بہجۃ النظر) شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں اگر حذف کرنا ایسی کتاب میں واقعہ ہو جس کی صحت کا التزام کیا گیا ہو جیسی کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم ہے۔ تو اس ملتزم الصحت کتاب میں جو تعلیق بصیغہ جزم جیسے قال و ذکر وروی کے لائی جاوے تو اس جزم سے لانا دلالت کرتا ہے کہ مصنف کے نزدیک حدیث کی اسناد ثابت ہے اور حذف کر دینا اس کا اسناد کو کسی غرض کے واسطے ہے (جیسے اختصار یا عدم تکرار) اور اگر بغیر جزم تمریض کے صیغوں سے ملتزم الصحت کتاب میں تعلیقات لائے جائیں جیسے یروی و ذکر وغیرہ سے تو اس میں بحث ہے۔ میں نے اپنی کتاب نکت علی مقدمۃ ابن الصلاح میں اس کی مثالیں وضاحت سے بیان کی ہیں)

اَلْمُرْسَلُ

(وَالثَّانِیْ) هُوَ مَا سَقَطَ عَنْ اٰخِرِهٖ مِنَ التَّابِعِیِّ (هُوَ الْمُرْسَلُ) وَصُوْرَتُهٗ اَنْ یَّقُوْلَ التَّابِعِیُّ سَوَاءٌ کَانَ کَبِیْرًا اَوْ صَغِیْرًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کَذَا اَوْ فَعَلَ کَذَا اَوْ فُعِلَ بِحَضْرَتِهٖ کَذَا اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ۔ وَاِنَّمَا ذُکِرَ فِیْ قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ لِاَنَّهٗ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ صَحَابِیًّا وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ تَابِعِیًّا وَعَلَی الثَّانِیْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ ثِقَةً وَعَلَی الثَّانِیْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ حَمَلَ عَنْ صَحَابِیٍّ وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ حَمَلَ عَنِ التَّابِعِیِّ اٰخَرَ وَعَلَی الثَّانِیْ فَیَعُوْدُ الْاِحْتِمَالُ السَّابِقُ وَیَتَعَدَّدُ اِمَّا بِالتَّجْوِیْزِ الْعَقْلِیِّ فَاِلٰی مَا لَا نِهَایَةَ لَهٗ وَاَمَّا بِالْاِسْتِقْرَاءِ فَاِلٰی سِتَّةٍ اَوْ سَبْعَةٍ وَهُوَ اَکْثَرُ مَا وُجِدَ مِنْ رِوَایَةِ بَعْضِ التَّابِعِیْنَ عَنْ بَعْضٍ۔ فَاِنْ عُرِفَ مِنْ عَادَةِ التَّابِعِیِّ اَنَّهٗ لَا یُرْسِلُ اِلَّا عَنْ ثِقَةٍ

فَذَهَبَ جُمْهُورُ الْمُحَدِّثِيْنَ اِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْاِحْتِمَالِ وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيْ اَحْمَدَ وَثَانِيْهِمَا وَهُوَ قَوْلُ الْمَالِكِيِّيْنَ وَالْكُوْفِيِّيْنَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُقْبَلُ اِنِ اعْتُضِدَ بِمَجِيْئِهِ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ يُبَايِنُ الطَّرِيْقَ الْاُوْلٰى مُسْنَدًا كَانَ اَوْ مُرْسَلًا لِيَتَرَجَّحَ اِحْتِمَالُ كَوْنِ الْمَحْذُوْفِ ثِقَةً فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ - وَنَقَلَ اَبُوْ بَكْرٍ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَاَبُو الْوَلِيْدِ الْبَاجِيُّ[۱] مِنَ الْمَالِكِيَّةِ اَنَّ الرَّاوِيَ اِذَا كَانَ يُرْسِلُ عَنِ الثِّقَاتِ وَغَيْرِهِمْ لَا يُقْبَلُ مُرْسَلُهُ اِتِّفَاقًا)۔

مُرسل حدیث کا بیان

مردود کا ایک قسم معلق تو بیان ہو چکا ہے۔ اور دوسرا قسم مردود کا وہ ہے جس کا راوی آخر سند سے بعد تابعی کے ساقط ہو جاوے۔ اِس قسم کا نام مُرسل ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی بڑی عمر کا تابعی جس نے اکثر صحابہ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو یا چھوٹی عمر کا تابعی جس نے تھوڑی ہی صحابہ کی صحبت کی یُوں کہدیوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے یوں فرمایا ہے یا یوں کہے کہ آپنے یہ کام کیا تھا اور یا یوں کہے کہ آپکے روبرو یہ کام کیا گیا تھا۔ یا سوائے ان الفاظ

[۱] ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب ابن وارث التجیبی المالکی الاندلسی الباجی اندلس کے علما وحفاظ میں سے ہیں ۴۲۶ھ میں اندلس سے مشرق کی طرف تحصیل علم کے واسطے سفر کیا مکہ مکرمہ میں ابوذر ہروی کے ساتھ تین سال رہے اور چار حج کئے پھر بغداد میں آکر تین سال تک فقہ پڑھائی اور حدیث پڑھی۔ اور سادات علما کی مثل ابو الطیب طبری اور شیخ ابو اسحق شیرازی کی ملاقات کی۔ اور موصل میں ابو جعفر سمنانی سے ایک سال تک فقہ پڑھی [illegible] تیرہ سال وہاں رہے۔ حافظ ابو بکر خطیب آپ سے اور آپ خطیب سے روایت کرتے ہیں بہت سی کتابیں [illegible] تصنیف فرمائی ہیں منجملہ اُنکے کتاب المنتقی کتاب احکام الفصول کتاب التعدیل والتجریح فیمن روی عنہ البخاری فی الصحیح وغیرہ [illegible]۔ اخیر میں اندلس پہونچکر وہاں کے قاضی ہوئے۔ کہتے ہیں حلب میں بھی اپنے قضا کی ہے واللہ اعلم ۴۰۳ھ میں آپکی پیدایش تھی بطلیوس میں آپکا تولد ہے۔ اور وفات بلدہ مریہ میں ۴۷۴ھ میں پائی دریا کے کنارے دفن ہوئے۔ آپ سے ابن عبد البر صاحب استیعاب نے بھی علم پڑھا ہے آپکے اور محمد بن حزم معروف بظاہری میں مجالس مناظرہ بھی ہوئے ہیں جنکی شرح طویل ہے باجی نسبت ہے طرف باجہ کے جو اندلس کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور افریقہ میں بھی ایک باجہ نام شہر ہے اور اصفہان میں بھی ایک باجہ نام گاؤں ہے۔ قالہ ابن خلکان ۱۲ منہ

کے کوئی اور لفظ اُنکے ہم معنے بولے مرسل کو قسم مردود میں اسواسطے ذکر کیا گیا ہے کہ اسلئے
محذوف راوی کا حال معلوم نہیں مجہول الحال ہے اور راوی کے ساقط ہونے میں
کئی طرحکے احتمال پیدا ہوتے ہیں صحابی کا احتمال بھی ہو سکتا ہے - اور تابعی کا بھی -
اور تابعی کے احتمال میں یہ امر بھی گنجایش رکھتا ہے کہ محذوف تابعی ضعیف ہو
اور پھر ثقہ ہونیکے بعد یہ احتمال ہے کہ اُس نے وہ حدیث صحابی سے لی ہو اور یہ احتمال
بھی ہے کہ کسی دوسرے تابعی سے لی ہو اور دوسری صورت میں کہ تابعی تابعی
روایت کرے احتمال سابق راوی ساقط ہونے والیکا ضعیف اور ثقہ ہونیکا عود کرآتا
ہے اور تابعی کا دوسرے تابعی سے روایت کرنا متعدد و مسلسل ہو جاتا ہے کہ ایک تابعی
دوسرے سے روایت کرے وہ دوسرے سے تجویز عقلی کے ساتھ تو اُن کی تعداد غیر متناہی
ہو جاتی ہے - اور تفتیش کے رو سے چھ یا سات تک تابعین کی تعداد پائی گئی ہے جو ایک
دوسرے سے روایت کرتے ہیں - اور یہ تعداد مذکورہ چھ یا سات تک تابعین کا
آپس میں ایک دوسرے سے روایت کرنا اکثر اُس قبیل سے پایا گیا ہے جو بعض تابعین
بعض سے روایت کرتے ہیں - اور اگر تتبع اور استقراء سے یا تابعی کے اپنے اقرار سے
اُس کی عادت معلوم ہو جاوے کہ وہ تابعی[1] ثقہ ہی کی روایت کو ارسال کرتا ہے
تو مذہب جمہور محدثین کا اس کی حدیث قبول کرنے میں توقف کی طرف ہے یعنی
قبول نہیں کرتے اس کو بسبب باقی رہتے اس احتمال کے کہ محذوف راوی شاید
غیر کے نزدیک غیر ثقہ ہو - اور تفسیر متقدم پر یہ حدیث مردود ہے - اور مرسل کو مردود کہنے
جہاں مقبول اور مردود کا ذکر ہوا ہے ۱۲ منہ
امام احمد رح کے دونوں قولوں میں سے ایک قول جمہور سے ملتا ہے - اور دوسرے قول
امام احمد بالکبول اور کوفیوں (حنفیوں) کے ساتھ ہیں کہ مرسل مطلقاً قبول کی جاوے
(خواہ دوسرے طریق سے اُسے قوت پہونچے یا نہ پہونچے یہ تو تابعی کی مرسل میں ہے لیکن
قرن ثالث کی مرسل میں بھی صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مقبول ہے -

---

[1] اور جہاں تابعی اپنی عادت کا اظہار کرتا ہے کہ میں ثقہ ہی سے ارسال کیا کرتا ہوں - تو اس میں یہ احتمال
باقی رہتا ہے کہ شاید اُس نے یہ حدیث اپنی عادت کے برخلاف غیر ثقہ سے ارسال کر دی تھی ہو ۱۲ منہ -

اور قرن رابع کی مرسل کو بعض حنفیہ قبول کرتے ہیں بعض نہیں کرتے - امام سخاوی
کہتے ہیں مسند کو مرسل پر مقدم کرنے میں بھی اختلاف ہے امام احمد اور اکثر مالکیہ اور
محققین حنفیہ جیسے کہ امام طحاوی ہیں .... کو مرسل پر مقدم جانتے ہیں اور
بزودی کے اصول میں ہے کہ مرسل مسند پر فائق ہے - کذا فی بہجۃ النظر) اور امام شافعی
فرماتے ہیں اگر مرسل کو کسی دوسرے طریق سے خواہ وہ طریق مسند ہو یا مرسل ہو لفظاً
ہو یا معناً ہو قوت ملجاوے تو مقبول ہے اس واسطے کہ محذوف راوی کا ثقہ ہونا
فی نفس الامر مرجح الاحتمال ہو گیا ہے - اور ابو بکر رازی صاحب شرعۃ الاسلام حنفیوں
سے اور ابو الولید باجی مالکیوں میں سے نقل کرتے ہیں کہ اگر یہ پتہ لگ جائے کہ ارسال
کرنے والا ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کر دیتا ہے تو اس کی مرسل بالاتفاق مقبول
نہ ہوگی (اور حال مخفی رہنے پر بھی غیر ہی مقبول ہو وے گی -)

اَلْمُعْضَلُ وَالْمُنْقَطِعُ

(وَ الْقِسْمُ الثَّالِثُ) مِنْ اَقْسَامِ السَّقْطِ مِنَ الْاِسْنَادِ اِنْ كَانَ
بِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِيْ فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَاِلَّا بِاَنْ
كَانَ السَّقْطُ اثْنَيْنِ غَيْرَ مُتَوَالِيَيْنِ فِيْ مَوْضِعَيْنِ مَثَلًا فَهُوَ الْمُنْقَطِعُ
وَكَذَا اِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ اَوْ اَكْثَرُ مِنِ اثْنَيْنِ لٰكِنْ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِيْ)

مُعْضَل اور مُنْقَطِع کا بیان

اور مردود کا تیسرا قسم جو اسناد حدیث سے سقوط کے اقسام میں سے واقع ہوتا ہے -
یہ سقوط راوی کا اسناد حدیث میں اگر دو راویوں یا دو سے زائد کے ساتھ پے در پے
برابر ایک جگہ سے ہو تو یہ قسم مُعْضَل ہے - لغت میں معضل ماندہ چیز کو کہتے ہیں
گویا راوی نے اس کو تھکا کر چھوڑ دیا ہے - اور دوسرا کوئی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا

اور اگر راوی کا گرنا سند سے بطرز مذکور نہو۔ یعنی دو راوی مثلاً سند کی ایک جگہ سے نہ گرے ہوں۔ سند کی متفرق جگہوں سے دو راوی ساقط ہوئے ہوں تو یہ حدیث منقطع ہے۔ اور اسیطرح اگر صحابی سے پہلے ایک راوی گرجاوے یا دو سے زیادہ راوی بشرط عدم توالی ساقط ہوں تو بھی منقطع ہے۔

اَلْمُدَلَّسُ

(ثُمَّ) اِنَّ (السَّقْطَ) مِنَ الْاِسْنَادِ (قَدْ يَكُوْنُ وَاضِحًا) يَحْصُلُ الْاِشْتِرَاكُ فِىْ مَعْرِفَتِهٖ لِكَوْنِ الرَّاوِىْ مَثَلًا لَمْ يُعَاصِرْ مَنْ رَوٰى عَنْهُ (اَوْ) يَكُوْنُ (خَفِيًّا) فَلَا يُدْرِكُهٗ اِلَّا الْاَئِمَّةُ الْحُذَّاقُ الْمُطَّلِعُوْنَ عَلٰى طُرُقِ الْحَدِيْثِ وَعِلَلِ الْاَسَانِيْدِ (فَالْاَوَّلُ) وَهُوَ الْوَاضِحُ (يُدْرَكُ بِعَدَمِ التَّلَاقِىْ) بَيْنَ الرَّاوِىْ وَشَيْخِهٖ بِكَوْنِهٖ لَمْ يُدْرِكْ عَصْرَهٗ اَوْ اَدْرَكَهٗ لٰكِنْ لَمْ يَجْتَمِعَا وَلَيْسَتْ لَهٗ مِنْهُ اِجَازَةٌ وَلَا وِجَادَةٌ (وَمِنْ ثَمَّ اُحْتِيْجَ اِلَى التَّارِيْخِ) لِتَضَمُّنِهٖ تَحْرِيْرَ مَوَالِيْدِ الرُّوَاةِ وَوَفِيَاتِهِمْ وَاَوْقَاتِ طَلَبِهِمْ وَاَرْتِحَالِهِمْ وَقَدِ افْتَضَحَ اَقْوَامٌ اِدَّعَوُا الرِّوَايَةَ عَنْ شُيُوْخٍ ظَهَرَ بِالتَّارِيْخِ كَذِبُ دَعْوَاهُمْ۔

مدلس کا بیان

اور اسناد سے راوی کا ساقط ہونا گاہے واضح وظاہر ہوتا ہے۔ معرفت اس کی عام طور پر حذاق وغیرہ کو بالاشتراک ہوتی ہے مثلاً جیسے کہ ایک راوی کسی ایسے شیخ سے روایت کرے جس کا اُس نے زمانہ نہ پایا ہو۔ اور گاہے سند سے راوی کا گرنا پوشیدہ ہوتا ہے اس کو سوائے آئمہ حذاق کے جو سند حدیث وعلل اسانید کی کامل مہارت رکھتے ہوں۔ غیر کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ پس پہلا

مرسل خفی کا بیان

اور مرسل خفی جو ہم عصر غیر ملاقاتی ہو جسکے ساتھ ارسال کرنے والے راوی کی ملاقات
ثابت نہیں بلکہ اسکے اور اسکے درمیان میں ایک واسطہ ہے جسکو چھوڑ کر یہ راوی
اوپر کے شیخ سے حدیث روایت کرتا ہے غیر مقبول اور مردود ہے مدلس کی طرح۔
اور مدلس و مرسل خفی کے درمیان باریک فرق ہے سوائے حاذق کے ہر ایک اس کو
سمجھ نہیں سکتا اس لیے ہم اسکو ظاہر کرتے ہیں وہ فرق یہ ہے کہ تدلیس انہیں راویوں
سے مختص ہے۔ جو اپنے معروف اللقاء استاذوں سے روایت کریں۔ اور اگر راوی نے
شیخ حدیث کا زمانہ پایا ہو۔ اور ملاقات انکی بلاواسطہ اُس شیخ سے روایت کرے تو یہ
مرسل خفی ہے (یعنی مدلس میں لقا ثابت ہے اور مرسل خفی میں لقا نہیں)

(وَمَنْ اَدْخَلَ فِي تَعْرِيفِ التَّدْلِيسِ الْمُعَاصَرَةَ وَلَوْ بِغَيْرِ لُقِيٍّ لَزِمَهُ دُخُولُ
الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ فِي تَعْرِيفِهِ وَالصَّوَابُ التَّفْرِقَةُ بَيْنَهُمَا وَيَدُلُّ عَلَى اَنَّ
اِعْتِبَارَ اللُّقِيِّ فِي التَّدْلِيسِ دُونَ الْمُعَاصَرَةِ وَحْدَهَا لَا بُدَّ مِنْهُ اِطْبَاقُ
اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلَى اَنَّ رِوَايَةَ الْمُخَضْرَمِينَ كَاَبِي عُثْمَانَ
النَّهْدِيِّ وَقَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
وَسَلَّمَ مِنْ قَبِيلِ الْاِرْسَالِ لَا مِنْ قَبِيلِ التَّدْلِيسِ۔ وَلَوْ كَانَ مُجَرَّدُ
الْمُعَاصَرَةِ يُكْتَفَى بِهِ فِي التَّدْلِيسِ لَكَانَ هٰؤُلَاءِ مُدَلِّسِينَ لِاَنَّهُمْ
عَاصَرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ قَطْعًا وَلٰكِنْ
لَمْ يُعْرَفْ هَلْ لَقُوهُ اَمْ لَا)

اور جو عالم تدلیس کی تعریف میں بغیر ملاقات کے معاصرت کو داخل کرلیتے ہیں جیسے
صاحب کتاب خلاصہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی سنہ ۷۴۳ھ تو اسکو مرسل خفی بھی
تدلیس کی تعریف میں داخل کرنی پڑیگی۔ اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں میں تفرقہ جدائی
ہے اسواسطے کہ ارسال خفی میں عدم ملاقات شرط ہے گو انقطاع میں تدلیس کے ساتھ

مشترک ہے (اور تدلیس میں ملاقات شرط ہے) اور محدثین کا اتفاق اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تدلیس میں فقط ملاقات سوائے معاصرت کے ضروری ہے - یعنی مجرد معاصرت اس میں کافی نہیں - اور وہ اتفاق انکا اس امر میں یہ ہے کہ مخضرمین ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابو حازم جیسوں کی روایتوں کو جو یہ لوگ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم سے کرتے ہیں محدثین نے ارسال کے قسم میں رکھا ہے اور تدلیس میں نہیں رکھا - اگر مجرد معاصرت تدلیس میں کافی ہوتی تو مخضرمین مدلسین ہوتے اسواسطے کہ اُنھوں نے زمانہ نبوی تو یقینی اور قطعی طور پر پایا ہے - لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات سے بھی بہرہ اندوز ہوئے ہیں یا نہ (مخضر اسم مفعول ہے مخضرمہ سے - لغوی معنے اس کا اونٹ کا کان کاٹنا ہے اور ان کو قطع ملاقات سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کی وجہ سے مخضرمین کہا گیا ہے - تعداد ان کی امام مسلم مقدمہ صحیح میں بیس۲۰ تک ذکر کرتے ہیں زیادہ تفصیل ان کی آگے آئیگی)

(وَمِمَّنْ قَالَ بِاشْتِرَاطِ اللِّقَاءِ فِي التَّدْلِيسِ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ وَأَبُو بَكْرٍ الْبَزَّارُ وَكَلَامُ الْخَطِيبِ فِي الْكِفَايَةِ يَقْتَضِيهِ وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ - وَيُعْرَفُ عَدَمُ الْمُلَاقَاتِ بِإِخْبَارِهِ عَنْ نَفْسِهِ بِذَلِكَ أَوْ بِجَزْمِ إِمَامٍ مُطَّلِعٍ وَلَا يَكْفِي أَنْ يَقَعَ فِي بَعْضِ الطُّرُقِ زِيَادَةُ رَاوٍ وَاحِدٍ بَيْنَهُمَا لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمَزِيدِ وَلَا يُحْكَمُ فِي هَذِهِ الصُّوَرِ بِحُكْمٍ كُلِّيٍّ لِتَعَارُضِ احْتِمَالِ الْاِتِّصَالِ وَالْاِنْقِطَاعِ - وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابَيْنِ كِتَابُ التَّفْصِيلِ لِمُبْهَمِ الْمَرَاسِيلِ وَكِتَابُ الْمَزِيدِ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ - وَانْتَهَتْ هُنَا أَقْسَامُ حُكْمِ السَّاقِطِ مِنَ الْإِسْنَادِ)

اور جو علماء تدلیس میں لقاء کو شرط ٹھہراتے ہیں اُنمیں سے امام شافعی اور ابو بکر بزار ہیں اور خطیب کا کلام بھی اُن کی کتاب کفایہ سے اسی امر کی اقتضا کرتا ہے - اور معتبر بھی یہی قول ہے - اور عدم ملاقات دو طرح معلوم ہوتی ہے - ایک تو یہ کہ مدلس راوی خود بخود اقرار کرے کہ میں نے فلاں شیخ سے نہیں سنا جیسا کہ علی بن حشرم سفیان بن عیینہ

قسموں کے احکام بھی یہانتک ختم ہوئے۔ اب راوی کے طعن کا ذکر ہے۔

اَلطَّعْنُ فِی الرَّاوِیْ

(ثُمَّ الطَّعْنُ) یَکُوْنُ بِعَشْرَۃِ اَشْیَاءَ بَعْضُھَا اَشَدُّ فِی الْقَدْحِ مِنْ بَعْضٍ خَمْسَۃٌ مِنْھَا یَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَۃِ۔ وَخَمْسَۃٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ وَلَمْ یَحْصُلِ الْاِعْتِنَاءُ بِتَمْیِیْزِ اَحَدِ الْقِسْمَیْنِ مِنَ الْاٰخَرِ لِمَصْلِحَۃٍ اِقْتَضَتْ ذٰلِکَ وَھِیَ تَرْتِیْبُھَا عَلَی الْاَشَدِّ فَالْاَشَدِّ فِیْ مُوْجَبِ الرَّدِّ عَلٰی سَبِیْلِ التَّدَلِّیْ لِاَنَّ الطَّعْنَ (اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ لِکَذِبِ الرَّاوِیْ) فِی الْحَدِیْثِ النَّبَوِیِّ بِاَنْ یَرْوِیَ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ مَا لَمْ یَقُلْہُ مُتَعَمِّدًا لِذٰلِکَ (اَوْ تُھْمَتِہٖ بِذٰلِکَ) بِاَنْ لَا یُرْوٰی ذٰلِکَ الْحَدِیْثُ اِلَّا مِنْ جِھَتِہٖ وَیَکُوْنُ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُوْمَۃِ وَکَذَا مَنْ عُرِفَ بِالْکَذِبِ فِیْ کَلَامِہٖ وَاِنْ لَمْ یَظْھَرْ مِنْہُ وُقُوْعُ ذٰلِکَ فِی الْحَدِیْثِ النَّبَوِیِّ وَھٰذَا دُوْنَ الْاَوَّلِ)

راوی کے مطعون ہونے کے اسباب

راوی میں طعن دس وجہوں سے ہوتا ہے۔ انہیں سے بعض وجوہات قدح میں بعض سخت ہیں بعض سے۔ پانچ اسباب[1] تو اُن میں سے راوی کی عدالت سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ راوی کے حفظ اور ضبط کے متعلق ہیں۔ اور باقتضاء مصلحت یہ

[1] ایک اُن وجوہات خمسہ سے راوی کا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر جھوٹ بولنا یعنی عمداً دوم تہمت کذب ہونا سیوم راوی کا فاسق ہونا چہارم راوی کا مجہول الحال ہونا پنجم راوی کا بدعتی ہونا اور وجوہات باقی ضبط سے تعلق رکھتے ہیں کہ اُن سے راوی کی فاحش غلطی ہے۔ دوم راوی کی حدیث کے لیتے وقت غفلت کرنی سیوم راوی کو وہم ہو جانا۔ چہارم ثقہ راویوں کے برخلاف روایت کرنا پنجم راوی کا سوء حفظ ہونا
سرامتہ سلمہ اللہ تعالےٰ

اَلْمَوْضُوْعُ

(فَا) اَلْقِسْمُ (الْاَوَّلُ) وَهُوَ الطَّعْنُ بِكَذِبِ الرَّاوِيْ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ هُوَ (الْمَوْضُوْعُ) وَالْحُكْمُ عَلَيْهِ بِالْوَضْعِ اِنَّمَا هُوَ بِطَرِيْقِ الظَّنِّ الْغَالِبِ لَا بِالْقَطْعِ اِذْ قَدْ يَصْدُقُ الْكَذُوْبُ لٰكِنْ لِاَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ مَلَكَةٌ قَوِيَّةٌ يُمَيِّزُوْنَ بِهَا ذٰلِكَ وَاِنَّمَا يَقُوْمُ بِذٰلِكَ مِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اطِّلَاعُهُ تَامًّا وَذِهْنُهُ ثَاقِبًا وَفَهْمُهُ قَوِيًّا وَمَعْرِفَتُهُ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى ذٰلِكَ مُتَمَكِّنَةً۔ وَقَدْ يُعْرَفُ الْوَضْعُ بِاِقْرَارِ وَاضِعِهٖ۔ قَالَ ابْنُ دَقِيْقِ الْعِيْدِ لٰكِنْ لَا يُقْطَعُ بِذٰلِكَ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ كَذَبَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اِنْتَهٰى وَفَهِمَ مِنْهُ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اَصْلًا لِكَوْنِهٖ كَاذِبًا۔ وَلَيْسَ ذٰلِكَ مُرَادَهٗ وَاِنَّمَا نَفَى الْقَطْعَ بِذٰلِكَ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ نَفْيِ الْقَطْعِ نَفْيُ الْحُكْمِ لِاَنَّ الْحُكْمَ يَقَعُ بِالظَّنِّ الْغَالِبِ وَهُوَ هُنَا كَذٰلِكَ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمَا سَاغَ قَتْلُ الْمُقِرِّ بِالْقَتْلِ وَلَا رَجْمُ الْمُعْتَرِفِ بِالزِّنَا لِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَا كَاذِبَيْنِ فِيْمَا اعْتَرَفَا بِهٖ۔

موضوع حدیث کا بیان

پس قسم اول یعنی جس میں راوی کو حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کے سبب طعن کیا گیا ہے وہ قسم موضوع ہے اور اس حدیث کو وضعی کہنا غالب ظن کے رو سے ہے قطعی طور پر اس کو وضعی نہیں کہا جاتا اس واسطے کہ جھوٹا آدمی بھی کبھی سچ کہہ دیا کرتا ہے۔ لیکن اہل حدیث کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا ملکہ قویہ اپنے دین کی حفاظت کے واسطے عطا کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے جھوٹ کو تمیز کر لیتے ہیں مگر اس مشکل [illegible]

وہی کملا آگر قدم رکھتے ہیں جن کی اطلاع کامل اور ذہن ثاقب اور فہم قوی ـ اور قرائن
دالہ وضع پر معرفت راسخ ہوتی ہے ـ (ہر ایک کا کام نہیں) اور گاہے وضعیت حدیث
کی وضع کے اقرار سے بھی معلوم ہو جاتی ہے (جیسا کہ ابو عصمہ نے خود اقرار کر لیا تھا جب
اُس سے دریافت کیا گیا کہ قرآن شریف کی ہر ایک سورۃ کی فضیلت میں جو تم عکرمہ
اور ابن عباس سے حدیثیں بیان کرتے ہو ان کی سند کہاں ہے تو اُس نے کہا کہ مینے دیکھا
کہ لوگ فقہ حنفیہ او مغازی محمد بن اسحٰق کو پڑھتے ہیں اور قرآن شریف کی طرف توجہ
نہیں کرتے اسواسطے مینے ثواب سمجھکر یہ حدیثیں تراشی ہیں کہ لوگ قرآن مجید کیطرف
رغبت کریں انتہے ـ اس قسم کی وضعی حدیثوں کو مفسرین میں سے واحدی ثعلبی ـ
زمخشری ـ بیضاوی ـ ابو السعود اپنی تفسیروں میں سورتوں کے فضائل میں
بیان کرتے ہیں) ابن دقیق العید القوصی الشافعی المتوفی ۷۰۲ھ فرماتے ہیں راوی کے
اقرار سے کہ مینے خود اس حدیث کو بنا لیا ہے ـ اسکے وضعیت پر قطعی حکم نہیں پایا جاتا
احتمال ہے کہ اُس نے اس اقرار میں جھوٹ کہا ہو انتہے آپکے قول سے بعض لوگ یہ سمجھے
ہیں کہ اصلاً راوی کے اس اقرار پر عمل نکیا جاوے اسواسطے کہ وہ جھوٹا ہے اس کی
بات کا کیا اعتبار ہے ـ لیکن ابن دقیق کا یہ مطلب نہیں آپکا مطلب تو وضعی قطعی
کی نفی کرنی ہے ـ مگر نفی قطعی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی اسواسطے کہ حکم تو سوائے قطعیت
کے غالب ظن پر بھی دیا جاتا ہے اور وہ صورت یہاں موجود ہے ـ اور اگر غالب ظن پر
حکم دینا ناجائز ہوتا تو قاتل کو اسکے اقرار پر نہ مارا جاتا ـ اور زانی کو زنا کا اقرار کرنے پر
رجم نہ کیا جاتا ـ اسواسطے کہ احتمال یہاں بھی گنجایش رکھتا ہے شاید یہ دونوں مجرم اپنے اقرار

سے ابن دقیق العید ۶۱۵ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد سے علم فقہ پڑھکر مصر و شام کیطرف حدیث کی تحصیل کے
واسطے سفر کیا آپ کے اساتذہ شیخ عز الدین بن عبد السلام ـ ابن رواح ـ ابن عبد الدائم زین خالد وغیرہم ہیں
اول میں آپ مالکی تھے ـ پھر شافعی مذہب اختیار کیا ـ علماء فرماتے ہیں کہ آپ مجتہد زمانہ تھے اور اکثر محققین
کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صحابی کے زمانہ سے لیکر ۷۰۲ھ تک ابن دقیق کی طرح کوئی عالم متون و معانی حدیث
کا سمجھنے والا نہیں ہوا اور اس قول کے ثبوت میں ابن دقیق کی کتاب جو الالمام پر بطور شرح کے اُنہوں نے لکھی ہے چند گواہ ہے
جس میں آپ براء بن عازب کی حدیث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیسبح بهما ناعن سبع سے چار سو فوائد استنباط کرتے
ہیں ۷۰۲ھ میں آپکا انتقال ہوا ـ ۱۲ منہ ـ

ہیں جھوٹے تھے ہوں۔

روَمِنَ الْقَرَائِنِ الَّتِیْ یُدْرَكُ بِهَا الْوَضْعُ مَا یُوْجَدُ مِنْ حَالِ الرَّاوِیْ كَمَا وَقَعَ لِمَامُوْنَ بْنِ اَحْمَدَ اَنَّهٗ ذُكِرَ بِحَضْرَتِهِ الْخِلَافُ فِیْ كَوْنِ الْحَسَنِ سَمِعَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَمْ لَا فَسَاقَ فِی الْحَالِ اِسْنَادًا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعَ الْحَسَنُ مِنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَكَمَا وَقَعَ لِغِیَاثِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ حَیْثُ دَخَلَ عَلَی الْمَهْدِیِّ فَوَجَدَهٗ یَلْعَبُ بِالْحَمَامِ فَسَاقَ فِی الْحَالِ اِسْنَادًا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا سَبَقَ اِلَّا فِیْ خُفٍّ اَوْ نَصْلٍ اَوْ حَافِرٍ اَوْ جَنَاحٍ فَعَرَفَ الْمَهْدِیُّ اَنَّهٗ كَذَبَ لِاَجْلِهٖ فَاَمَرَ بِذَبْحِ الْحَمَامِ۔

اور سوائے اقرار راوی کے وہ قرائن جنسے حدیث کا وضع ہونا معلوم ہوتا ہے انہیں سے ایک قرینہ راوی کی حالت ہے۔ مثلاً امیروں کی صحبت میں رہتا ہو اور انکی خواہشوں کے موافق حدیثیں گھڑتا ہو) جیسا کہ مامون بن احمد کے روبرو حسن بصری کے سماع میں بحث ہوئی کہ انکا حضرت ابوہریرہ سے سماع ثابت ہے یا نہ تو مامون نے فی الحال ایک متصل سند نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک گھڑ کر اسکے اخیر میں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ حسن بصری نے ابوہریرہ سے سُنا ہے اور علماء کہتے ہیں لوگوں نے امام شافعی رح کے مذہب کا خراسان میں پھیلنا مامون کے آگے ذکر کیا تو اُس کمبخت نے جھٹ ایک اسناد مرفوع بنا کر یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس فتنۃ اضر من ابلیس امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مذمت میں بنا سنائی اور امام اعظم رح کی تعریف میں ویکون رجل یقال لہ ابوحنیفۃ ہو سراج امتی یہ بھی اسے مامون نے بنائی ہے ذکرہ اللقانی۔۔ اور قرینہ اولیٰ کی دوسری نظیر یہ ہے جو غیاث بن ابراہیم کی حالت سے معلوم ہوتی ہے خلیفہ محمد بن المنصور عبد اللہ العباسی المہدی کو الخلیفہ

سلہ قولہ لا سبق قال الدمیری فی حیوۃ الحیوان فالسبق بفتح الباء ما یجعل للسابق علی سبقہ من جُعل وجمعہ اسباق وبالسکون مصدر والروایۃ الصحیحۃ فی ھذا الحدیث لا سبق بفتح الباء واریدان الجعل والعطاء لا یستحق الا فی سباق الخیل والابل النصال لان ھذا الامور عدۃ فی قتال العدو وفی بذل الجعل علیہا ترغیب فی الجہاد انتہی ۱۲ منہ

ہارون رشید کے پاس جب غیاث بن ابراہیم گیا اور مہدی اسوقت کبوتروں سے کھیل رہا تھا پس غیاث بن ابراہیم نے مہدی کے خوش کرنے کے واسطے جھٹ ایک متصل سند نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک گھڑ کر کہا کہ آپ فرماتے ہیں شرط لگانی گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی اور شتر دوانی اور کبوتر بازی ہی میں ہے . . . . پس اس حدیث مرویہ ابوداؤد و ترمذی . . . . و نسائی میں جو ابوہریرہ سے اونہوں نے نقل کی ہے اس کے اخیر میں جناح کا لفظ جسکا معنی کبوتر بازی ہے غیاث نے اپنی طرف سے زیادہ کر دیا اور مہدی نے معلوم کیا کہ میری تفریح خاطر کے واسطے بدبخت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ آلہ وصحبہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے۔ ایسی خوشی کا قبح ہی بہتر ہے پس اُسیوقت کبوتر ذبح کرا دیا۔ کبوتر کا ذبح کرنا کیا تھا گویا اُس جھوٹے غیاث کو ذبح کر دیا۔

وَمِنْهَا مَا يُوجَدُ مِنْ حَالِ الْمَرْوِيِّ كَأَنْ يَكُونَ مُنَاقِضًا لِنَصِّ الْقُرْآنِ أَوِ السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ أَوِ الْإِجْمَاعِ الْقَطْعِيِّ أَوْ صَرِيحِ الْعَقْلِ حَيْثُ لَا يَقْبَلُ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ التَّاوِيلَ - ثُمَّ الْمَرْوِيُّ تَارَةً يَخْتَرِعُهُ الْوَاضِعُ - وَتَارَةً يَأْخُذُ مِنْ . . . . كَلَامِ غَيْرِهِ كَبَعْضِ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَوْ قُدَمَاءِ الْحُكَمَاءِ أَوِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ أَوْ يَأْخُذُ حَدِيثًا ضَعِيفَ الْإِسْنَادِ فَيُرَكِّبُ لَهُ إِسْنَادًا صَحِيحًا لِيَرُوجَ -)

اور کبھی وضعی ہونا حدیث کا اُس حدیث کی حالت سے ہی معلوم ہو جاتا ہے اس طرح کہ وہ روایت مخالف صریح قرآن یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے ہوتی ہے یا صریح عقل کے مخالف ہوتی ہے اور کسی طرح اس کا معنی درست نہیں ہو سکتا اور بناوٹ موضوع حدیث کی کئی طرح ہوتی ہے۔ کبھی تو واضع خود گھڑ لیتا ہے (جیسا کہ محمد بن عکاشہ نے جب لوگوں نے اُسے کہا کہ لوگ نماز میں رکوع کو جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں تو اُس نے رفع یدین کے عدم جواز میں جھٹ حدیث اس طرح گھڑ لی کہ مسیب بن واضح نے مجھسے حدیث بیان کی ہے اسکو ابن مبارک نے

بنائی ہے وہ یونس بن یزید سے روایت کرتے ہیں وہ زہری سے مرفوعًا کہ جو کوئی نماز میں رفع یدین کرے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی کذا فی امعان النظر) اور گاہے وضعی حدیث بنانے والا خود تو نہیں بناتا لیکن غیر کے کلام کو لیکر جیسے کہ بعض سلف صالحین صحابہ و تابعین کا کلام ہو یا حکماء یونان بقراط سقراط یا اقاویل اسرائیلیہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی طرف نسبت کر دیتا ہے یا ضعیف الاسناد حدیث کو لے کر اس کے اول میں صحیح اسناد لگا دیتا ہے کہ وہ ضعیف حدیث مروج ہو جاوے ۔

(والحامل للواضع على الوضع - انما عدم الدين كالزنادقة - او غلبة الجهل كبعض المتعبدين - او فرط العصبية كبعض المقلدين - او اتباع هوى بعض الرؤساء او الاغراب لقصد الاشتهار)

(اور بواعث وضع کرنے حدیث کے پانچ ہیں - ایک ان سے بیدینی ہے جیسے کہ زنادقہ یعنی بیدین لوگ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتے ہیں غرض ان کی یہ ہوتی ہے کہ باقی لوگ بھی انکے موافق ہو جاویں - زندیق وہ ہے جو ظاہرًا اپنا اسلام ظاہر کرے اور دل میں کافر ہووے - اور بعض نے زندیق کا یہ معنے بھی کیا ہے کہ جو شخص کسی دین و مذہب کا پابند نہو وہ زندیق ہے - ان بیدینوں نے بقول حماد بن زید کے جیسا کہ عقیلی نے اُن سے نقل کیا ہے چودہ ہزار حدیث وضعی بنائی ہیں - مہدی کہتے ہیں میرے آگے ایک شخص زندیقوں میں سے قائل ہوا کہ اُس نے ایک سو حدیث بنائی ہے اور کہا کہ وہ بنائی ہوئی حدیثیں میرے لوگوں میں متداول بھی ہو گئی ہیں - ذکرہ البخاری ابن عدی کہتے ہیں جب عبد الکریم بن العوجاء جھوٹی حدیثیں بنانے والا اس جرم میں پکڑا گیا - اور حاکم وقت محمد بن سلیمان بن علی نے اسکے قتل کا حکم دیا تو اُس نے مرتے وقت لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ چار ہزار حدیثیں گھڑ رہا ہوں جن میں میں نے اپنی طرف سے کئی چیزوں کو حلال اور کئی چیزوں کو حرام ٹھرایا ہے - اور انہیں بیدینوں میں سے ایک حارث کذاب گذرا ہے جس نے نبوت کا دعوے بھی کیا تھا - ان لوگوں کی طرح اور بیدینوں نے بھی دین اسلام

اور یحیٰی بن معین کو فرمایا جانے دو اسکو اور وہ واعظ گذاب ان دونوں سے مسخری کرتا ہوا نکل گیا۔ انتہٰی۔

وَكُلُّ ذٰلِكَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ إِلَّا أَنَّ بَعْضَ الْكَرَّامِيَّةِ وَبَعْضَ الْمُتَصَوِّفَةِ نُقِلَ عَنْهُمْ إِبَاحَةُ الْوَضْعِ فِي التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَهُوَ خَطَاءٌ مِنْ فَاعِلِهِ نَشَأَ عَنْ جَهْلٍ لِأَنَّ التَّرْغِيْبَ وَالتَّرْهِيْبَ مِنْ جُمْلَةِ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى أَنَّ تَعَمُّدَ الْكَذِبِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ وَبَالَغَ أَبُوْ مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيُّ فَكَفَّرَ مَنْ تَعَمَّدَ الْكَذِبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى تَحْرِيْمِ رِوَايَةِ الْمَوْضُوْعِ إِلَّا مَقْرُوْنًا بِبَيَانِهِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

اور شارع یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ بارک وسلم پر سب قسم کا جھوٹ کہنا خواہ وہ حلال میں ہو یا حرام میں فضائل اعمال میں ہو یا ترہیب میں باجماع معتد بہ امت مرحومہ کے حرام ہے۔ مگر بعض کرامیہ[1] اور بعض صوفیوں سے ترغیب و ترہیب میں حدیثیں وضع کرنے کی اباحت منقول ہے۔ لیکن یہ غلطی ہے اُن لوگوں کی اور باعث اس غلطی کا اُن کی جہالت ہے اس واسطے کہ ترغیب و ترہیب احکام شرعیہ سے ہے کہ واجب یا مندوب پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ اور حرام یا مکروہ پر عذاب پس حکم مرتب کرنے ثواب و عذاب کا

ہ ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی فقیہ شافعی امام الحرمین کے والد ہیں۔ آپ عالم تفسیر فقہ۔ اصول میں بہت عظیم و جلیل امام وقت تھے۔ آپکی تفسیر انواع علوم پر مشتمل ہے۔ علم فقہ میں تبصرہ وتذکرہ مختصر المختصر الفرق والجمع والسلسلہ موقف الاامام والماموم آپکی تصنیف ہے۔ علاوہ علوم مذکورہ کے حدیث کی بھی بہت کچھ آپکو سماعت ہے ۴۳۸ھ میں یا ۴۳۴ھ میں آپکا انتقال ہوا جوین بضم ج وسکون ی نیشاپور کی اطراف میں ایک بڑا علاقہ ہے مشتمل بر دیہات کثیرہ مجمع کے ۱۲ منہ

[1] کرامیہ ایک فرقہ ہے منسوب اپنے پیشوا ابو عبدالکریم کیطرف یہ شخص اول میں متعبد تھا پھر اس سے کفر یا ظاہر ہوئے جیسے کہ اُس کا قول تھا کہ ایمان فقط تلفظ زبانی ہی ہے گو دل میں کفر مضمر ہو اور خدا تعالیٰ پر جوہر کا اطلاق کیا علاوہ ازیں اور خرابیاں بھی اُس نے ظاہر کیں اس وجہ سے بیت المقدس کے جیلخانہ میں قید کیا گیا آٹھ سال تک وہاں ہی قید رہ کر ۲۵۵ھ میں اسی جیلخانہ میں مرا ۱۲ منہ

رکھتے اُنکے نزدیک یہ قسم منکر ہے اور جو علماء منکر کی تعریف میں مخالفت راوی کی ثقات سے شرط رکھتے ہیں اُن کو چاہئے کہ اس قسم کو اور جو اسکے بعد آتا ہے معلل کہیں اسواسطے کہ اس میں علت قادحہ صحت کو موجود ہے اور لقانی کہتے ہیں یہ علما اپنے اصول کے موافق متروک بھی اسکو کہہ سکتے ہیں) اور اسیطرح اس جماعت کی رائے پر جو منکر کی تعریف میں مخالفت کی قید کو شرط نہیں رکھتے قسم ثالث کی طرح جس کی غلطیاں زائد ہیں قسم رابع جو غفلت زیادہ کرتا ہے اور قسم خامس جس کا فسق ظاہر ہوا ہے ان دو قسموں کے راویوں کی حدیث بھی منکر ہے۔

اَلْمُعَلَّلُ

رثُمَّ الْوَهْمُ) وَهُوَ الْقِسْمُ السَّادِسُ - وَاِنَّمَا اَفْصَحَ بِهِ لِطُوْلِ الْفَصْلِ رِاِنْ اُطْلِعَ عَلَيْهِ) اَیْ عَلَى الْوَهْمِ رِبِالْقَرَائِنِ) اَلدَّالَّةِ عَلٰى وَهْمِ رَاوِيْهِ مِنْ وَصْلِ مُرْسَلٍ اَوْ مُنْقَطِعٍ اَوْ اِدْخَالِ حَدِيْثٍ فِیْ حَدِيْثٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الْاَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَ يَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ رِوَجَمْعِ الطُّرُقِ) فَهٰذَا هُوَ الْمُعَلَّلُ) وَهُوَ مِنْ اَغْمَضِ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَاَدَقِّهَا - وَلَا يَقُوْمُ بِهٖ اِلَّا مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهْمًا ثَاقِبًا وَحِفْظًا وَاسِعًا وَمَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ وَمَلَكَةً قَوِيَّةً بِالْاَسَانِيْدِ وَالْمُتُوْنِ وَلِهٰذَا لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ اِلَّا قَلِيْلٌ مِنْ اَهْلِ هٰذَا الشَّانِ كَعَلِیِّ بْنِ الْمَدِيْنِیِّ وَاَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ وَالْبُخَارِیِّ وَيَعْقُوْبَ ابْنِ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبِیْ زُرْعَةَ وَالدَّارَقُطْنِیِّ - وَقَدْ يَقْصُرُ عِبَارَةُ الْمُعَلِّلِ عَنْ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلٰى دَعْوَاهُ كَالصَّيْرَفِیِّ فِیْ نَقْدِ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ)

قسم معلل کا بیان

ان پانچ قسموں کے بعد راوی کا وہم ہے یعنی روایت کو وہم کے طور پر بیان کرنا
اور یہ وہم اقسام مردودہ میں سے چھٹا قسم ہے - چونکہ یہ وہم بہ نسبت اقسام سابقہ کے
دور کے فیصلہ پر مذکور ہوا ہے - اس لئے اس کا صاف نام لے لیا ہے - اگر قرائن
دالہ سے راوی کے وہم پر اطلاع ہو جاوے کہ وہ اپنے وہم سے مرسل کو موصول یا منقطع
کو موصول کر دیتا ہے - یا ایک حدیث کو دوسری میں ملا دیتا ہے یا اس کی مثل اور
کسی طرح کا وہم کرتا ہے - جیسے موقوف کو مرفوع کر دینا یا ضعیف راوی کی جگہ وہم
سے ثقہ راوی سند میں رکھ دینا - ایسے علل قادحہ صحت کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی
روایت مردود ہے - یہ وہم راوی کو دو طرح واقع ہوتا ہے ایک تو سند میں اور یہ
اکثر ہے - دوسرا متن میں کہ ایک حدیث کو دوسری میں ملا دیوے اور یہ نسبت اول کے
کم ہے - اور پتہ اس وہم کا تتبع اور بہت سی سندوں کو جمع کرکے انمیں غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے اور اس وہمی راوی کی روایت کو معلل کہتے ہیں -
دریافت کرنا اس قسم کا علوم حدیث کے سب انواع سے بہت زیادہ دقیق اور پوشیدہ
ہے اور اسے دقت کی وجہ سے اس فن کو علماء میں سے کسی نے نہیں لیا - مگر خاص انھیں متجرین
نے جن کو اللہ تعالے نے نورانی فکر او حفظ واسع اور معرفت کامل بمراتب راویوں کی عنایت
کی ہے - اور ملکہ قویہ سندوں اور متنوں کے سمجھنے کا عطا کیا ہے اور اسے وقت ہی کی وجہ
سے اس فن میں محدثین میں سے جماعت قلیلہ ہی نے جیسے کہ علی بن المدینی - احمد حنبل
امام بخاری - یعقوب بن ابی شیبہ - ابو حاتم - ابو زرعہ - دارقطنی نے کلام کیا ہے -
اور گاہے معلل کی عبارت اپنے دعوے پر حجت قایم کرنے سے قاصر ہوتی ہے کیونکہ
ہے کہ حدیث میں خلل ہے اور اس خلل کو بیان نہیں کر سکتا جیسا کہ صراف دینار اور
درہم میں مخصوص کھوٹ ظاہر کرنے سے قاصر ہوتا ہے - ابن مہدی فرماتے ہیں یہ
الہام ربانی ہے اور حافظ ابو زرعہ سے ایک شخص نے اس کی کیفیت دریافت کی تو آپنے
اُسے فرمایا اس فن کے متعدد استاذوں سے علیحدہ علیحدہ دریافت کر پھر ان سب

ساتذہ کے اقوال آپس میں مطابق کر تجھے خود معلوم ہو جائے گا چنانچہ اس سائل نے ایسا ہی کیا اور سب سے ایک ہی جواب پایا۔ ابو زرعہ نے اُسے فرمایا تم اب جان لو کہ یہ علم الہام ہے۔)

مُدْرَجُ الْاِسْنَادِ

(ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ) وَهُوَ الْقِسْمُ السَّابِعُ (اِنْ كَانَتْ) وَاقِعَةً بِسَبَبِ (تَغْيِيْرِ السِّيَاقِ) اَیْ سِيَاقِ الْاِسْنَادِ فَالْوَاقِعُ فِيْهِ ذٰلِكَ التَّغْيِيْرُ (مُدْرَجُ الْاِسْنَادِ) وَهُوَ اَقْسَامٌ اربعة الْاَوَّلُ اَنْ يَّرْوِیَ جَمَاعَةٌ الْحَدِيْثَ بِاَسَانِيْدَ مُخْتَلِفَةٍ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُمْ رَاوٍ فَيَجْمَعُ الْكُلَّ عَلٰی اِسْنَادٍ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْاَسَانِيْدِ وَلَا يُبَيِّنُ الْاِخْتِلَافَ)

مُدرج الاسناد کا بیان

چھٹی قسم کے بعد مخالفت راوی کی ہے ثقات سے اور یہ طعن کا ساتواں قسم ہے یہ مخالفت اگر بسبب تغیر سیاق اسناد کے واقعہ ہو تو اس تغیر میں آنے والی حدیث کو مُدرج الاسناد کہتے ہیں۔ اور یہ چار قسم ہے پہلا قسم اس سے یہ ہے کہ ایک جماعت راویوں کی ایک حدیث کو مختلف سندوں سے روایت کرے۔ پھر اس جماعت سے ایک راوی اس حدیث کو اس طرح روایت کرے کہ اُن سب اسانید مختلفہ ملا کر ایک ہی سند بنا دیوے۔ اور اختلاف اس جماعت راویوں کا جو اس حدیث کے روایت کرنے میں ہے اس کو ذکر نہ کرے (اگر بیان کر دیوے کہ یہ سند فلاں کی اور یہ فلاں کی .... تو اس صورت میں مدرج الاسناد نہ ہوگی۔ مثال اس کی ترمذی کی یہ روایت ہے۔ عن بندار عن عبد الرحمن بن مهدی عن سفیان الثوری عن واصل ومنصور والاعمش عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن

عبد اللہ قال قلت یا رسول اللہ ای الذنب اعظم الحدیث اس حدیث میں منصور اور اعمش کی روایت پر واصل کی روایت مدرج ہے۔ اسواسطے کہ واصل نے اس سند میں عمرو کا ذکر نہیں کیا بلکہ ابو وائل عن عبد اللہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے کتاب المحاربین میں ان دونوں سندوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرکے دکھایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں عن عمرو بن علی عن یحیی عن سفیان عن منصور والاعمش کلاھما عن ابی وائل عن عمرو عن عبد اللہ وعن سفیان عن واصل عن ابی وائل عن عبد اللہ مگر اتنا فرق ہے کہ اعمش کو امام بخاری نے اسکے نام سلیمان سے اور عمرو کو اس کی کنیت میسرہ سے ذکر کیا ہے)

(الثَّانِی اَنْ یَکُوْنَ الْمَتْنُ عِنْدَ رَاوٍ اِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَاِنَّهٗ عِنْدَهٗ بِاِسْنَادٍ اٰخَرَ فَیَرْوِیْهِ عَنْهُ رَاوٍ تَامًّا بِالْاِسْنَادِ الْاَوَّلِ)

دوسرا قسم مدرج الاسناد کا یہ ہے کہ کسی راوی کے پاس اکثر متن ایک سند سے ہو مگر ایک حصہ اس متن کا دوسری سند سے ہو۔ اب آگے اس راوی سے اس کا شاگرد متن کے دونوں حصوں کو ملا کر پہلی ہی سند سے روایت کردیوے باوجودیکہ پہلی سند میں متن کا آخری حصہ نہیں مثال اوس کی وہ حدیث ہے جسکو ابو داؤد نے زائدہ اور شریک کی روایت سے اور نسائی نے ابن عیینہ کی روایت سے اور ان سب نے عاصم بن کلیب سے وہ اپنے باپ سے وہ وائل بن حجر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی نماز کی صفت میں بیان کرتا ہے اور اس کے بیان کرنے میں کہا ثم جئتھم بعد ذالک فی زمان فیہ برد شدید فرایت الناس علیھم جل الثیاب تحرک ایدیھم تحت الثیاب موسی بن ہارون کہتے ہیں ثم جئتھم کا لفظ ہمارے نزدیک وہم ہے اس اسناد سے نہیں بلکہ یہ لفظ عاصم عن

عبد الجبار بن وائل عن بعض اهله عن وائل بن حجر کی روایت سے ہے۔
(ومِنهُ أن يَسمعَ الحديثَ من شَيخِه إلا طرفاً مِنه فيَسمعُه عن شَيخِه
بِواسطةٍ فيَروِيه راوٍ عنه تاماً بحذف الواسطةِ)
اور مدرج الاسناد کے دوسرے قسم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ راوی ایک حدیث کا
حصہ شیخ سے بلا واسطہ سُنے اور ایک تھوڑا سا حصہ اُس کا کسی واسطہ کے ساتھ
اُس اُستاد سے سنے - پھر اُس حدیث کو روایت کرنے وقت بتمامہ شیخ سے
بحذف واسطہ نقل کر دیوے۔
(الثالثُ أن يكونَ عِندَ الراوي مَتنانِ مُختلِفانِ بإسنادَينِ مُختلِفَينِ
فيَروِيهما راوٍ عنه مُقتصِراً على أحدِ الإسنادَينِ - أو يَروي أحدَ
الحديثَينِ بإسنادِه الخاصِّ بهِ لكن يَزيدُ فيه مِنَ المتنِ
الآخرِ ما ليسَ في الأوّلِ)
قسم تیسرا مدرج الاسناد کا یہ ہے کہ ایک راوی کے پاس دو مختلف متن مختلف سندوں سے
ہوں پھر اس سے لینے والا شاگرد اس کا ان دونوں متنوں کو ایک ہی سند
پر مقصر کرکے بیان کرے یا اُن دونو حدیثوں میں سے ایک کو مخصوص بہ سند سے
روایت کرے لیکن دوسری متن سے اُس میں کچھ ایسے الفاظ زیادہ کر دیوے
جو پہلی میں نہیں (اس جگہ مدرج ایک حصہ متن کا ہوگا کہ ایک متن کو راوی نے دوسرے
متن میں ملا دیا ہے - اس کا ذکر مدرج المتن میں کرنا زیادہ مناسب تھا - مثال اس کی
سعید بن مریم کی روایت ہے جس کو امام مالک سے روایت کرتے ہیں اور زہری سے وہ انس سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ بارک وسلم نے فرمایا لا تباغضوا ولا
تحاسدوا ولا تنافسوا آخر حدیث تک اس حدیث میں لا تنافسوا کا کلمہ ابن مریم نے
دوسری حدیث سے ملا دیا ہے اور وہ حدیث جس سے یہ فقرہ لیا گیا ہے یہ ہے
مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة مرفوعاً ایاکم والظن فان الظن
اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا - اور یہ دونوں حدیثیں

اسیواسطے ابن حجر نے وضعی حدیث کی تعریف میں کذب کو عمد سے مقید کیا ہے۔
اور اس نوع کو مدرج میں رکھا ہے نہ موضوع میں ذکرہ فی نخبۃ النظر، یہ ہیں
چار قسم مدرج الاسناد کے۔

مُدْرَجُ الْمَتْنِ

(وَاَمَّا مُدْرَجُ الْمَتْنِ فَهُوَ اَنْ يَقَعَ فِي الْمَتْنِ كَلَامٌ لَيْسَ مِنْهُ فَتَارَةً
يَكُوْنُ فِيْ اَوَّلِهٖ - وَتَارَةً فِيْ اِثْنَائِهٖ - وَتَارَةً فِيْ اٰخِرِهٖ وَهُوَ
الْاَكْثَرُ لِاَنَّهٗ يَقَعُ بَعْدَهٗ عَطْفُ جُمْلَةٍ عَلٰى جُمْلَةٍ -

مُدْرَجُ الْمَتْنِ کا بیان

اور مدرج المتن وہ قسم ہے کہ واقع ہووے متن حدیث میں وہ کلام جو حقیقت میں
حدیث کے متن سے نہ ہو اور یہ وقوع کلام غیر کا حدیث میں تین طرح ہوتا ہے
ایک صورت اس کی تو یہ ہے کہ حدیث کے ابتدا میں واقع ہو۔ مثال اس کی عراقی
خطیب سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ خطیب ابو قطن اور شبابہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں شعبہ
سے وہ محمد بن زیاد سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہے اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب
لوگو وضو اچھی طرح کیا کرو۔ ایڑیوں کو سوکھا رہنے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اس حدیث
میں اسبغوا الوضوء کا فقرہ ابو ہریرہ کے کلام سے ہے۔ چنانچہ امام بخاری اپنی
صحیح میں اسی طرح اس کو روایت کرتے ہیں عن ادم بن ابی ایاس عن شعبۃ
عن محمد بن زیاد عن ابی ھریرۃ اسبغوا الوضوء فانّ ابا القاسم صلی اللہ
علیہ واٰلہ وصحبہ وبارك وسلم قال ویل للاعقاب من النّار خطیب کہتے
ابو قطن اور شبابہ نے وہم کرکے ابو ہریرہ کے قول کو حدیث کے ساتھ ملا دیا ہے اور

اعم من المقطوع ایضاً کما یقال موقوف علی الزہری وموقوف علی مالک ۱۲ منہ

راوی خود تصریح کردیوے - کہ یہ کلام بنوی ہے اور ساتھ اسکے ملا ہوا یہ کلام میرا
ہے جیسے کہ ابن مسعودؓ کی یہ حدیث ہے مَنْ جَعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ - واُخریٰ اقولھا
وَلَمْ اَسمعھا منہ مَنْ مَاتَ لَا یَجْعَلُ لِلّٰہِ نِدًّا دَخَلَ الجَنَّۃَ - اس میں حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ نے ظاہر کردیا کہ من مات لا یجعل الخ میرا کلام ہے - اور تیسرا طریق ادراج معلوم
کرنے کا بعض آئمہ عارفین مطلعین کی تصریح ہے - کہ یہ لفظ اس حدیث میں مدرج
ہے - اور چوتھا طریق ادراج معلوم کرنے کا یہ ہے کہ وہ قول منسوبہ جناب بنوی کی
طرف مستحیل و محال نظر آوے مثال اسکی وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری اپنے صحیح میں
ابوہریرہؓ سے مرفوعًا اس طرح روایت کرتے ہیں - عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم للعبد المملوک اجران والذی نفسی
بیدہٖ لولا الجھاد فی سبیل اللہ وبر امی لاحببت ان اموت وانا مملوک - پس اس
حدیث میں لفظ والذی سے آخر تک مستحیل عقلی ہے - کہ پیغمبر مملوک ہونے کی آرزو کرے
اسواسطے کہ مملوک مالک کی خدمت کرے گا یا عہدہ رسالت کو انجام دیگا - دونوں
امر آپس میں منافی ہیں پس آپ ایسی کبھی آرزو نہیں کرسکتے - اور اس حدیث کا دوسرا
فقرہ برامی بھی مخالف عقل کے ہے کہ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ زندہ تھیں
یہ دونوں لفظ ابوہریرہ کے قول سے اس میں درج ہوگئے ہیں - ابوہریرہ کی نسبت
اس آرزو کو عقل باور بھی کرسکتی ہے اور ابوہریرہ کی والدہ بھی اسوقت زندہ تھی -
نیز ثقات راویوں کی دوسری روایتوں میں جو ابوہریرہ سے بلفظ والذی نفس ابی
ھریرۃ بیدہٖ آیا ہے صاف ظاہر کردیا کہ یہ لفظ ابوہریرہ کا ہے - یہاں یہ مسئلہ
یاد رکھنا ضروری ہے کہ متن حدیث یا اسناد حدیث میں تعمدًا ادراج کرنا سب علماؤں کے
نزدیک حرام ہے - اس واسطے کہ اس میں تلبیس و تدلیس ہے گو بعض اقسام مدرج
کے بعض سے اخف ہیں تاہم حرمت میں سب برابر ہیں کذا فی نخبۃ النظر) اور خطیب نے
قسم مدرج میں مستقل کتاب بنام الفصل للوصل المدرج فی النقل لکھی ہے - اور میں نے
خطیب کی کتاب مذکور کا دو بار یا زائد دو بار سے خلاصہ چھانٹ کر ایک کتاب میں

جس کا نام تقریب المنہج بترتیب المدرج ہے ابواب پر مرتب کر کے خطیب کے مسائل سے
علاوہ اور مسائل زائدہ بھی اس میں بیان کئے ہیں۔ وللہ الحمد۔

اَلْمَقْلُوْبُ

(وَ) إِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ (بِتَقْدِيْمٍ وَتَأْخِيْرٍ) أَيْ فِي الْأَسْمَاءِ
كَمُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ - وَكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ لِأَنَّ اِسْمَ أَحَدِهِمَا اِسْمُ أَبِ
الْآخَرِ فَهٰذَا هُوَ الْمَقْلُوْبُ) وَلِلْخَطِيْبِ فِيْهِ كِتَابُ رَافِعِ الْاِرْتِيَابِ)

مقلوب کا بیان

اور اگر مخالفت اسناد کے راویوں کے ناموں کے آگے پیچھے کرنے سے ہو جیسے کہ
مرۃ بن کعب۔ اور کعب بن مرۃ ہے۔ انہیں سے ایک کا نام دوسرے کے
باپ کا نام ہے (کسی سند میں دونوں میں سے ایک کوئی آجاوے اور راوی غلطی کھا
ایک کی جگہ دوسرے کا نام لیلیوے تو یہ قسم مقلوب ہے (عراقی کہتے ہیں
مقلوب دو قسم ہے ایک قسم یہ ہے کہ حدیث ایک راوی سے مشہور ہو۔ اور
اس کی جگہ کوئی اور راوی رکھا جاوے تاکہ مرغوب ہو جاوے۔ اور دوسرا قسم
یہ ہے کہ ایک متن کی اسناد دوسرے متن پر رکھدیوے اور اس کی کسے اور پر)
خطیب کی اس فن میں بھی ایک علیحدہ کتاب ہے بنام رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء
والانساب) (وَقَدْ يَقَعُ الْقَلْبُ فِي الْمَتْنِ أَيْضًا كَحَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عِنْدَ
مُسْلِمٍ فِي السَّبْعَةِ الَّذِيْنَ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ظِلِّ عَرْشِهِ فَفِيْهِ وَرَجُلٌ
تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ أَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ يَمِيْنُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ فَهٰذَا مِمَّا
انْقَلَبَ عَلٰى أَحَدِ الرُّوَاةِ وَإِنَّمَا هُوَ لَا تَعْلَمُ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ
كَمَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ -)

اور گاہے قلب متن میں بھی واقع ہو جاتا ہے جیسے کہ مسلم کے نزدیک ابوہریرہ
کی اس حدیث میں ہے جو سات شخصوں کے حق میں ہے جنکو قیامت کے روز
اللہ تعالےٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیگا اس حدیث میں اُن سات شخصوں
میں سے ایک وہ شخص بھی شمار کیا گیا ہے ورجل تصدق بصدقۃ اخفاھا
حتےٰ لا تعلم یمینہ ما تنفق شمالہ اور جیسے کہ ایسا چھپا کر صدقہ دیا کہ اُسکے داہنے
ہاتھ کو بھی پتہ نہ لگا کہ بایاں ہاتھ کیا کچھ خیرات کر رہا ہے ۔ پس یہ لفظ حتّیٰ لا تعلم
یمینہ ما تنفق شمالہ راویوں میں سے کسی ایک پر منقلب ہو گیا ہے اصل میں لفظ
اس طرح تھا حتّیٰ لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ یعنی اُس نے ایسا مخفی صدقہ دیا
کہ اُسکے سیدھے ہاتھ کی فیاضی کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہوئی اور صحیحین میں بھی سوائے
روایت مذکورہ مسلم کے اسیطرح ہے حتّیٰ لا تعلم شمالہ الخ)

اَلْمَزِیْدُ فِیْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْدِ

(اَوْ) اِنْ کَانَتِ الْمُخَالَفَۃُ (بِزِیَادَۃِ رَاوٍ) فِیْ اِثْنَاءِ الْاَسْنَادِ وَمَنْ
لَمْ یَزِدْھَا اَتْقَنُ مِمَّنْ زَادَھَا فَھٰذَا ھُوَ (الْمَزِیْدُ فِیْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْدِ)
وَشَرْطُہٗ اَنْ یَقَعَ التَّصْرِیْحُ بِالسَّمَاعِ فِیْ مَوْضِعِ الزِّیَادَۃِ ۔ وَاِلَّا فَمَتٰی
کَانَ مُعَنْعَنًا مَثَلًا تُرَجَّحَتِ الزِّیَادَۃُ)

مزید فی متصل الاسانید کا بیان

اور اگر مخالفت اثناء اسناد میں کسی راوی کے بڑھا دینے کے سبب ہو جاوے ۔
یعنی سند میں وہم کرکے راوی ایک زیادہ راوی کو بڑھا دیوے ۔ اور جو راوی زیادت
کا ذکر نہیں کرتا ۔ اُس سند میں ۔ زیادت بیان کرنے والے راوی سے اتقن (زیادہ
ضابط) ہو تو یہ قسم مزید فی متصل الاسانید ہے ۔ اور اسکو مزید بنانے کی شرط

یہ ہے کہ موضع زیادت میں سماع کی تصریح واقعہ ہووے۔ بالفاظ سماع جیسے سمعت
منہ۔ یا حدثنا یا اخبرنا۔ یا قال لی ہووے۔ مثال اس نوع کی مسلم و ترمذی کی یہ حدیث
ہے ابنُ المبارکِ عن عبدِ الرحمٰنِ بنِ یزیدَ بنِ جابرٍ عن بُسرِ بنِ
عُبیدِ اللہِ قال سمعتُ ابا ادریسَ الخولانیَّ قال سمعتُ واثلۃَ یقولُ سمعتُ
ابا مَرثدٍ یقولُ سمعتُ رسولَ اللہِ صلی اللہُ علیہِ والہٖ وصحبہٖ وبارکَ
وسلمَ یقولُ لا تجلسوا علی القبورِ ولا تصلّوا الیہا پس ابو ادریس خولانی کا ذکر
کرنا اس حدیث میں ابن مبارک کا وہم ہے اسواسطے کہ ثقے راویوں کی ایک جماعت
جابر سے۔ بسر سے۔ واثلہ سے بلفظ اتصال بغیر ذکر ابو ادریس کے اس کو روایت
کرتی ہے۔ اور پھر مسلم نے بھی اور ترمذی و نسائی نے اس حدیث کو علی بن حجر سے
ولید بن مسلم سے۔ جابر سے باسقاط ابو ادریس ذکر کیا ہے۔ امام بخاری و دارقطنی
و دیگر محققین نے حکم کیا ہے کہ ابن مبارک کو ابو ادریس کے ایزاد کرنے میں وہم ہو گیا ہے
ذکرہ فی بہجۃ النظر۔ اور اگر تصریح سماع مذکور کے ساتھ واقعہ نہوا اور سند معنعن مثلاً
فلان عن فلان بلفظ عن مروی ہو تو اس جگہ زیادت والی سند ناقص سے مرجح ہو گی۔

المُضْطَرِبُ

(و) اِنْ کانتِ المخالفۃُ (بابدالِہٖ) ای الراوی (ولا مرجّحَ) لاحدِ
الروایتینِ علی الاخری فہذا ہو (المضطربُ)، وہو یقعُ فی الاسنادِ
غالباً وقد یقعُ فی المتنِ لکن قلَّ ان یحکمَ المحدّثُ علی الحدیثِ بالاضطرابِ
بالنسبۃِ الی الاختلافِ فی المتنِ دونَ الاسنادِ (وقد یقعُ
الابدالُ عمداً) لمن یُرادُ اختبارُ حفظہٖ (امتحاناً) من فاعلہٖ کما
وقعَ للبخاریِّ والعقیلیِّ وغیرِہما وشرطُہ ان لا یستمرَّ علیہ بل ینتہی
بانتہاءِ الحاجۃِ۔ فلو وقعَ الابدالُ عمداً لا لمصلحۃٍ بل للاغرابِ مثلاً فہو

مِنْ اَقْسَامِ الْمَوْضُوْعِ وَلَوْ وَقَعَ غَلَطًا فَهُوَ مِنَ الْمَقْلُوْبِ وَالْمُعَلَّلِ)

مضطرب کا بیان

اور اگر مخالفت راوی کے ابدال میں ہو جاوے (ایک راوی کے بدل دوسرا راوی رکھا جاوے) اور ان دونوں میں سے ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینے کی صورت ہو سکے تو یہ قسم **مضطرب** ہے۔ اور اگر ترجیح دینے کی صورت نکل آئی تو پھر مضطرب ہوویگی حکم راجح کے واسطے ہوویگا۔ اور مضطرب کی مثال حدیث مرویہ ترمذی شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَّ اَخَوٰتُهَا ہے۔ حافظ دارقطنی کہتے ہیں یہ مضطرب ہے اسواسطے کہ ابو اسحٰق سبیعی سے مروی ہے۔ اور ابو اسحٰق پر اس حدیث کے روایت کرنے میں دس وجہوں سے اختلاف ہوا ہے بعض راویوں نے کہا ہے عنہ عن عکرمۃ عن ابی بکر۔ اور بعضوں نے ان دونوں کے درمیان ابن عباس کو زیادہ کیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے عنہ عن ابی جحیفۃ عن ابی بکرٍ اور بعض نے کہا عنہ عن البراء عن ابی بکر۔ بعض نے کہا ہے عنہ عن میسرۃ عن ابی بکر بعض نے کہا ہے عنہ عن مسروق عن عائشۃ عن ابی بکر۔ اور بعض نے بغیر ذکر حضرت عائشہ کے اس کو اس سے روایت کیا ہے۔ راوی سب اس حدیث کے ثقے ہیں اور جمع بھی متعذر ہے) یہ اضطراب اکثر اسناد میں ہی واقعہ ہوا کرتا ہے (جیسا کہ مذکور ہوا ہے) اور گاہے متن میں[1] بھی واقعہ ہو جاتا ہے لیکن متن والے اضطراب پر محدث اضطراب کا حکم کم ہی کرتا ہے بہ نسبت اضطراب سند کے (حدیث مضطرب المتن کو غالبًا معلل کے نام سے پکارا جاتا ہے) اور بدلاتا راوی کسی محدث کے حفظ کا امتحان لینے کی غرض سے گاہے عمدًا

[1] جیسے کہ آپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت کی حدیث ہے اوس کو بعض راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں روایت کرتے ہیں زوجتکہا اور بعض بلفظ زوجنا کہا اور بعض امکنا کہا اور بعض ملکتہا کے لفظ سے اور بعض انکے سوا سے اور بعض لفظوں سے بھی روایت کرتے ہیں پس ان سب لفظوں میں سے کسی کے ساتھ احتجاج ممکن نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جو لفظ کہا گیا ہے وہ مشکوک ہے اور واقعہ ایک ہی ہے کذا ذکرہ البقائی النکتہ عن المصنف ۱۲ منہ

بھی واقعہ ہو جاتا ہے - جیسا کہ امام بخاری اور عقیلی کے واسطے یہ معاملہ درپیش آیا تھا امام
بخاری کا قصہ اسطرح ہے کہ جب آپ تحصیل حدیث سے فراغت پاکر دار الخلافہ بغداد
میں تشریف لائے تو اُس جگہ کے محدثین نے جمع ہو کر ایک سو احادیث کی سندوں کو
اُلٹ پلٹ کرکے دس شخصوں کو اُن میں سے دس دس حدیثیں دیں اور اُنکو سمجھایا کہ
جب مجلس خوب گرم ہو جاوے تو اُسوقت تم دس آدمیوں نے نوبت بنوبت یکے بعد
دیگرے آگے بڑھکر امام بخاری سے ان احادیث کو دریافت کرنا - چنانچہ ایسا ہی ہوا
کہ جب امام بخاری کی مجلس اہل بغداد و غرباء اہل خراسان وغیرہ سے جمی تو اُسوقت اُن
دس آدمیوں میں سے ایک شخص نے آگے بڑھکر اپنے دس حدیثیں سلسلہ وار
امام بخاری پر پیش کرکے اُن کی کیفیت دریافت کی امام بخاری اُن پیش کردہ دس حدیثوں
میں سے ہر ایک کی نسبت یہی کہتے رہے کہ میں اس کو نہیں جانتا - جب ایک آدمی
اپنی احادیث پیش کرکے فارغ ہوا تو دوسرا اُن دس شخصوں میں سے اُٹھا اور اُس نے
بھی پہلے ہی کی طرح سوال کئے امام بخاری نے اسکو بھی وہی جواب دیا جو اول کو دیا
تھا - الغرض اسیطرح وہ دس آدمی جب ایک سو احادیث ختم کر چکے تو پھر آپ سائل اول
کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے فرمایا تمہاری پہلی حدیث اس طرح ہے - اور تم نے یوں
بیان کی ہے اسیطرح اس کو دسوں حدیثوں کی اصلی کیفیت دکھا کر باقی نو سائلوں کی
طرف متوجہ ہوئے اور اُن کو بھی سب احادیث کی اصلیت دکھادی - ہر ایک متن پر
اس کی اصلی سند جمادی اُسوقت علماء امام بخاری کی فضیلت تبحر و وسعت حفظ کے
قائل ہوئے کذا فی فتح الباری - اور عقیلی کا قصہ اسطرح ہے کہ آپ حدیث پڑھاتے
وقت اصل کتاب کو جس سے حفظ کیا ہوا تھا آپنے سامنے رکھے بغیر یوں ہی حفظ سے
طالب العلموں کو پڑھا دیا کرتے تھے - طالب العلموں کو فرماتے تھے کہ تم پڑھو میں سنتا
ہوں - شاگردوں نے کہا بغیر معائنہ کتاب کے استاد کا سننا ہمیں عجیب معلوم ہوا -
ہمنے کہا تو ہمارے استاذ سب جہان سے زیادہ حفظ رکھتے ہیں - اور یا اب لوگوں سے
زیادہ جھوٹے ہیں پھر ہمنے اُنکو اس طرح پر پرکھا کہ کچھ حدیثوں کے الفاظ بدلا کر اور کچھ

الفاظ اپنی طرف سے حدیثوں میں زیادہ کرکے اور کچھ الفاظ اصلی ہی حالت پر چھوڑ کر
انکے پاس لیگئے اور عرض کیا کہ ہم آپکی مرویہ احادیث پڑھتے ہیں انکو آپ سنتے جائے
آپنے فرمایا پڑھو۔ ہم پڑھتے پڑھتے جب کم و بیش پر پہونچے تو ہم سے کتاب لیکر زیادتی
کاٹ ڈالی اور کمی پوری کردی اور جیسے کہ وہ حدیثیں پہلے تہیں ویساہی انکو کردیا
اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ آپکا حفظ اور لوگوں سے زیادہ ہے مذکرہ السخاوی۔
اور سوائے بخاری و عقیلی کے ابان بن عیاش پر بھی شعبہ نے کچھ حدیثیں منقلب
کیئں تہیں یحییٰ بن سعید القطان اس عمدی ابدال کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور ابن
حجر نے کو ایک مصلحت کے واسطے جائز رکہاہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ قید لگادی ہے
کہ شرط امتحانی ابدال کی یہ ہے کہ ہمیشہ اُسکو اُسی حالت پر نہ چھوڑے بلکہ حاجت
پوری ہونے کے ساتھ ہی . . . .
. . . . اس فعل سے ہٹ
جائے منقلب احادیثوں کو اصلی حالت پر کردیوے۔ اور اگر سوائے مصلحت مذکورہ
کے ابدال حدیثوں میں واسطے اظہار اغراب کے کیا جاوے تو وہ اقسام موضوع سے
ہوگا۔ اور اگر غلطی سے ابدال واقعہ ہوجاوے تو وہ قسم مقلوب ہے یا قسم معلل سے۔

اَلْمُصَحَّفُ وَالْمُحَرَّفُ

(اَوْ) اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ (بِتَغْيِيْرِ حَرْفٍ اَوْ حُرُوْفٍ
مَعَ بَقَاءِ) صُوْرَةِ الْخَطِّ فِي (السِّيَاقِ) فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ بِالنِّسْبَةِ
اِلَى النُّقَطِ (فَالْمُصَحَّفُ) وَاِنْ كَانَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الشَّكْلِ (فَالْمُحَرَّفُ)
وَمَعْرِفَةُ هٰذَا النَّوْعِ مُهِمَّةٌ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْعَسْكَرِيُّ
وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُمَا وَاَكْثَرُ مَا يَقَعُ فِي الْاَسْمَاءِ الَّتِيْ فِي
الْاَسَانِيْدِ (وَلَا يَجُوْزُ تَعَمُّدُ تَغْيِيْرِ صُوْرَةِ (الْمَتْنِ)

مِنْهُ (بِالنَّقْصِ) وَلَا اِبْدَالُ اللَّفْظِ الْمُرَادِفِ بِاللَّفْظِ

(الْعَالِمِ) بِمَدْلُوْلَاتِ الْاَلْفَاظِ وَبِمَا يُحِيْلُ الْمَعَانِيْ

الْمَسْئَلَتَيْنِ - اَمَّا اِخْتِصَارُ الْحَدِيْثِ فَالْاَكْثَرُوْنَ

اَنْ يَكُوْنَ الَّذِيْ يَخْتَصِرُهُ عَالِمًا لِاَنَّ الْعَالِمَ لَا يَنْقُصُ مِنْهُ

اِلَّا مَا لَا تَعَلُّقَ لَهُ بِمَا يُبْقِيْهِ مِنْهُ بِحَيْثُ لَا تَخْتَلِفُ الدَّلَالَةُ وَلَا يَخْتَلُّ

الْبَيَانُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْمَذْكُوْرُ وَالْمَحْذُوْفُ بِمَنْزِلَةِ خَبَرَيْنِ اَوْ يَدُلُّ

ذِكْرُهُ عَلٰى مَا حَذَفَهُ بِخِلَافِ الْجَاهِلِ فَاِنَّهُ قَدْ يَنْقُصُ مَا لَهُ تَعَلُّقٌ كَتَرْكِ

الْاِسْتِثْنَاءِ -

[illegible] واقعہ ہو جاتا ہے
بخاری کا قصد [illegible]
میں تشریف لا[illegible]

مصحف اور محرف کا بیان

اور اگر مخالفت راوی کی تلفظ میں ساتھ متغیر کرنے ایک حرف یا چند حرفوں
باوجود باقی رہنے صورۃ الخط کے سوق کلمہ میں (اسناد یا متن کے اندر)
اور خط کی صورت بھی اس تغیر کی وجہ کو قبول کرتی ہو۔ تو یہ تغیر دو طرح پر ہو
تو یہ کہ نقطوں کی نسبت ہوگا جیسے کہ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ کی جگہ شَيْئًا مِنْ شَوَّالٍ
کرکے ابوبکر صولی نے اپنی جامع میں پڑھا تھا تو اس قسم کو **مصحف** کہتے ہیں
اور اگر بہ نسبت حرفوں کی شکل کے تغیر واقع ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں مثلاً
حضرت جابرؓ کی یہ حدیث ہے رُمِیَ اُبَیٌّ یَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلٰی اَکْحَلِہٖ [illegible] رسول
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس حدیث میں اُبَیٌّ کی لفظ کو غندر راوی
تحریف کرکے اضافت کے ساتھ اَبِیْ کرکے پڑھا حالانکہ حدیث میں جو صحابی ہو
وہ ابی بن کعب ہیں۔ اور ابی کے لفظ کا معنے تو یہ ہوا کہ حضرت جابر کے والد

لہ راوی ان بعض اصحاب الحدیث رأی فی المنام کانہ قد [illegible] من شفتہ او لسانہ فقیل لہ
فقال لفظۃ من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیرتہا فضل بہ ہذا
التعمد فکان بسہو او نسیان مع شدۃ تحریہ او اتقانہ۔ ہذا ما فی بہجۃ النظر ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی وابقاہ۔

اور حضرت جابر کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام جنگ احزاب سے پہلے دو سال احد میں فائز بشہادت ہو چکے تھے اور یہاں مراد ہو نہیں سکتے۔ اور اس قسم کی ایک اور نظیر بتشید و بتشدید ہے کہ ایک ان میں مکبر ہے دوم مصغر۔ اور تصحیف گاہے سننے میں ہوتی ہے جیسے کہ عاصم احول کو واصل احدب کر کے پڑھا جائے اور زجاجہ کو دجاجہ کر کے اور گاہے فہم میں ہوتی ہے جیسے کہ خطابی آپنے بعض شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حدیث نہی عن التحلیق یوم الجمعہ قبل الصلوۃ بیان ہوئی۔ تو اس شیخ نے کہا میں نے عرصہ چالیس سال سے نماز جمعہ سے پہلے سر منڈانا ترک کیا ہوا ہے۔ یہ شیخ تحلیق سے سر منڈانا سمجھے حالانکہ معنے تحلیق کا حلقہ حلقہ ہو کر بیٹھنا ہے۔ اوپرھ العراقی فی شرح الالفیہ۔ اور معرفت اس نوع کی ضروری ہے۔ اور اسکے پہچاننے کے لئے علماء محدثین اپنی عمر کا گراں مایہ حصہ خرچ کر کے سامان تیار کر گئے ہیں۔ انہیں سے ابو احمد عسکری اور حافظ دارقطنی اور انکے سوائے باقی علما جیسے کہ خطابی اور جزری ہیں انکے اس فن میں مستقل کتابیں ہیں۔ وقوع تصحیف کا متن میں زیادہ ہوتا ہے اور گاہے اسماء اسناد میں بھی ہو جاتا ہے مثالیں سب کی ذکر ہو چکی ہیں۔ اور جان بوجھکر متن حدیث کی صورت کا متغیر کرنا تصحیف۔ تحریف۔ قلب۔ ادراج سے بالکل ناجائز ہے سب کیلئے خواہ عالم ہو یا جاہل۔ اور متن حدیث کو کم کر لینا۔ اور ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ ہم معنی اس کا بدلا کر رکھنا۔ بھی ناجائز ہے۔ مگر اس عالم کے واسطے جو مدلولات الفاظ کو اچھی طرح جانتا ہو۔ اور معانی بگاڑنے والے کلمات کو خوب طرح پہچانتا ہو۔ یہاں مراد عالم سے وہ عالم ہے جو کامل علم کے ساتھ معروف ہو۔ اور کسی قسم کی تہمت اسکو نہ لگی ہو۔ عراقی کہتے ہیں متہم راوی کو حذف کرنا بعض حدیث کا جائز نہیں اسواسطے کہ دوبارہ جب اس روایت کو کامل کرکے اور تمام بیان کریگا تو متہم ہو جائیگا۔ تمام بیان کرنے میں نسیان سے متہم ہوگا۔ اور اختصار میں زیادہ کرنے کی تہمت اس کو لگے گی۔ بنابر مذہب صحیح اختصار و ابدال بالفاظ مترادفہ فقط عالم موصوف کو جائز ہے۔ اختصار حدیث کے مسئلہ میں تو اکثر علما جواز پر ہیں یا بیں شرط کہ

اختصار کرنے والا عالم ہووے۔ اسواسطے کہ عالم حدیث کے اُسی حصہ کو کم کریگا
جس کو باقیماندہ سے تعلق نہ ہوگا۔ اور عالم کا حذف کرنا اس طرح ہوتا ہے کہ اُس کے
حذف سے اختلاف دلالت اور بدلنا کسی حکم کا نہیں ہوتا جس کے سبب سے حصہ مذکور
و حصہ محذوف بمنزلہ دو حدیثوں کے ہو جاوے۔ عالم باقی غیر متعلق حصہ کو حذف کریگا
اور یا اس طور پر حذف کریگا کہ باقیماندہ حصہ مذکور پر دلالت کریگا۔ برخلاف جاہل کے
کہ وہ گاہے ایسے حصہ کو بھی حذف کر دیتا ہے جسکو باقیماندہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے
اور حصہ مذکور متروک پر دلالت نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ حدیث لایباع الذھب بالذھب
الاسواء بسواء سے حرف استثنا چھوڑ دینا۔ اور حدیث لاتباع الثمرۃ حتی تزھی سے
حرف غایۃ ترک کر دینا۔ (واما الروایۃ بالمعنی فالخلاف فیھا شھیر والاکثر
علی الجواز ایضا ومن اقوی حججھم الاجماع علی جواز شرح الشریعۃ للعجم
بلسانھم للعارف بہ فاذا جاز الابدال بلغۃ اخری فجوازہ باللغۃ العربیۃ
اولی۔ وقیل یجوز فی المفردات دون المرکبات۔ وقیل انما یجوز لمن
یستحضر اللفظ لیتمکن من التصرف فیہ۔ وقیل انما یجوز لمن کان یحفظ
الحدیث فنسی لفظہ وبقی معناہ مرتسما فی ذھنہ فلہ ان یروی
بالمعنی لمصلحۃ تحصیل الحکم منہ بخلاف من کان مستحضرا للفظہ
وجمیع ما تقدم یتعلق بالجواز وعدمہ ولاشک ان الاولی ایراد الحدیث
بالفاظہ دون التصرف فیہ۔ قال القاضی عیاض ینبغی سد باب
الروایۃ بالمعنی لئلا یتسلط من لا یحسن ممن یظن انہ یحسن کما
وقع لکثیر من الرواۃ قدیما وحدیثا واللہ الموفق) اور روایت بالمعنے
یعنی ایک لفظ کے بدل دوسرا ہم معنے لفظ اُس کی جگہ رکھنے) میں اختلاف علماء کا
مشہور ہے (بعض مطلقاً منع کرتے ہیں) اور اکثر جواز پر ہیں (جیسے کہ اختصار کے جواز
پر تھے) مجوزین کی سب حجتوں (دلیلوں) سے زیادہ قوی حجت (دلیل) جواز کی یہ ہے
کہ امت محمدیہ نے اجماع کیا ہے کہ عجمیوں کے واسطے عارف شریعت کو اُن کی زبان میں

شرم کرنی جایز ہے۔ پس جب غیر زبان میں تبادلہ جائز ہوا تو عربی لغت میں تبادلہ کرنا
بطریق اولیٰ جائز ہوا۔ عراقی کہتے ہیں روایت بالمعنیٰ کے جواز میں صحابہ ومن بعدہم
کا ایک ہی واقعہ کو متعدد الفاظ سے بیان کرنا دلالت کرتا ہے۔ اور بعض نے یہ بھی
کہا ہے کہ روایت بالمعنی کے جواز میں عبداللہ بن سلیمان لیثی سے جو حدیث مروی
ہوئی ہے وہ بھی دلالت کرتی ہے وہ حدیث یہ ہے قال قلت یارسول اللہ انی اسمع
منك الحدیث لا استطیع ان اودیه کما اسمع منك ازید حرفًا او انقص
حرفا فقال اذا لم تحلوا حرامًا ولم تحرموا حلالًا واصبتم المعنی فلا باس۔
یعنی حضرت عبداللہ بن سلیمان لیثی کہتے ہیں میںنے جناب نبوی کی خدمت اقدس میں
عرض کی یارسول اللہ جیسی کہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں اسکو ہوبہو ویسی ہی
روایت نہیں کرسکتا ہوں۔ بوقت روایت مجھ سے کوئی حرف کم وبیش ہو جاتا ہے
تو آپنے فرمایا جب تم حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ کرو اور معنی حدیث کا صحیح
طور پر ادا کردو تو کوئی خوف نہیں) اور اس روایت بالمعنے میں بعض نے کہا ہے کہ
الفاظ مفردات میں تبادلہ کرنا جائز ہے جیسے کہ کیف کو اسکی سے بدلا دیوے
اور مرکبات میں تبادلہ الفاظ کا جائز نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں جس راوی کو الفاظ
حدیث کے یاد ہوں اسکو روایت بالمعنیٰ کرنی جائز ہے تاکہ انہیں اچھی طرح تصرف
کرسکے۔ اور بعض کہتے ہیں اُس راوی کو جائز ہے جس کو حدیث یاد تھی۔ الفاظ اسکے
بھول گیا۔ اور معنی ذہن میں جما ہوا ہے تو وہ اسلئے مصلحت حصول حکم کے روایت
بالمعنی کرسکتا ہے۔ برخلاف اُس شخص کے کہ جسکو الفاظ حدیث کے یاد ہوں وہ روایت
بالمعنی نہ کرے۔ یہ اقوال جس قدر مذکور ہوئے ہیں روایت بالمعنی کے جواز اور عدم
جواز سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اصلی الفاظ
میں بغیر تصرف کے ادا کرنا اولیٰ وافضل ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وصحبہ وبارک وسلم نے بھی اسی شخص کے حق میں دعا فرمائی ہے جو آپ کی حدیث کو ہوبہو
اصلی الفاظ میں پہونچادے چنانچہ آپ فرماتے ہیں نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها

وادا ھا کما سمع رواہ الترمذی عن ابن مسعودؓ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں روایت بالمعنی کا دروازہ بھی بند کر دینا مناسب ہے تاکہ جو لوگ روایت بالمعنی کے حقوق اچھی طرح ادا کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے اور اپنے آپ کو لائق اس امر کے سمجھتے ہیں وہ اس کام پر نہ لگ جائیں جیسا کہ واقعہ ہوا ہے راویوں کو یہ معاملہ قدیماً وحدیثاً سخاوی کہتے ہیں جواز روایت بالمعنی اجماع کے قریب تک آپہونچا ہے۔ لیکن عالم کے واسطے۔ اور غیر عالم کو خود بخود لایق اس امر کا سمجھکر یہ کام کرنا جائز نہیں جبتک کہ ایک مدت تک محدثین کی خدمت میں رہکر امتحان نہ دیوے۔

شَرْحُ الْغَرِیْب

(فَاِنْ خَفِیَ الْمَعْنٰی بِاَنْ کَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِقِلَّۃٍ اُحْتِیْجَ اِلَی الْکُتُبِ الْمُصَنَّفَۃِ فِیْ شَرْحِ الْغَرِیْبِ) کَکِتَابِ اَبِیْ عُبَیْدٍ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَّامٍ وَھُوَ غَیْرُ مُرَتَّبٍ۔ وَقَدْ رَتَّبَہُ الشَّیْخُ مُوَفَّقُ الدِّیْنِ ابْنُ قُدَامَۃَ عَلَی الْحُرُوْفِ۔ وَاَجْمَعُ مِنْہُ کِتَابُ اَبِیْ عُبَیْدٍ الْھَرَوِیِّ وَقَدْ اِعْتَنٰی بِہٖ الْحَافِظُ اَبُوْمُوْسَی الْمَدِیْنِیُّ[1] فَنَقَّبَ عَلَیْہِ وَاسْتَدْرَکَ وَلِلزَّمَخْشَرِیِّ کِتَابٌ اِسْمُہُ الْفَائِقُ حَسَنُ التَّرْتِیْبِ۔ ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِیْعَ ابْنُ الْاَثِیْرِ فِی النِّھَایَۃِ وَکِتَابُہٗ اَسْھَلُ الْکُتُبِ تَنَاوُلًا مَعَ اِعْوَازٍ قَلِیْلٍ فِیْہِ)

قسم غریب کی شرح کے بیان میں

علامہ خفاجی المتوفی ۱۰۶۹ھ قاضی عیاض کی شفا کی شرح میں فرماتے ہیں حدیث میں

[1] ابو سعد سمعانی کتاب الانساب میں فرماتے ہیں نسبت مدینی چند مداین کی طرف ہوتی ہے اول اُنسے مدینہ نبویہ ہے صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ دوم مدینہ مرو۔ سیوم مدینہ نیشاپور۔ چہارم مدینہ اصفہان پنجم مدینہ ابن مبارک بقزوین ششم مدینہ بخارا۔ ہفتم مدینہ سمرقند ہشتم مدینہ نسف ان سب کی طرف نسبت مدینی ہوتی ہے مگر مدینہ نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف اکثر مدنی بغیر حرف یا کے نسبت ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ۔

وہ لفظ غریب ہے جس کا استعمال عرب میں مشہور نہ ہوا ہو۔ اور عرب العرباء کے سوا کے
غیر پر مخفی رہا ہو۔ اسکے متعلق ابن حجر فرماتے ہیں اور اگر قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے حدیث
کے کسی لفظ کا معنے مخفی ہو تو جو کتابیں الفاظ غرائب کی شرح میں لکھی گئی ہیں اُن کی
طرف ضرورت پڑتی ہے یہ مطلب وہاں سے حل ہوتا ہے۔ وہ کتابیں یہ ہیں۔ ابو عبید
قاسم بن سلام المتوفی ۲۲۳ھ کی کتاب جس کو چالیس سال کی عرق ریزی میں آپنے تیار
کیا تھا۔ اور اول تصنیف ہونے کی وجہ سے ترتیب الفاظ اُس کی باقاعدہ نہ ہوسکی تھی
مگر شیخ موفق الدین بن قدامہ المتوفی ۶۲۰ھ نے اُس کو حروف پر مرتب کر دیا اور اس کتاب
سے زیادہ جمعیت والی کتاب ابو عبید ہروی المتوفی سنہ کی ہے اُس نے غرائب
قرآن وحدیث دونوں اس میں جمع کر دی ہیں۔ اور پھر اس کتاب کی حافظ ابو موسیٰ
مدینی المتوفی ۵۸۱ھ نے تحقیق و تفتیش کر کے جو الفاظ اس کتاب سے رہ گئے تھے اُنکو
بھی جمع کر کے ابو عبید اللہ کی کتاب کے ساتھ ملا دیا اور علامہ زمخشری صاحب کشاف
کی بھی اس باب میں ایک عمدہ ترتیب والی کتاب مسمی بہ الفائق ہے۔ پھر ان سب
کتابوں کا خلاصہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے اپنی کتاب نہایہ میں کیا ہے
سب کتابوں سے یہ کتاب استخراج معانی میں زیادہ آسان ہے لیکن اسکے بعض مواضع یاد
کے محتاج ہیں۔ پھر سیوطی نے نہایہ کو ملخص کر کے اور کچھ الفاظ زیادہ بھی ملا کر الدر النثیر
فی تلخیص نہایۃ ابن الاثیر نام رکھا۔ یہ بھی عمدہ کتاب ہے اسکے بعد شیخ محمد طاہر پٹنی
ہندی المتوفی ۹۸۶ھ نے غرائب قرآن وحدیث میں ایک کتاب مسمی مجمع بحار الانوار فی غرائب
التنزیل ولطائف الاخبار لکھی یہ کتاب نہایت عمدہ اور جامع ہے اس کی موجودگی میں
اور کتابوں کی ضرورت نہیں اور یہ کتاب مطبع لکھنو نولکشور میں طبع ہو کر فروخت ہو رہی ہے۔

بیان المشکل

وان کان اللفظ مستعملاً بکثرۃ لکن فی مدلولہ دقۃ احتیج الی الکتب

الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْأَخْبَارِ وَبَيَانِ الْمُشْكِلِ) مِنْهَا
وَقَدْ أَكْثَرَ الْأَئِمَّةُ مِنَ التَّصَانِيفِ فِي ذٰلِكَ كَالطَّحَاوِيِّ وَالْخَطَّابِيِّ وَابْنِ
المتوفی سنہ ۳۲۱ھ
عَبْدِ الْبَرِّ وَغَيْرِهِمْ)

قلیل الاستعمال الفاظ کے معانی دریافت کرنے کا طریق تو معلوم ہو چکا ہے مگر جو لفظ
حدیث کثیر الاستعمال ہو لیکن بوقت ترکیب اسکے مدلول میں دقت ہو آسانی سے مطلب
اس کا حل نہ ہو سکے تو اُسکے حل کرنے کے واسطے اُن کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے جو
معانی اخبار کی شرح اور مشکل احادیث کے بیان میں لکھی گئی ہیں۔ آئمہ حدیث اعلی اللہ
مراتبہم نے اس فن میں بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں منجملہ اُن مصنفین سے حافظ طحاوی
حافظ ابن عبدالبر وغیرہم ہیں ان کی تصانیف اس بارہ میں دیکھنی چاہئے۔ حافظ طحاوی
کی کتاب کا نام معانی الآثار ہے۔

مَنْ ذُكِرَ بِنُعُوتٍ مُتَعَدِّدَةٍ

ثُمَّ الْجَهَالَةُ) بِالرَّاوِي وَهِيَ السَّبَبُ الثَّامِنُ فِي الطَّعْنِ (وَسَبَبُهَا
أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا أَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ تَكْثُرُ نُعُوتُهُ) مِنِ اسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ
أَوْ لَقَبٍ أَوْ صِفَةٍ أَوْ حِرْفَةٍ أَوْ نِسْبَةٍ فَيَشْتَهِرُ بِشَيْءٍ مِنْهَا (فَيُذْكَرُ
بِغَيْرِ مَا اشْتُهِرَ بِهِ لِغَرَضٍ) مِنَ الْأَغْرَاضِ فَيُظَنُّ أَنَّهُ آخَرُ فَيَحْصُلُ
الْجَهْلُ بِحَالِهِ (وَصَنَّفُوا فِيهِ) أَيْ فِي هٰذَا النَّوْعِ (الْمُوضِحَ
لِأَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيقِ) أَجَادَ فِيهِ الْخَطِيبُ وَسَبَقَهُ إِلَيْهِ عَبْدُ الْغَنِيِّ
ثُمَّ الصُّورِيُّ وَمِنْ أَمْثِلَتِهِ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرٍ الْكَلْبِيُّ نَسَبَهُ بَعْضُهُمْ
إِلَى جَدِّهِ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ حَمَّادَ بْنَ السَّائِبِ وَكَنَّاهُ بَعْضُهُمْ
أَبَا النَّضْرِ وَبَعْضُهُمْ أَبَا سَعِيدٍ وَبَعْضُهُمْ أَبَا هِشَامٍ فَصَارَ يُظَنُّ أَنَّهُ جَمَاعَةٌ وَهُوَ وَاحِدٌ
وَمَنْ لَا يَعْرِفُ حَقِيقَةَ الْأَمْرِ فِيهِ لَا يَعْرِفُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ۔

جو راوی متعدد نعتوں سے ذکر کیا جاوے اُس کا جاننا

اس کے بعد راوی کی جہالت کا بیان ہے اور یہ آٹھواں سبب ہے طعن میں راوی کے مجہول ہونے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ راوی کی نعوت اسم کنیت ۔ لقب یا کوئی صفت جیسے اعرج ۔ احول ۔ اصم ہے یا کوئی پیشہ یا نسبت کثرت سے ہوں اور انمیں سے وہ راوی ایک ہی کے ساتھ مشہور ہو ۔ اور اُس کو روایت لینے وقت غیر مشہور نعت کے ساتھ کسی غرض کے واسطے ذکر کیا جاوے ۔ اور اِس نعت کے بدلنے سے وہ ایک اور شخص گمان کیا جاوے اور اس طرح وہ مجہول الحال ہوجاوے محدثین نے اس نوع میں بھی (یعنی ایک راوی) میں وہام کے جمع ہونے اور علیحدہ ہونے کے حال کے واضح کرنے والی کتابیں لکھی ہیں خطیب کی کتاب مسمی بالموضح لاوہام الجمع والتفریق اس باب میں بہت اچھی ہے اور خطیب سے پہلے عبد الغنی بن سعید المصری الازدی نے بھی ایک کتاب بنام ایضاح الاشکال لکھی ہے اور شیخ صوری نے بھی جو عبد الغنی کے تلمیذ اور خطیب کے اُستاد ہیں ایک کتاب لکھی ہے اور اِس قسم کی مثالوں میں سے مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرِ الْكَلْبِيُّ ہے کہ بعض نے اُس کو دادا کی طرف منسوب کرکے محمد بن بشر پڑھا ہے ۔ اور بعض نے اس کو حماد بن السائب کرکے پڑھا ہے ۔ اور بعض نے اس کو ابو نصر سے مکنی کیا ہے ۔ اور بعض نے ابو سعید اور بعض نے ابو ہشام کی کنیت سے اس کو پڑھا ہے ۔ پس انہی نعتوں کے سبب یہ شخص ایک جماعت تصور ہونے لگا حالانکہ فی نفس الامر وہ ایک ہی شخص ہے پس جو شخص حقیقت اس قسم کی نہ جانے وہ اسباب جہالت سے کچھ بھی نہیں جانتا ۔

مَنْ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ إِلَّا وَاحِدٌ

(وَ) الْأَمْرُ الثَّانِي أَنَّ الرَّاوِيَ (قَدْ يَكُونُ مُقِلًّا) مِنَ الْحَدِيثِ

(فَلَا يَكْثُرُ الْاَخْذُ عَنْهُ وَقَدْ
صَنَّفُوْا فِيْهِ الْوُحْدَانَ وَهُوَ مَنْ لَا يَرْوِيْ عَنْهُ اِلَّا وَاحِدٌ وَلَوْ سُمِّيَ وَ
مِمَّنْ جَمَعَهُ مُسْلِمٌ وَالْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ وَغَيْرُهُمَا)

اُس راوی کا بیان جس سے فقط ایک ہی شخص روایت کرے

دوسرا سبب راوی کی جہالت کا یہ ہے کہ راوی حدیث میں گاہے قلیل الروایت ہوتا ہے
اس وجہ سے اُس سے بہت روایت نہیں کی جاتی اور وہ مجہول الذات ہو کر رہجاتا ہے
محدثین نے اس قسم میں بھی کتابیں بنام وُحدان لکھی ہیں - وحدان جمع ہے واحد کی
جیسے کہ رکبان ہے جمع راکب کی اور مراد وُحدان سے وہ کتابیں ہیں جو خاص اُن شخصوں کی
کیفیت میں لکھی گئی ہیں جنسے فقط ایک ہی شخص روایت کرتا ہو - اب اُس (راوی) کا
جس سے ایک ہی راوی روایت کرتا ہے اگر نام بھی لیا جاوے تو بھی مجہول ہی رہیگا جن
عالی ہمتوں نے اس فن میں کتابیں لکھی ہیں اُنسے ایک تو امام مسلم ہیں اُنھوں نے اپنی کتاب
المنفردات والوحدان میں اُنکو جمع کیا ہے اور دوم حسن بن سفیان ہیں - اور سوا ان
دو بزرگوں کے اور علماء نے بھی اس باب میں تصنیف کی ہے - امام بخاری کی بھی ایک کتاب
اس نوع میں ہے -

اَلْمُبْهَمَاتُ

(اَوْ لَا يُسَمّٰى) الرَّاوِيْ (اِخْتِصَارًا) مِنَ الرَّاوِيْ عَنْهُ كَقَوْلِهٖ

۱؎ قولہ اولا یسمی الراوی کا لفظ ظاہر مجرد متن سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی متقلا یہ عطف ہے - اس ترکیب پر ابتدا سے یہاں تک تقسیم ثلاثی ہوگی - اور شرح کی ترکیب کا خیال کرنے اور تقسیم ثنائی کو ملحوظ رکھنے سے اولا یسمے الراوی - لا یکثر الاخذ پر عطف ہوگا اور ولو سمی کا لفظ لم یرو عنہ الا واحد کا حیلہ متعلق ہوگا - اس ترکیب سے یہ معنی پیدا ہوگا کہ کم روایت کرنیوالا راوی یا تو کثرت سے اخذ نہ ہوگا - اور یا اُس ناقل کا نام نہ لیا جائے گا - اور جس ناقل سے اخذ کم ہو وہ ہے جس سے ایک ہی شخص روایت کرے - گو اُس کا نام بھی لیا جاوے اور جس ناقل کا نام نہ لیا جاوے - وہ ہے جس سے ایک راوی اخذ کرنے والے ہوں اور کثرت کی حد و مرتبہ تک نہ پہونچے ہوں ۱۲ منہ -

أَخْبَرَنِي فُلَانٌ أَوْ شَيْخٌ أَوْ رَجُلٌ أَوْ بَعْضُهُمْ أَوِ ابْنُ فُلَانٍ - وَيُسْتَدَلُّ عَلَى مَعْرِفَةِ اسْمِ الْمُبْهَمِ بِوُرُودِهِ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى مُسَمًّى (وَ) صَنَّفُوا فِيهِ الْمُبْهَمَاتِ وَلَا يُقْبَلُ (حَدِيثُ الْمُبْهَمِ) مَا لَمْ يُسَمَّ لِأَنَّ شَرْطَ قَبُولِ الْخَبَرِ عَدَالَةُ رُوَاتِهِ وَمَنْ أُبْهِمَ اسْمُهُ لَا تُعْرَفُ عَيْنُهُ فَكَيْفَ عَدَالَتُهُ (وَ) كَذَا لَا يُقْبَلُ خَبَرُهُ (وَلَوْ أُبْهِمَ بِلَفْظِ التَّعْدِيلِ) كَأَنْ يَقُولَ الرَّاوِي عَنْهُ أَخْبَرَنِي الثِّقَةُ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ ثِقَةً عِنْدَهُ مَجْرُوحًا عِنْدَ غَيْرِهِ وَهٰذَا (عَلَى الْأَصَحِّ) فِي الْمَسْأَلَةِ وَلِهٰذِهِ النُّكْتَةِ لَمْ يُقْبَلِ الْمُرْسَلُ وَلَوْ أَرْسَلَهُ الْعَدْلُ جَازِمًا بِهِ لِهٰذَا الْاِحْتِمَالِ بِعَيْنِهِ وَقِيلَ يُقْبَلُ تَمَسُّكًا بِالظَّاهِرِ إِذِ الْجَرْحُ عَلَى خِلَافِ الْأَصْلِ - وَقِيلَ إِنْ كَانَ الْقَائِلُ عَالِمًا أَجْزَأَ ذٰلِكَ فِي حَقِّ مَنْ يُوَافِقُ مَذْهَبَهُ وَهٰذَا لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عُلُومِ الْحَدِيثِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ)

مبہمات کا بیان

راوی کے مجہول ہونے کا ایک یہ بھی سبب ہے کہ اس کا شاگرد اختصار کیواسطے اُستاذ کا نام لینا چھوڑ دیوے۔ اور بجائے نام اُس کے یوں کہے اَخبرنی فلان۔ فلاں نے مجھے حدیث سُنائی ہے یا اس طرح کہے اَخبرنی شیخ ایک شیخ نے مجھے حدیث کہی ہے۔ یا یوں کہے اخبرنی رجل ایک شخص نے میرے آگے حدیث بیان کی ہے۔ یا لوں کے بعض نے مجھے حدیث سنائی ہے۔ یا یوں کہے فلاں کے بیٹے نے مجھے حدیث سنائی ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ حدیث بیان کرنے کو ابہام کہتے ہیں) اور مبہم راوی کے نام کی معرفت پر اُس دوسری سند سے استدلال کیا جاتا ہے جس میں اُس کا نام صاف طور پر ہو کر بیان ہوا ہو۔ علماء حدیث نے اس نوع میں بھی مبہم راویوں کی تعیین کو کتابیں لکھی ہیں منجملہ اُن مصنفین میں سے حافظ محمد عبد الغنی بن سعید المصری المتوفی ۴۰۹ھ ۔ وخطیب بغدادی وابو القاسم ابن بشکوال۔ وابو عبداللہ بن طاہر مقدسی

وَالتحقيق أَنَّ رِوَايَةَ الْمَسْتُوْرِ وَنَحْوِهِ مِمَّا فِيْهِ الْاِحْتِمَالُ لَا يُطْلَقُ الْقَوْلُ بِرَدِّهَا وَلَا بِقَبُوْلِهَا بَلْ هِيَ مَوْقُوْفَةٌ إِلَى إِسْتِبَانَةِ حَالِهِ كَمَا جَزَمَ بِهِ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ وَنَحْوُهُ قَوْلُ ابْنِ الصَّلَاحِ فِيْمَنْ جُرِحَ بِجَرْحٍ غَيْرِ مُفَسَّرَةٍ۔

اور اگر راوی قلیل الروایت کا نام روایت میں ظاہر کیا گیا لیکن اُس سے اخذ کرنیوالا ایک ہی راوی ہوا تو وہ بھی مبہم کی طرح مجہول العین ہے اُس کی حدیث بھی اصح قول میں قبول نہ کی جائیگی مگر اُس صورت میں کہ اس منفرد اخذ کرنے والے کے سوائے کوئی دوسرا شخص اسکی توثیق بیان کردیوے۔ اور اگر منفرد عنہ خود توثیق کی لیاقت رکھتا ہو اور اس مثل راوی کی توثیق خود ہی بیان کردیوے تو اُس وقت بھی قلیل الروایت کی حدیث مقبول ہوگی اور اگر راوی کا نام لیکر دو شخص یا دو سے زیادہ اُس راوی سے روایت کریں اور توثیق (و جرح مفسر اُس کا) نہوا ہو تو یہ راوی مجہول الحال ہے۔ اور یہی مستور الحال بھی ہے۔ اس کی روایت کو ایک جماعت نے بغیر کسی قید عصر و توثیق کے قبول کیا ہے۔ اور جمہور نے رد کیا ہے۔ لیکن تحقیق اس موقعہ پہ یہ ہے کہ روایت مستور الحال اور اسکے مثل راوی کی جن میں احتمال عدالت و جرح کا ہو جیسے کہ مجہول العین کی روایت ہے۔ یا تعدیل سے ابہام کرنے والے کی نہ تو بالکل رد ہی کی جاتی ہے اور نہ مطلقاً قبول کی جاتی ہے۔ بلکہ راوی کا حال ظاہر ہونے تک خبر توقف میں ہے۔ اور اسی توقف کے ساتھ امام الحرمین نے جزم کیا ہے۔ اور ابن الصلاح کا قول بھی اس راوی کے حق میں جو غیر مفسر جرح سے مجروح کیا جاوے قول مذکور کے موافق ہے۔

فِيْ رِوَايَةِ أَهْلِ الْبِدَعِ

ثُمَّ الْبِدْعَةُ (وَهِيَ السَّبَبُ التَّاسِعُ مِنْ أَسْبَابِ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ) وَهِيَ إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ بِمُكَفِّرٍ (كَأَنْ يَعْتَقِدَ مَا يَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ) أَوْ بِمُفَسِّقٍ فَالْأَوَّلُ لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ) وَقِيْلَ يُقْبَلُ

مُطْلَقًا وَقِيْلَ اِنْ كَانَ لَا يَعْتَقِدُ حِلَّ الْكِذْبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهٖ قُبِلَ
وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّهٗ لَا يُرَدُّ كُلُّ مُكَفَّرٍ بِبِدْعَتِهٖ لِاَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ تَدَّعِيْ
اِنَّ مُخَالِفِيْهَا مُبْتَدِعَةٌ وَقَدْ تُبَالِغُ فَتُكَفِّرُ مُخَالِفِيْهَا فَلَوْ اُخِذَ ذٰلِكَ
عَلَى الْاِطْلَاقِ لَاسْتَلْزَمَ تَكْفِيْرَ جَمِيْعِ الطَّوَائِفِ فَالْمُعْتَمَدُ اَنَّ الَّذِيْ تُرَدُّ
رِوَايَتُهٗ مَنْ اَنْكَرَ اَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّيْنِ
بِالضَّرُوْرَةِ وَكَذَا مَنِ اعْتَقَدَ عَكْسَهٗ فَاَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ
وَانْضَمَّ اِلٰى ذٰلِكَ ضَبْطُهٗ لِمَا يَرْوِيْهِ مَعَ وَرَعِهٖ وَتَقْوَاهُ فَلَا مَانِعَ
مِنْ قَبُوْلِهٖ۔

اہل بدعت کی روایتوں کے بیان میں

مذکورہ طعنوں کے بعد راوی میں بدعت کا طعن ہے۔ اور یہ نواں سبب
اسباب طعن سے اور دو قسم پر منقسم ہے ایک قسم اس کا تو اسکے مرتکب کو کافر
کرنے والا ہوگا چنانچہ ایسی چیز کا اعتقاد رکھے جو مستلزم کفر ہووے جیسے کہ ایک
ضروری مجمع علیہ امر دین کا انکار کر دیوے۔ مثل انکار فرضیت نماز۔ و زکوٰۃ۔
و حرمت زنا و نحوہ۔ اور دوسرا قسم بدعت کا اسکے مرتکب کو فاسق کرنے والا ہوگا
پس قسم اول کے معتقد کی روایت کو تو جمہور علماء قبول نہیں کرتے۔ اور بعض نے
کہا ہے علی الاطلاق قبول کی جاوے۔ اور بعض علما یوں فرماتے ہیں کہ اگر بدعتی
راوی اپنے مذہب کی نصرت کے لئے جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو تو اس کی روایت
قبول کی جاوے لیکن تحقیق اس موقع پر یہ ہے کہ بدعت کے سبب جن کی تکفیر کیجاتی
ہے۔ اُن سب کی روایت علی العموم رد نہ کی جاوے۔ اسواسطے کہ ہر ایک فرقہ اپنے مخالف
کو بدعتی قرار دیتا ہے۔ اور گاہے اس زینہ سے اوپر چڑھکر اس کی تکفیر بھی کر دیتا ہے
پس موضوع اس مسئلہ کا اگر علی الاطلاق اخذ کیا جاوے کہ جن کی طرف کفر کی نسبت
ہوئی ہے وہ کافر ہے تو اسلام کے سب فرقوں کی تکفیر لازم آئیگی جن میں محدثین

بھی ہیں اور پھر ان کی روایت بھی اہل بطالت کی تکفیر کرنے سے مردود ٹھہریگی۔
پس معتبر قول یہ ہے کہ اُس کافر بدعتی کی روایت کی جاتی ہے جو دین شرع کے
ضروری متواتر امر کا انکار کرے جیسے فرضیت نماز کا انکار کرنا۔ اور اسیطرح رد کیجاتی
ہے روایت اُس کافر بدعتی کی جس کا اسکے برعکس اعتقاد ہووے۔ یعنی جس امر کی
نفی معلوم ہو اس کو شریعت میں ایزاد کرے جیسے کہ پانچ نمازوں پر ایک اور نماز فرض
کردیوے وغیرہ۔ اور جس بدعتی میں عیب مذکورہ نہو۔ اور اپنی روایت میں ضابط
ہونے کے علاوہ وہ متقی و پرہیزگار بھی ہو۔ تو اُس کی روایت کے قبول کرنیمیں
کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں۔

(وَالثَّانِي) وَهُوَ مَنْ لَا يَقْتَضِي بِدْعَتُهُ التَّكْفِيرَ أَصْلًا۔ وَ
قَدِ اخْتُلِفَ أَيْضًا فِي قَبُولِهِ وَرَدِّهِ فَقِيلَ يُرَدُّ مُطْلَقًا وَهُوَ بَعِيدٌ۔
وَأَكْثَرُ مَا عُلِّلَ بِهِ أَنَّ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ تَرْوِيجًا لِأَمْرِهِ وَتَنْوِيهًا بِذِكْرِهِ
وَعَلَى هٰذَا فَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُرْوَى عَنْ مُبْتَدِعٍ شَيْءٌ يُشَارِكُهُ فِيهِ
غَيْرُ مُبْتَدِعٍ وَقِيلَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا إِلَّا إِنِ اعْتَقَدَ حِلَّ الْكَذِبِ
كَمَا تَقَدَّمَ وَقِيلَ (يُقْبَلُ مَنْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيًا إِلَى بِدْعَتِهِ)
لِأَنَّ تَزْيِينَ بِدْعَتِهِ قَدْ يَحْمِلُهُ عَلَى تَحْرِيفِ الرِّوَايَاتِ وَتَسْوِيَتِهَا
عَلَى مَا يَقْتَضِيهِ مَذْهَبُهُ وَهٰذَا (فِي الْأَصَحِّ) وَأَغْرَبَ ابْنُ حِبَّانَ
فَادَّعَى الْاِتِّفَاقَ عَلَى قَبُولِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ نَعَمِ الْأَكْثَرُ
عَلَى قَبُولِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ (إِلَّا أَنْ رَوَى مَا يُقَوِّي بِدْعَتَهُ
فَيُرَدُّ عَلَى) الْمَذْهَبِ (الْمُخْتَارِ وَبِهِ صَرَّحَ) الْحَافِظُ
أَبُو إِسْحٰقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ (الْجُوزَجَانِيُّ شَيْخُ) أَبِي دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيِّ فِي كِتَابِهِ مَعْرِفَةِ الرِّجَالِ فَقَالَ فِي وَصْفِ الرُّوَاةِ وَ
مِنْهُمْ زَائِغٌ عَنِ الْحَقِّ أَيْ عَنِ السُّنَّةِ صَادِقُ اللَّهْجَةِ فَلَيْسَ فِيهِ حِيلَةٌ
إِلَّا أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ حَدِيثِهِ مَا لَا يَكُونُ مُنْكَرًا إِذَا لَمْ يُقَوِّ بِهِ بِدْعَتَهُ انْتَهٰى

کہ اپنے مذہب کی طرف داعی نہ ہو۔ اور جس بدعتی کی روایت اُسکے مذہب کو تقویت دیتی ہو تو وہ مذہب مختار پر رد کی جاتی ہے۔ حافظ ابو اسحٰق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی ابو داؤد و نسائی کے شیخ نے اپنی کتاب معرفۃ الرجال میں اسی امر کیساتھ تصریح کی ہے چنانچہ آپ راویوں کے وصف میں فرماتے ہیں کہ بعض راوی حق سے یعنی طریقہ مرضیہ سلف صالحین سے پھرے ہوئے ہوتے ہیں لیکن اپنی گفتگو میں سچے ہوتے ہیں جھوٹ نہیں بولتے تو اُن کی روایت میں سوائے قبول کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں (اسواسطے کہ اُنکے صدق کا ثبوت انکی روایتوں کے قبول کرنیکا اقتضا کرتا ہے) جبتک کہ منکر نہ ہو اور اُن کی بدعت کو تقویت نہ دیتی ہو۔ لہٰذا شیخ جوزجانی نے جو کچھ اس موقعہ پہ فرمایا ہے ٹھیک ہے اس واسطے کہ جس علت کے سبب حدیث داعی الی البدعت کی رد کی جاتی ہے وہ علت اُس وقت وارد ہوتی ہے جبکہ ظاہر روایت کا حال موافق مذہب مبتدع کے ہووے اگرچہ وہ راوی داعی الی البدعت نہ بھی ہو۔ واللہ اعلم۔

اَلشَّاذُ عَلٰی رَأْیٍ

(ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ) وَهُوَ السَّبَبُ الْعَاشِرُ مِنْ أَسْبَابِ الطَّعْنِ وَالْمُرَادُ بِهِ مَنْ لَمْ يُرَجَّحْ جَانِبُ إِصَابَتِهِ عَلٰى جَانِبِ خَطَائِهِ وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ (إِنْ كَانَ لَازِمًا) لِلرَّاوِيْ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِهِ (فَهُوَ الشَّاذُّ عَلٰى رَأْيٍ) بَعْضِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ (أَوْ) إِنْ كَانَ سُوْءُ الْحِفْظِ (طَارِئًا) عَلَى الرَّاوِيْ إِمَّا لِكِبَرِهِ أَوْ لِذَهَابِ بَصَرِهِ أَوْ لِاحْتِرَاقِ كُتُبِهِ

ف قوله فهو الشاذ فيه من التسامح ما قد سبق فی موضع سنتی والمعنی فروی من هذه صفته هو الشاذ علی رائی بعض اهل الحدیث قال البقاعی فی شرح الالفیة المنکر اسم لما خالف فیه الضعیف الذی یجبر وهنه بمثل الثقة او تفرد به الاضعف الذی لا ینجبر وهنه بمتابعة مثله والشاذ اسم لما خالف فیه الثقة الاوثق او تفرد به الخفیف الضبط الذی ینجبر وهنه بمتابعة مثله انتهی

اَوْعَدَمِهَا بِاَنْ كَانَ يَعْتَمِدُهَا فَرَجَعَ اِلىٰ حِفْظِهٖ فَسَاءَ (فَهُوَ) اَلْمُخْتَلِطُ وَالْحُكْمُ فِيْهِ اَنَّ مَاحَدَّثَ بِهٖ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ اِذَا تَمَيَّزَ قُبِلَ وَاِذَا لَمْ يَتَمَيَّزْ تُوُقِّفَ فِيْهِ وَكَذَا مَنِ اشْتَبَهَ الْاَمْرُ فِيْهِ وَاِنَّمَا يُعْرَفُ ذٰلِكَ بِاعْتِبَارِ الْاٰخِذِيْنَ عَنْهُ (وَمَتٰى تُوْبِعَ سَيِّئُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ) كَاَنْ يَكُوْنَ فَوْقَهٗ اَوْمِثْلَهٗ لَادُوْنَهٗ (وَكَذَا) الْمُخْتَلِطُ الَّذِيْ لَايَتَمَيَّزُ وَالْمَسْتُوْرُ وَ(الْاِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَ) كَذَا (الْمُدَلَّسُ) اِذَا لَمْ يُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَ (حَدِيْثُهُمْ حَسَنًا لَالِذَاتِهٖ) بَلْ وَصْفُهٗ بِذٰلِكَ (بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ) مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ بِاِحْتِمَالِ كَوْنِ رِوَايَتِهٖ صَوَابًا اَوْغَيْرَ صَوَابٍ عَلٰى سَوَاءٍ فَاِذَا جَاءَتْ مِنَ الْمُعْتَبَرِيْنَ رِوَايَةٌ مُوَافِقَةٌ لِاَحَدِهِمْ رَجَحَ اَحَدُ الْجَانِبَيْنِ مِنَ الْاِحْتِمَالَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ وَدَلَّ ذٰلِكَ الْمَجِيْءُ عَلٰى اَنَّ الْحَدِيْثَ مَحْفُوْظٌ فَارْتَقٰى مِنْ دَرَجَةِ التَّوَقُّفِ اِلىٰ دَرَجَةِ الْقَبُوْلِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَمَعَ اِرْتِقَائِهٖ اِلىٰ دَرَجَةِ الْقَبُوْلِ فَهُوَ مُنْحَطٌّ عَنْ رُتْبَةِ الْحَسَنِ لِذَاتِهٖ وَرُبَّمَا تَوَقَّفَ بَعْضُهُمْ عَنْ اِطْلَاقِ اسْمِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ وَقَدِ انْقَضٰى مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَتْنِ مِنْ حَيْثُ الْقَبُوْلُ وَالرَّدُّ ۔

بعض ائمہ حدیث کی رائے کی شاذ کا بیان

طعن بدعت کے بعد راوی کا سوء حفظ ہے اور یہ سوء حفظ اسباب طعن میں سے دسواں سبب ہے مراد سوء حفظ سے یہ ہے کہ راوی کی اصابت اس کی خطا پر مرجح نہو سکے یعنی اصابت بہ نسبت خطا کے کم ہو یا خطا کے برابر ہو۔ اور یہ سوء حفظ دو قسم ہوگا ایک تو یہ ہے کہ راوی کو جمیع احوال میں لازم اور غیر منفک ہو تو اس کی روایت

لہ قال ابن الصلاح وما كان من رواية المختلطين في الصحيحين او في احدهما فانا نعرف على الجملة ان ذلك مما تميز وكان ماخوذا عنهم قبل الاختلاط ١٢

بعض اہلحدیث کی رائے پر شاذ ہے۔ اور دوسرا قسم سوءالحفظ کا یہ ہے کہ راوی کو
سب احوال میں لازم نہیں اتفاقاً کسی سبب سے لاحق ہوگیا ہے مثل بڑھاپے یا نابینا ہو جانے یا کتابوں کے معدوم ہو جانے سے جن پر اعتماد رکھتا تھا وہ ضائع ہو گئیں اور
حفظ کی طرف رجوع کیا تو یہ راوی مختلط ہے اس کی روایتوں کی بابت یہ حکم
ہے کہ جو حدیثیں حافظہ میں اختلاط آنے سے پہلے روایت کر چکا ہے اگر تاریخ کے رو سے
جو اُسکے اختلاط کا وقت بتاتی ہے تمیز ہو سکے تو وہ قبول کی جاویں۔ اور اگر تمیز نہو سکے
تو اس کی سب روایتوں میں توقف کیا جائے گا۔ اور جس راوی کا حال مشتبہ ہو
اُس کی روایتوں میں بھی یہی حکم ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے زمانہ حدیث روایت
کرنے مختلط راوی کا باعتبار اُسکے شاگردوں کے فلاں فلاں شخص اس سے قبل از اختلاط
روایت کرتے ہیں۔ اور فلاں فلاں اختلاط کے بعد بنظر اُس کی صحیحین کی اصحبت
اور تقدم میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اگر سوءالحفظ[۱] راوی معتبر راوی سے متابعت
کیا جائے۔ اس طور پر کہ وہ متابع سوءالحفظ سے فائق ہو یا اس کی مثل ہو اور اس سے
کم درجہ میں نہو اور اسیطرح وہ مختلط راوی جس کی حدیث کی تمیز نہو سکے کہ زمانہ اختلاط
کی ہے یا غیر کی اور اسیطرح مستور الحال راوی کی اور اسناد مرسل اور اسناد مدلس

[۱] عراقی کہتے ہیں الفاظ جرح کے پانچ درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ راوی کے حق میں کہا جاوے کذاب
یہ راوی بہت جھوٹا ہے۔ یا اس طرح کہا جاوے وضاع ہے۔ یعنی اپنی طرف سے حدیثیں بنا کر پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ درجہ دوم یہ ہے کہ راوی کو کہا جاوے متہم بالکذب اس راوی کو کذب کی
تہمت لگی ہے۔ یا یوں کہیں متہم بالوضع۔ اس راوی کو حدیثیں وضع کرنے کی تہمت لگی ہے۔ یا یوں کہیں ھالک یا یوں کہیں
متروک یا یوں کہیں ساقط۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ راوی کو کہیں مردود الحدیث یا یہ کہیں ضعیف جداً یا [illegible]
ان تین قسموں کی حدیث سے نہ تو احتجاج کیا جاتا ہے اور نہ ہی استشہاد و اعتبار میں ان کی حدیث [illegible]
قسم یہ ہے کہ راوی کی کہا جائے ضعیف الحدیث یا یوں کہا جاوے منکر الحدیث یا اسطرح کہا جاوے مضطرب الحدیث
پانچواں قسم یہ ہے کہ راوی کو کہا جاوے فیہ ضعف یا اسطرح کہا جاوے سوءالحفظ یا یوں کہا جاوے لیس بالقوی یا یوں کہا جاوے [illegible]
ایسا کہیں فیہ ادنیٰ احتمال ان پچھلے درجوں کی حدیث اخذ بھی کیجاتی ہے اور اعتبار و استشہاد کیواسطے اسمیں نظر کیجاتی ہے [illegible]
ابن الہمام تحریر میں فرماتے ہیں جو حدیث راوی کے فسق کے سبب ضعیف ہو متعدد سندوں سے قابل احتجاج نہیں ہو سکتی متابع راوی کا [illegible]
سے فائق یا برابر ہونا اسواسطے شرط ٹھہرائی ہے کہ راوی کے تین درجے ہیں ایک قسم وہ ہے جس کی حدیث سے احتجاج کیا جاتا ہے [illegible]
راوی میں۔ اور دوسرا قسم وہ ہے جنکی حدیث سے احتجاج کیا جاتا ہے لیکن استشہاد اور اعتبار میں لی جاتی ہے [illegible] جنکی حدیث
ترک کیجاتی ہے اسواسطے فرمایا کہ متابع راوی سوءالحفظ سے فائق ہو اعلیٰ درجہ میں یا مثل اُسکی ہو دوسرے درجہ میں [illegible]
حدیث کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہذا خلاصۃ ما فی بہجۃ النظر ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ

جبکہ مخذوف راوی اس کا معلوم نہ ہو سکے (مراد اسناد سے اس جگہ نفس سند ہے یعنی راوی حدیث کرنیوالے) تو اُن کی حدیث حسن لذاتہٖ تو ہو نہیں سکتی لیکن حسن لغیرہ ہو جائیگی باعتبار موصوف ہونے اس حدیث کے مجموعہ متابع سے اسواسطے کہ اُن میں سے ہر ایک کی روایت صواب اور غیر صواب کا احتمال علی السویہ رکھتی ہے۔ پس جب معتبر راویوں سے کوئی روایت انکی روایت کے موافق آجائے تو احتمالین مذکورین کی دونوں جانبوں میں سے ایک کو ترجیح ہو جائیگی۔ اور اس متابع روایت کا ورود اس امر پر دلالت کریگا کہ حدیث فی نفس الامر محفوظ ہے۔ اور احتمال غیر صحیح ہونے حدیث کا کہ ساقط راوی شاید غیر ثقہ ہو احتمال مرجوح ہے۔ اور توقف کی حالت سے ترقی کرکے قبولیت کے درجہ پر جا پہونچیگی واللہ اعلم۔ لیکن باوجود اس ترقی کے جو قبولیت کے درجہ پر آپہونچی ہے۔ پھر بھی حسن لذاتہٖ کے درجہ سے کم ہے۔ بلکہ اکثر اوقات بعض علماء اسپر حسن کا اطلاق کرنے سے بھی توقف کرتے ہیں۔ یہانتک متن حدیث کے متعلق اسکے اقسام مقبولہ و مردودہ کی بحث ختم ہوئی ہے۔ اور اس سے آگے اسناد کے متعلق بحث ہے۔

(ثُمَّ الْاِسْنَادُ) وَهُوَ الطَّرِيْقُ الْمُوْصِلَةُ اِلَى الْمَتْنِ وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْاِسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ وَهُوَ (اِمَّا اَنْ يَّنْتَهِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ) وَيَقْتَضِيْ لَفْظُهٗ (اِمَّا تَصْرِيْحًا اَوْ حُكْمًا) اَنَّ الْمَنْقُوْلَ بِذٰلِكَ الْاِسْنَادِ (مِنْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَوْ) مِنْ (فِعْلِهٖ وَ) مِنْ (تَقْرِيْرِهٖ) مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَّقُوْلَ الصَّحَابِيُّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا اَوْ حَدَّثَنَا

ل۵ قولہ والمتن الخ واعلم انہم قد اختلفوا فی ان متن الحدیث ہو قول الصحابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم او مقول النبی صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم کما ذکرہ الطیبی فی الخلاصۃ۔ والمصنف اختیار الثانی ولذا زاد لفظ الغایۃ ویرد علیہ ان ہذا اذا کان الحدیث قولیا واما اذا کان فعلیا ونحوہ فلا۔ فالاولی ان یجعل اضافۃ الغایۃ الی ما بیانیۃ فیطابق القول الاول والمعنی حینئذ ہو المقصود الذی ینتہی الاسناد الیہ ولعل الاختلاف الذی ذکرہ الطیبی کان فی الخبر القولی فقط۔ ہذا خلاصۃ ما فی بہجۃ النظر ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالی

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهٗ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَذَا اَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ كَذَا اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ - وَمِثَالُ
الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهٗ كَانَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ كَذَا - وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ
مِنَ التَّقْرِيْرِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ فَعَلْتُ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ كَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهٗ فَعَلَ فُلَانٌ
بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ
كَذَا اَوْ لَا يَذْكُرُ اِنْكَارَهٗ لِذٰلِكَ -

متن کی بحث ختم کرکے اسکے بعد اسناد کے متعلق بحث شروع ہوتی ہے۔ سو واضح ہو کہ اسناد
متنِ حدیث کی طرف پہونچانے والا ایک راستہ ہے اور متنِ حدیث وہ ہے جس جگہ اسناد
کلام منتہی ہوتا ہے۔ یعنی اسناد کلام کے انتہا کی غایت ہے (مثال اسناد متن کی پیچھے
گذر چکی ہے) اسناد کی تین صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ و
بارک وسلم تک پہونچے۔ دوم یہ کہ صحابی تک پہونچے سوم یہ کہ تابعی یا تبع تابعی تک
پہونچے پس پہلی صورت اسناد کی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچتی ہے وہ
اس طرح ہوگی کہ اس اسناد کا لفظ یعنی متن حدیث صراحۃً یا حکماً اقتضا کرگیا کہ اُس
اسناد کا بیان کیا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا قول ہے یا فعل ہے
یا تقریر ہے۔ مثال مرفوع قولی مصرح کی یہ ہے کہ صحابی کہے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے اس طرح سنا ہے یا یوں کہے صحابی ہم سے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اس طرح حدیث فرمائی ہے۔ یا صحابی اور یا صحابی کے سوائے
تابعی ارسال کے طور پر) کہدیوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے یوں فرمایا۔
یا یوں کہے کہ جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپنے یوں فرمایا۔ یا مثل

اس کی اور الفاظ تحدیث کے بولے اور مرفوع فعلی مصرح کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے
دیکھا میں نے جناب رسول اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو کہ آپ نے ایسا کیا تھا۔ یا صحابی اور یا صحابی
کے سوائے تابعی کہدیوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اسطرح کرتے تھے۔
اور مرفوع تقریری مصرح کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے حضور میں اس طرح کام کیا۔ یا صحابی اور یا صحابی کے سوائے
تابعی کہدیوے کہ فلاں شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو یہ کام کیا۔ اور آپکا
انکار اس کام پر ذکر نکرے (اگر انکار ذکر کردیوے تو مرفوع قولی ہوجائیگی)
(ومثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا ما یقول الصحابی الذی لم
یاخذ عن الاسرائیلیات ما لا مجال للاجتہاد فیہ ولا لہ تعلق ببیان
لغۃ او شرح غریب کالاخبار عن الامور الماضیۃ من بدء الخلق واخبار
الانبیاء او الاٰتیۃ کالملاحم والفتن واحوال یوم القیٰمۃ وکذا الاخبار
عما یحصل بفعلہ ثواب مخصوص او عقاب مخصوص وانما کان لہ
حکم المرفوع لان اخبارہ بذالک یقتضی مخبرا وما لا مجال للاجتہاد
فیہ یقتضی موقفا للقائل بہ ولا موقف للصحابۃ الا النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم او بعض من یخبر عن الکتب
القدیمۃ فلھذا وقع الاحتراز عن القسم الثانی واذا کان کذالک
فلہ حکم ما لو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک
وسلم فھو مرفوع سواء کان مما سمعہ منہ او عنہ بواسطۃ)
اور مثال مرفوع قولی حکمی کی جو بغیر صراحت کے ہو اس صحابی کا قول ہے جو کہ

۱۵ قولہ عن الاسرائیلیات ای من کتب بنی اسرائیل او من افواھھم فمن کان منھم یاخذ عنھا کعبد اللہ
بن سلام وعبد اللہ بن عمرو ولا یکون قول ھذا الصحابی الذی یاخذ عن الاسرائیلیات فی حکم المرفوع لتقوۃ
الاحتمال قال المحقق ابو الحسن ابن محمد صادق السندی فی بہجۃ النظر [illegible] کان ابن عباس [illegible]
فی الاسرائیلیات للاحتجاج علی الیھود وغیرہ من المصالح ولعلہ [illegible] النھی عن الاخذ عنھا انما کان خوفا
من دخول اللبس [illegible]

يَكُونُ لَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوعِ مِنْ جِهَةِ اَنَّ الظَّاهِرَ اِطِّلَاعُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ لِتَوَفُّرِ دَوَاعِيْهِمْ عَلٰى سُؤَالِهٖ عَنْ اُمُوْرِ دِيْنِهِمْ وَلِاَنَّ ذٰلِكَ زَمَانُ نُزُوْلِ الْوَحْيِ فَلَا يَقَعُ مِنَ الصَّحَابَةِ فِعْلُ شَيْءٍ وَيَسْتَمِرُّوْنَ اِلَّا وَهُوَ غَيْرُ مَمْنُوْعِ الْفِعْلِ وَقَدِ اسْتَدَلَّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى جَوَازِ الْعَزْلِ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَهُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ وَلَوْ كَانَ مِمَّا يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهٰى عَنْهُ الْقُرْاٰنُ)

اور مثال مرفوع فعلی حکمی کی یہ ہے کہ صحابی ایسا فعل کرے جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو پس حمل کیا جائے گا صحابی کا یہ فعل اس امر پر کہ صحابی کے پاس نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم سے اس کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ امام شافعی رح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کے حق میں جس میں آیا ہے کہ ہر ایک رکعت میں دو دو رکوعوں سے زیادہ[۱] رکوع بھی آئے ہیں فرماتے ہیں اگر حضرت علی رضہ سے اس کا ثبوت ہمیں پہونچ جائے تو ہم تسلیم کرینگے اور مثال مرفوع تقریری حکمی کی یہ ہے کہ کوئی صحابی یہ خبر دیوے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم میں اس طرح کرتے تھے جیسے کہ کنا ناکل لحوم الاضاحی علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پس صحابی کی اس خبر کو مرفوع ہونے کا حکم اس واسطے دیا جاتا ہے کہ بسبب زیادہ ہونے بواعث سوالات صحابہ کے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم سے امور دین میں ظاہرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطلاع ہوئی معلوم ہوتی ہے اور نیز وہ زمانہ نزول وحی کا زمانہ تھا پس صحابہ سے ایسا فعل کوئی صادر نہیں ہو سکتا

---

[۱] ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں صلوٰۃ کسوف کی بعض طرق میں آیا ہے کہ ہر ایک رکعت میں تین رکوع ہیں اور بعض میں آیا ہے کہ ہر ایک رکعت میں چار رکوع ہیں اور اسناد ہر ایک روایت کی علت سے خالی نہیں انتہے۔ اور شیخ ابن القیم زاد المعاد میں امام شافعی اور امام احمد اور امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ یہ ائمہ موصوفین دو رکوع سے اوپر زیادہ رکوعوں کو راویوں کی غلطی میں شمار کرتے تھے انتہے۔ اور علماء حنفیہ فرماتے ہیں اختلاف طرق مذکورہ کا رکعتوں کی تعداد میں اضطراب پیدا کرتا ہے اس واسطے موعود فی الصلوٰۃ کی طرف جو ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے اس مسئلہ کو پھیرا جاتا ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالے وابقاہ

جبکہ وہ مداومت کرتے ہوں اور منع نہ کئے جاتے ہوں مگر اسی بنا پر کہ وہ فعل استمراری
انکا غیر ممنوع ہو۔ دیکھو حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالے عنہما
عزل کے جواز پر صحابہ ہی کے فعل سے استدلال کرکے فرماتے ہیں کہ صحابہ عزل کیا کرتے
تھے اور قرآن اترتا تھا اگر یہ فعل انکا ممنوع ہوتا تو قرآن انکو اس فعل سے روک دیتا۔

وَيَلْتَحِقُ بِقَوْلِي حُكْمًا مَاوَرَدَ بِصِيغَةِ الْكِنَايَةِ فِي مَوْضِعِ الصِّيَغِ الصَّرِيحَةِ بِالنِّسْبَةِ
إِلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ كَقَوْلِ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ
يَرْفَعُ الْحَدِيثَ أَوْ يَرْوِيهِ[1] أَوْ يَنْمِيهِ أَوْ رِوَايَةً أَوْ يَبْلُغُ بِهِ أَوْ رَوَاهُ وَقَدْ
يَقْتَصِرُونَ عَلَى الْقَوْلِ مَعَ حَذْفِ الْقَائِلِ وَيُرِيدُونَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ كَقَوْلِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا الْحَدِيثَ وَفِي كَلَامِ الْخَطِيبِ أَنَّهُ اصْطِلَاحٌ
خَاصٌّ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ وَمِنَ الصِّيَغِ الْمُحْتَمِلَةِ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا
فَالْأَكْثَرُ عَلَى أَنَّ ذٰلِكَ مَرْفُوعٌ وَنَقَلَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِيهِ الْإِتِّفَاقَ قَالَ وَإِذَا
قَالَهَا غَيْرُ الصَّحَابِيِّ فَكَذٰلِكَ مَا لَمْ يُضِفْهَا إِلَى صَاحِبِهَا كَسُنَّةِ الْعُمَرَيْنِ
وَفِي نَقْلِ الْإِتِّفَاقِ نَظَرٌ فَعَنِ الشَّافِعِيِّ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ قَوْلَانِ وَذَهَبَ
إِلَى أَنَّهُ غَيْرُ مَرْفُوعٍ أَبُو بَكْرٍ الصَّيْرَفِيُّ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَأَبُو بَكْرٍ الرَّازِيُّ مِنَ
الْحَنَفِيَّةِ۔ وَابْنُ حَزْمٍ مِنْ أَهْلِ الظَّاهِرِ۔ وَاحْتَجُّوا بِأَنَّ السُّنَّةَ تَرَدَّدُ بَيْنَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ غَيْرِهِ۔ وَأُجِيبُوا
بِأَنَّ احْتِمَالَ إِرَادَةِ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ
بَعِيدٌ۔ وَقَدْ رَوَى الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ فِي حَدِيثِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ
سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضعَنْ أَبِيهِ فِي قِصَّتِهِ مَعَ الْحَجَّاجِ حِينَ قَالَ لَهُ

[1] قوله یرویه او ینمیه کحدیث مالک عن ابی حازم عن سهل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل یده الیمنی علی ذراعه الیسری قال ابو حازم لا اعلمه الا انه ینمی ذلک وکحدیث سفیان عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة روایة الفطرة خمس قوله یبلغ به کحدیث مسلم عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة یبلغ به الناس تبع لقریش قوله رواه اخرجه نقلا استعمال مثبتة المضارع والمصادر ۱۲ منه

إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَهُ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَهَلْ يَعْنُوْنَ بِذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ فَنَقَلَ
سَالِمٌ وَهُوَ أَحَدُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَأَحَدُ الْحُفَّاظِ مِنَ التَّابِعِيْنَ
عَنِ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ إِذَا أَطْلَقُوا السُّنَّةَ لَا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ إِلَّا سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلَّمَ۔

اور حکمی مرفوع کے ساتھ جو تین میں نے ذکر کیا ہے وہ حدیث بھی ملحق ہے جو بصیغہ کنایت
بجائے صیغہ صریحہ کے جناب نبوی علیہ علی واصحابہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاوے
جیسا کہ تابعی صحابی سے روایت کرتے وقت کہدے یرفع الحدیث یعنی صحابی اس
حدیث کو جناب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تک پہونچاتا تھا یا تابعی اسطرح
کہدیوے یرویہ۔ یا یوں کہے ینمیہ۔ یا روایۃ یا یبلغ بہ یا رواہ کا لفظ بولے۔ اور
گاہے (بصرہ کے) راوی قائل کو حذف کرکے فقط اسکے قول ہی پر اقتصار کردیتے ہیں
اور اس قائل محذوف سے مطلب ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہوتے ہیں
جیسا کہ ابن سیرین ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں قال قال تقاتلون قوما صغار الاعین
تسوقهم ثلاث مرات حتى يلحقوهم بجزيرة العرب فاما في السابقة الاولى
فينجو من هرب منهم واما في الثانية فينجو بعض ويهلك بعض واما في الثالثة
فيصطلمون۔ خطیب فرماتے ہیں قائل کو حذف کردینا خاص اہل بصرہ ہی کی اصطلاح
ہے اور احتمالی رفع کے صیغوں میں سے ایک یہ ہے کہ صحابی کہدیوے سنت طریق
اس طرح ہے اس باب میں اکثر محدثین اسے ہیں کہ یہ مرفوع ہے۔ اور حافظ ابن عبد البر
مالکی نے اس مسئلہ میں محدثین کا اتفاق نقل کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اگر صحابی کے بغیر
تابعی بھی یہ لفظ بولے تو وہ بھی مرفوع ہے حتی کہ کسی دوسرے کی طرف اس سنت کو
منسوب نہ کرے جیسا کہ سنت العمرین ہے منسوب بطرف حضرت عمرؓ وحضرت ابو بکرؓ
لیکن اتفاق کی نقل میں جائے نظر ہے۔ اسواسطے کہ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں
ایک قدیم جس میں صحابی اور تابعی کے من السنۃ کذا کہنے کو مرفوع سمجھتے تھے پھر قول جدید

میں تابعی کی بابت آپنے رجوع کیا اسواسطے کہ تابعی کہا ہے اس لفظ سے سنت البلدان
مراد رکھتے ہیں - اور شافعیہ سے ابو بکر صیرفی اور حنفیہ سے ابو بکر رازی اور اہل ظاہر[1] سے
ابن حزم اس طرف گئے ہیں کہ یہ قسم مرفوع نہیں اور اپنے قول کی تائید میں انہوں نے
یہ حجت پکڑی ہے کہ سنت کا لفظ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور غیر کے درمیان
مشترک مستعمل ہوتا ہے چنانچہ بعض اوقات سنت الخلفا اور سنت البلدان بھی اس کا
اطلاق آجاتا ہے اس لئے مطلق سنت کذا کہنے کو مرفوع کا حکم نہیں دیا جاتا - جمہور
اُن کو یہ جواب دیتے ہیں کہ صحابہ کا من السنۃ کذا کہکر سوائے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ
وصحبہ وسلم کے غیر کو مراد رکھنا احتمال بعیدہ ہے - اور اس قول کی تائید میں صحابہ سے
روایت بھی آچکی ہے - دیکھو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن شہاب زہری سے
روایت کی ہے وہ سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں - وہ اپنے باپ عبداللہ بن عمر
سے حجاج بن یوسف ثقفی کے استفتا کے جواب میں کہ حجاج بن یوسف نے سال محاربہ
ابن الزبیر کے ابن عمر سے دریافت کیا کہ موقف میں ہم نماز کس طرح ادا کریں تو اس کو سالم نے
فرمایا اگر تو سنت کی اقتدا کرنی چاہتا ہے تو عرفہ کے دن سویرے ہی نماز پڑھ لے یعنی سورج
ڈھلتے ہی ظہر اور عصر کو جمع کرکے پڑھ لے ابن شہاب کہتے ہیں میں نے سالم سے کہا کہ ظہر وعصر کی
جمع تقدیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے بروز عرفہ موقف میں کی ہے - تو سالم
نے فرمایا کہ صحابہ کرام تو لفظ سنت سے سنت نبوی ہی مراد کہا کرتے ہیں غیر کا سنت

---

[1] اہل ظاہر سے یہاں وہ طائفہ مراد ہے جو مطلق قیاس کو چھوڑ کر ظاہر پر جمے ہوئے ہیں - قیاس سے وہ اسقدر متنفر ہیں کہ علت منصوصہ وجلیہ کے متحقق ہونے پر بھی اسکے قائل نہیں ہوتے - آئمہ حدیث اور فقہا انکی کچھ پرواہ نہیں کرتے امام سیوطی وغیرہ فرماتے ہیں انکے خلاف سے اجماع منخرق نہیں ہوتا اُسکے کے انکے بعض اقوال ہی اُنہیں میں شمار کیا ہے - اور کہا ہے اہل ظاہر کا اطلاق آئمہ حدیث پر بھی آجاتا ہے اسواسطے کہ وہ نصوص از ظواہر تاویل غیر متوج الی الصرف اعتقاد نہیں رکھتے اور استنباط کے سب وجوہ کے قائل ہیں - سوائے قیاس خفی کے جس کو اکثر فقہا مانتے ہیں اور یہ گروہ خیار امت محمدیہ اور بہترین فرقہ ناجیہ سے ہیں کما قیل فی حقہم ع اہل حدیث ہم اہل النبی وان لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا یعنی اہل حدیث ہی اہل نبی ہیں گو انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت نہیں کی لیکن آپکے انفاس مبارکہ یعنی حدیث کی صحبت تو اُن کو حاصل ہے - علامہ ماقی تحفۃ النظر مع الزیادۃ اور طحطاوی کتاب الذبائح میں اہل حدیث کو فرقہ ناجیہ کا معیار قرار دیتے ہیں -

تو اُن کی مراد نہیں ہوا کرتا - پس حضرت سالم جو منجملہ فقہا سبعہ مدینہ منورہ اور حفاظ تابعین
میں سے ایک شخص ہیں نقل کرتے ہیں کہ صحابہ جب سنت کا لفظ بولیں تو اُس سے سنت
نبوی ہی مراد کیا کرتے ہیں -

(وَ اَمَّا قَوْلُ بَعْضِهِمْ اِنْ كَانَ مَرْفُوْعًا فَلِمَ لَا يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ - فَجَوَابُهُ اَنَّهُمْ تَرَكُوا الْجَزْمَ بِذٰلِكَ
تَوَرُّعًا وَ اِحْتِيَاطًا - وَمِنْ هٰذَا قَوْلُ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا
تَزَوَّجَ الْبِكْرَ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا اَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ قَالَ اَبُوْ
قِلَابَةَ لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَيْ لَوْ قُلْتُ لَمْ اَكْذِبْ لِاَنَّ قَوْلَهُ مِنَ
السُّنَّةِ هٰذَا مَعْنَاهُ لٰكِنْ اِيْرَادُهُ بِالصِّيْغَةِ الَّتِيْ ذَكَرَهَا الصَّحَابِيُّ
اَوْلٰى - وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ اُمِرْنَا كَذَا اَوْ نُهِيْنَا عَنْ كَذَا فَالْخِلَافُ
فِيْهِ كَالْخِلَافِ الَّذِيْ قَبْلَهُ لِاَنَّ مُطْلَقَ ذٰلِكَ يَنْصَرِفُ بِظَاهِرِهٖ
اِلٰى مَنْ لَهُ الْاَمْرُ وَالنَّهْيُ وَهُوَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
وَسَلَّمَ وَخَالَفَ فِيْ ذٰلِكَ طَائِفَةٌ وَتَمَسَّكُوْا بِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ
غَيْرَهُ كَاَمْرِ الْقُرْاٰنِ اَوِ الْاِجْمَاعِ اَوْ بَعْضِ الْخُلَفَاءِ اَوِ الْاِسْتِنْبَاطِ وَ
اُجِيْبُوْا بِاَنَّ الْاَصْلَ هُوَ الْاَوَّلُ وَمَا عَدَاهُ مُحْتَمَلٌ لٰكِنَّهُ بِالنِّسْبَةِ
اِلَيْهِ مَرْجُوْحٌ وَاَيْضًا فَمَنْ كَانَ فِيْ طَاعَةِ رَئِيْسٍ اِذَا قَالَ اُمِرْتُ
لَا يُفْهَمُ عَنْهُ اَنَّ اٰمِرَهُ اِلَّا رَئِيْسُهُ وَ اَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ يَحْتَمِلُ اَنْ
يَظُنَّ مَا لَيْسَ بِاَمْرٍ اَمْرًا فَلَا اخْتِصَاصَ لَهُ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بَلْ هُوَ
مَذْكُوْرٌ فِيْمَا لَوْ صَرَّحَ فَقَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَهُوَ احْتِمَالٌ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ الصَّحَابِيَّ عَدْلٌ
عَارِفٌ بِاللِّسَانِ فَلَا يُطْلِقُ اِلَّا بَعْدَ التَّحْقِيْقِ وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُ كُنَّا
نَفْعَلُ كَذَا فَلَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا كَمَا تَقَدَّمَ)

اور بعض لوگ جیسے کہ ابن حزم ہے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس حدیث کی سنت سے تعبیر کی
گئی ہے اگر وہ فی الواقعہ مرفوع تھی تو اُس میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کیوں
نہ راویوں نے کہا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ پچھلے راویوں نے تورع اور احتیاط سے جزم کا
صیغہ ترک کر دیا ہے اور اسے قبیل یعنی رفع کے احتمالی صیغوں میں سے ابو قلابہ کا قول
ہے حضرت انس سے جس میں ابو قلابہ کہتے ہیں من السنۃ اذا تزوج البکر اقام عندھا
سبعًا یعنی جب کوئی باکرہ عورت بیاہ کر لاوے تو سنت یہ ہے کہ متواتر سات راتیں اسکے پاس
رہا کرے۔ بخاری و مسلم نے اسکو روایت کیا ہے۔ ابو قلابہ کہتے ہیں اگر میں چاہوں تو کہدوں
کہ حضرت انس نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک مرفوعًا روایت کیا ہے
یعنی میں کہدیتا تو اس کہنے میں جھوٹا نہوتا اس واسطے کہ حضرت انس کا یہ من السنۃ کہنا رفع
کا معنی رکھتا ہے لیکن جس لفظ سے صحابی نے اس کو بیان کیا ہے اُس لفظ سے بیان کرنا
اولی ہے۔ اور رفع کے احتمالی صیغوں سے یہ بھی ہے کہ صحابی کہدے امرنا کذا ونھینا
عن کذا۔ ہمیں یوں حکم ہوا۔ اور ہم فلاں کام سے روکے گئے۔ اس کیواسطے بھی حکم رفع
کا ہے۔ اور خلاف اُس میں ویسا ہی ہے جیسا کہ اس سے پہلے میں تھا۔ یعنی خلاف عدم
رفع کا مرجوح ہے۔ اور اسکو رفع کا حکم اس واسطے دیا جاتا ہے کہ ظاہرًا مطلق امر اور نہی
صاحب امر و نہی کی طرف پھرتا ہے۔ اور صحابہ کو امر کرنے والے اور منع کرنے والے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہیں اور ایک فریق نے جن میں اسماعیلی اور ابو بکر صیرفی
بھی ہیں قال العراقی اس امر میں اختلاف کیا ہے۔ اور اُنکا تمسک بہ یہ احتمال ہے کہ آمر اور ناہی
سے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے غیر بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے کہ امر
قرآن اور امر اجماع اور بعض خلفا اور استنباط یعنی اجتہاد۔ انکو یہ جواب دیا گیا ہے کہ در اصل
صحابی کے کلام میں امر و ناہی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہی ہیں۔ اور باقی امر گو
احتمال رکھتا ہے لیکن بہ نسبت اول کے وہ مرجوح ہے کما ذکر فی الباب ہ

نقل فوادک حیث شئت من الھوی + ما الحب الا للحبیب الاول +
کم منزل فی الارض یألفہ الفتی + وحنینہ ابدًا لاول منزل +

امام نسائی امیہ بن عبداللہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت
عبداللہ بن عمر سے کہا ہم صلوۃ خوف اور صلوۃ حضر قرآن میں پاتے ہیں اور صلوۃ سفر کا
ذکر قرآن میں نہیں پاتے تو ابن عمر نے ان کو فرمایا اے بھتیجے میرے اللہ تعالے نے اس
حالت میں ہماری طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو بھیجا تھا کہ جب ہم کچھ نہیں
جانتے تھے اور اب جو کچھ ہم کرتے ہیں یہ وہی ہے جیسا کہ ہمنے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو
دیکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اکثر افعال صحابہ کا ماخذ شارع علیہ الصلوۃ والسلام
کے اقوال وافعال ہی ہیں۔ اور نیز یہ بھی ہے کہ جو شخص کسی رئیس کی اطاعت میں ہوتا ہے
جب وہ کہے کہ مجھے یوں حکم ملا ہے تو اُسکے اس قول سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ آمر اس کا
وہ رئیس ہی ہے نہ غیر۔ اب وہ احتمال بھی اُٹھ گیا۔ اور جو بعض نے کہا ہے کہ اس قول
میں احتمال ہے کہ صحابی غیر آمر کو آمر خیال کر لیوے۔ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اس احتمال کو
اس مسئلے سے کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ احتمال اُس جگہ بھی متصور ہو سکتا ہے۔ جہاں
صحابی صاف صراحت سے کہا یوے اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ
بِکَذَا۔ اور یہ احتمال ضعیف ہے اسواسطے کہ صحابی عادل اور عارف زبان کے ہیں وہ بغیر
تحقیق وثبوت کے اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے۔ اور مرفوع حکمی احتمالی کے قبیل سے
ہے۔ صحابی کا بغیر مقید کرنے زمانہ نبویہ کے یہ کہنا کُنَّا نَفْعَلُ کَذَا کہ ہم ایسا فعل کیا
کرتے تھے۔ اس کو بھی رفع کا حکم ہے جیسا کہ گذرا ہے۔ اسواسطے کہ صحابہ وہی کام کرتے
تھے جس کی شرعیت شارع صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی تقریر سے ثابت ہو۔
(وَمِنْ ذٰلِكَ اَنْ يَّحْكُمَ الصَّحَابِيُّ عَلٰى فِعْلٍ مِّنَ الْاَفْعَالِ بِاَنَّهٗ طَاعَةٌ لِّلّٰهِ
اَوْ لِرَسُوْلِهٖ اَوْ مَعْصِيَةٌ كَقَوْلِ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى
اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ فَلَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا
لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا تَلَقَّاهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ)
اور اسے قسم مرفوع حکمی احتمالی کے قسم سے ہے صحابی کا کسی فعل پر یہ حکم لگانا کہ یہ فعل
اللہ تعالی کی طاعت ہے۔ یا یوں فرمانا کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

کی تابعداری ہے۔ یا یوں حکم دینا کہ یہ فعل معصیت ہے جیسے کہ حضرت عمارؓ فرماتے ہیں جو کوئی شک والے دن روزہ رکھے اُس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اس قسم کو بھی رفع کا حکم ہے اسواسطے کہ ظاہراً ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُس صحابی نے یہ اطاعت اور معصیت کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہی سے اخذ کیا ہوگا۔

(اَوْ) یَنْتَہِیْ غَایَۃُ الْاِسْنَادِ اِلَی الصَّحَابِیْ کَذٰلِکَ (اَیْ مِثْلُ مَا تَقَدَّمَ فِیْ کَوْنِ اللَّفْظِ یَقْتَضِی التَّصْرِیْحَ بِاَنَّ الْمَنْقُوْلَ ھُوَ مِنْ قَوْلِ الصَّحَابِیِّ اَوْ مِنْ فِعْلِہٖ اَوْ مِنْ تَقْرِیْرِہٖ وَلَا یَجِیْءُ فِیْہِ جَمِیْعُ مَا تَقَدَّمَ بَلْ مُعْظَمُہٗ۔ وَالتَّشْبِیْہُ لَا یُشْتَرَطُ فِیْہِ الْمُسَاوَاتُ مِنْ کُلِّ جِھَۃٍ)

غایۃ اسناد کی جو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک منتہی ہوتی ہے اس کی تشریح تو ہو چکی ہے اور اگر صحابی ہی تک غایۃ اسناد کا منتہی ہووے تو وہ بھی ماتقدم کی طرح اسناد کا لفظاً اقتضا کرے گا کہ منقول اُس اسناد سے صحابی کا قول ہے یا فعل ہے یا تقریر ہے۔ مگر اتنا فرق ہے کہ اس موقوف میں سب اقسام گذشتہ مرفوع حقیقی وحکمی کے نہیں آسکتے بلکہ بڑے بڑے احکام اس کے آتے ہیں اس واسطے کہ موقوف مرفوع کے مشابہ ہے اور تشبیہ میں ہر جہت سے مساوات نہیں ہوتی۔

تَعْرِیْفُ الصَّحَابِیِّ

الاستطراد ذكر الشيء في غير موضعه لا لمعنى لمناسبة والمعنى فصلت ذكر الصحابي ١٢ منه

(وَلَمَّا کَانَ ھٰذَا الْمُخْتَصَرُ شَامِلًا لِجَمِیْعِ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ اِسْتَطْرَدْتُ اِلَی التَّعْرِیْفِ الصَّحَابِیِّ مَنْ ھُوَ فَقُلْتُ ھُوَ مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِہٖ وَمَاتَ عَلَی الْاِسْلَامِ

ولو تخللت ردة في الاصح والمراد باللقاء ما هو اعم
من المجالسة والمماشاة ووصول احدهما الى الآخر وان
لم يكالمه ويدخل فيه رؤية احدهما الآخر سواء كان
ذلك بنفسه او بغيره والتعبير باللقي اولى من قول بعضهم الصحابي
من رأى النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم لانه يخرج
حينئذ ابن ام مكتوم ونحوه من العميان وهم صحابة
بلا تردد - واللقي في هذا التعريف كالجنس - وقولي
مؤمنا كالفصل يخرج من حصل له اللقاء المذكور في
حال كونه كافرا - وقولي به فصل ثان يخرج من لقيه
مؤمنا لكن بغيره من الانبياء ولكن هل يخرج من
لقيه مؤمنا به بانه سيبعث ولم يدرك البعث وفيه
نظر - وقولي مات على الاسلام فصل ثالث يخرج من
ارتد بعد ان لقيه مؤمنا ومات على الردة كعبيد الله
وابن خطل - وقولي ولو تخللت ردة اي بين لقيه له مؤمنا
به وبين موته على الاسلام فان اسم الصحبة باق له سواء رجع الى
الاسلام في حياته ام بعده وسواء لقيه ثانيا ام لا - وقولي في الاصح
اشارة الى الخلاف في المسئلة - ويدل على رجحان الاول قصة
الاشعث بن قيس فانه كان ممن ارتد واتي به الى ابي بكر
الصديق اسيرا فعاد الى الاسلام فقبل منه ذلك وزوجه
اخته ولم يتخلف احد عن ذكره في الصحابة ولا عن تخريج احاديثه
في المسانيد وغيرها -

صحابی کی تعریف

اور چونکہ یہ مختصر کتاب علوم حدیث کے سب اقسام کو شامل ہے اس واسطے میں نے

صحابی کے ذکر کی طرف بھی توجہ کی کہ وہ کون ہے پس کہتا ہوں میں کہ صحابی وہ شخص ہے
جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر ایمان لا کر آپ سے ملاقات کرے اور اسلام
ہی پر اس کا انتقال بھی ہووے گو بیچ میں روت بھی لاحق ہولی ہو اصح قول میں ارتداد
سے تائب ہو کر اسلام پر مرنے والا صحابی ہے اور حنفیہ اور امام مالک کے نزدیک ردت سے
صحبت باطل ہو جاتی ہے جبتک پھر مسلمان ہو کر صحبت ثانیہ حاصل نہ کرے صحابی
نہ ہوگا۔ اور مراد لقاء وملاقات سے عام ہے خواہ مجالست سے ہو یا مماشات سے یا بوصول احدھما
کے الی الاخر۔ خواہ آپس میں فیمابین کلام نہ بھی ہوا ہو۔ اور داخل ہے اس میں دیکھنا
جانبین میں سے ایک کا دوسرے کو جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نابینا صحابہ کو دیکھنا
اور اس رویت کا اندازہ وحد نہیں خواہ ایک لمحہ ہی کی ہو اور خواہ دور سے بھی ہو۔ اور
خواہ بنفسہ ارادۃً خود دیکھا ہو یا کسی کو دیکھتے ہوئے تبعاً اس پر نظر جا پڑی ہو۔ رویت میں حد
واندازہ کی تو کوئی شرط نہیں لیکن یہ شرط ہے کہ جانبین کی حیات دنیوی ہووے۔ پس
جس نے بوقت تدفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا وہ صحابی نہیں اور اسیطرح شب
معراج میں جن پیغمبروں کو سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے آپنے دیکھا ہے وہ بھی اس تعریف
میں نہیں آتے اور عیسیٰ علیہ السلام کو شرف صحبت حاصل ہے اس واسطے کہ آپ زندہ
زمین سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں اور اخیر زمانہ میں دین محمدی کے نائب ہو کر
امام مہدی کے وقت تشریف لائینگے[1]۔ کما فی جمیع الکتب الحدیث۔ اور صحابی

---

[1] عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور امام مہدی کے وقت میں دوبارہ نزول فرمانے میں حدیثیں متواتر المعنے آئی ہیں اور صحابہ سے لیکر آجتک اہل اسلام کا اس عقیدہ پر سوا خوارج کے اجماع واتفاق ہے۔ کچھ عرصہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اس اتفاق سے انحراف کر کے خوارج کی تائید کی کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے دوبارہ نزول نہیں فرمائینگے۔ وفات مسیح پر آپکے دلائل خوارج کے درجہ سے بڑھکر نہیں ہیں ہاں البتہ جدت آپنے یہ پیدا کی ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ اور مہدی بھی ہوں اور وہ اصلی مسیح آ نہیں سکتے۔ احادیث میں جس مسیح کی آمد کا وعدہ کیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ دلیل آپنے اس پر ابن ماجہ کی وہ حدیث پکڑی جو از قسم منکر اور مردود ہے جس میں آیا ہے لا المہدی الا المسیح۔ یہ حدیث اگر صحیح بھی ہو جاوے تو بھی مرزا صاحب کو فائدہ نہیں دیتی [illegible] تو یہ ہے کہ مہدی مسیح ہی ہے نہ یہ کہ مرزا مہدی اور مسیح ہے۔ اخیر میں مثیل ہونے سے بھی آپنے غرض کیا چنانچہ ازالہ اوہام میں رسالت کا دعویٰ بھی کیا اور کہا کہ میری رسالت کے انکار سے طاعون آیا ہے۔ ابتدا میں آپ رسالت کے انکار کرتے تھے چنانچہ آپکا کلام ہے من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب۔ مستحق بہت ہو کر بعد میں انکار سے رجوع کیا اور کہا ہے [illegible] آسمان زمین میر رسالت [illegible] اسکے بعد صاف کھلم کھلا اعیاد البلا میں رسالت کا دعویٰ کر دیا۔ چونکہ قرآن کریم میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں بھی جیسا کہ بخاری میں آیا ہے لا نبی بعدی کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اسلئے علمائے دین نے مرتد و کوکاذب قرار دیا ہے مسلمانوں کو اس کے فریب سے بچنا چاہئے [illegible]

اخیر اسلام مرنے تک گو بیچ میں ارتداد اسکو لاحق ہوگیا ہو تو بھی اُس کے واسطے اسم صحبت باقی ہے۔ خواہ وہ اپنے ارتداد سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتی میں اسلام کیطرف رجوع کرے یا آپ کے ارتحال کے بعد اور خواہ دوبارہ آپ کی صحبت حاصل کرے یا نکرے اور فی الاصح کنا میرا اشارہ ہے اس طرف کہ اس مسئلہ میں خلاف ہے حنفیہ کے نزدیک روت محبط اعمال سابقہ کی ہے۔ جب اور اعمال حبط ہوئے تو صحبت سابقہ بھی حبط ہوگی لیکن اصح قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اس کی صحبت باقی ہے اور اس قول اول کے مرجح ہونے پر اشعث بن قیس کا قصہ دلالت کرتا ہے کہ وہ ارتداد کی وجہ سے قید کرکے حضرت ابوبکر کے حضور میں پیش کیا گیا تھا اور اُس کے اسلام کی طرف رجوع کیا تو آپ نے اُس کا اسلام قبول کرلیا بلکہ اپنی ہمشیرہ ام فروہ سے اس کی شادی کردی۔ اور صحابہ کرام کی تاریخ لکھنے والے علماء بھی صحابہ میں اس کو ذکر کرنے سے نہیں رکتے اور کتب حدیث میں بھی جو مسانید وغیرہ ہیں اس کی حدیث لینے سے کوئی محدث نہیں رُکا۔

تنبیہان اَحَدُهُمَا الْاِخْفَاءُ فِيْ رُجْحَانِ رُتْبَةِ مَنْ لَازَمَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔ وَقَاتَلَ مَعَهُ اَوْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَتِهٖ عَلٰى مَنْ لَمْ يُلَازِمْهُ اَوْ لَمْ يَحْضُرْ مَعَهُ مَشْهَدًا وَعَلٰى مَنْ كَلَّمَهُ يَسِيْرًا اَوْ مَاشَاهُ قَلِيْلًا اَوْ رَاٰهُ عَلٰى بُعْدٍ اَوْ فِيْ حَالِ الطُّفُوْلِيَّةِ۔ وَاِنْ كَانَ شَرَفُ الصُّحْبَةِ حَاصِلًا لِلْجَمِيْعِ۔ وَمَنْ لَيْسَ لَهٗ مِنْهُمْ سَمَاعٌ مِنْهُ فَحَدِيْثُهٗ مُرْسَلٌ مِنْ حَيْثُ الرِّوَايَةِ۔ وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ مَعْدُوْدُوْنَ فِي الصَّحَابَةِ لِمَا نَالُوْهُ مِنْ شَرَفِ الرُّؤْيَةِ۔ ثَانِيْهِمَا يُعْرَفُ كَوْنُهٗ صَحَابِيًّا بِالتَّوَاتُرِ اَوِ الْاِسْتِفَاضَةِ اَوِ الشُّهْرَةِ۔ اَوْ بِاِخْبَارِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ اَوْ بَعْضِ ثِقَاتِ التَّابِعِيْنَ۔ اَوْ بِاِخْبَارِهٖ عَنْ نَفْسِهٖ اِذَا كَانَ دَعْوَاهُ تَدْخُلُ تَحْتَ الْاِمْكَانِ۔ وَقَدِ اسْتُشْكِلَ هٰذَا الْاَخِيْرُ جَمَاعَةٌ مِنْ حَيْثُ اَنَّ دَعْوَاهُ ذٰلِكَ نَظِيْرُ دَعْوٰى مَنْ قَالَ اَنَا عَدْلٌ وَيَحْتَاجُ اِلٰى تَامُّلٍ یہ جگہ دیکھو اور سوچنے کے قابل

ہیں ایک تو انہیں سے یہ ہے کہ جو شخص جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم
کی خدمت و ملازمت میں رہا ہو۔ اور آپ کی معیت میں جہاد کیا ہو۔ یا آپکے علم کے نیچے فائز
بشہادت ہوا ہو اُس کا مرتبہ اُس صحابی پر زیادہ ہے جس نے آپ کی ملازمت نہیں
کی یا آپکے ساتھ تھوڑا سا راستہ چلا ہو۔ یا دور سے آپ کو دیکھا ہو یا طفولیت
کے زمانہ میں آپکو دیکھا ہو۔ گو شرف صحبت سبکو حاصل ہے۔ اور جن اصحاب کی صحبت
رویت سے ہے۔ اور آپسے انہوں نے سنا نہیں تو اُن کی حدیث از روے روایت
مُرسَل ہے اور باوجود عدم سماع کے۔ یہ حضرات بھی صحابہ میں معدود ہیں اسواسطے
کہ اُنہوں نے آپ کی رویت کا شرف حاصل کر لیا ہے۔ اور آفتاب نبوت کے پر تو سے
منور ہو گئے ہیں۔ دوسرا امر قابل یادداشت کے یہ ہے کہ صحابی کی معرفت تواتر سے معلوم
ہوتی ہے جیسے کہ عشرہ مبشرہ ہیں۔ یا خبر مستفیض سے یا خبر مشہور سے یا کسی معروف
صحابی کے خبر دینے سے کہ فلاں شخص صحابی ہے جیسے کہ ابو موسیٰ اشعری نے حممہ بن حممہ دوسی
کے حق میں جو اصفہان میں بمرض اسہال انتقال کر گئے تھے فرمایا کہ اُن کو نبی صلے اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے سماع ہے۔ ذکرہ العراقی وجزم بصحبۃ ابن عبد البر فی الاستیعاب
والذہبی فی التجرید۔ یا بعض ثقہ تابعی کی خبر دینے سے یا صحابی کے آپنے کہنے سے
کہ میں صحابی ہوں بشرطیکہ دعویٰ اس کا امکان رکھتا ہو عراقی کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے بعد ایک سو برس پیچھے اگر کوئی شخص صحابیت کا دعوےٰ
کرے تو غیر مقبول ہے گو اس کی عدالت بھی ثابت ہو اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنی اخیر عمر میں فرمایا ہے آجکی رات میں جو آدمی زمین پر زندہ
ہیں سو سال کے بعد انمیں سے کوئی بھی زندہ نہ رہیگا رواہ البخاری فی باب السمر
فی العلم من کتاب العلم ومسلم عن ابن عمر۔ یہ چھ طریق ہیں صحابی کی معرفت کے مگر اس پچھلے طریق کو
محدثین کی ایک جماعت نے مشکل سمجھا ہے اس واسطے کہ یہ دعویٰ اس کا اُس شخص کے دعوے
کی نظیر ہے جو خود ہی اپنے آپ کو عادل قرار دیتا ہے۔ اور یہ اعتراض اُنکا سوچنے کے قابل
ہے دراصل اعتراض اس مسئلہ میں اسوقت وارد ہوتا ہے کہ مدعی صحبت کا مجہول الحال ہو

الْقِسْمَيْنِ وَهُمُ الْمُخَضْرَمُوْنَ الَّذِيْنَ اَدْرَكُوا الْجَاهِلِيَّةَ وَالْاِسْلَامَ
وَلَمْ يَرَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَعَدَّهُمُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ
فِي الصَّحَابَةِ وَادَّعٰى عِيَاضٌ وَغَيْرُهٗ اَنَّ ابْنَ عَبْدِ الْبَرِّ
يَقُوْلُ اَنَّهُمْ صَحَابَةٌ وَفِيْهِ نَظَرٌ لِاَنَّهٗ اَفْصَحَ فِيْ خُطْبَةِ كِتَابِهٖ
بِاَنَّهٗ اِنَّمَا اَوْرَدَهُمْ لِيَكُوْنَ كِتَابُهٗ جَامِعًا مُسْتَوْعِبًا لِاَهْلِ
الْقَرْنِ الْاَوَّلِ۔ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُمْ مَعْدُوْدُوْنَ فِيْ كِبَارِ التَّابِعِيْنَ
سَوَآءٌ عُرِفَ اَنَّ الْوَاحِدَ مِنْهُمْ كَانَ مُسْلِمًا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَالنَّجَاشِيِّ اَوْ لَا لٰكِنْ اِنْ ثَبَتَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْاِسْرَآءِ كُشِفَ لَهٗ عَنْ جَمِيْعِ مَنْ فِي الْاَرْضِ
فَرَاٰهُمْ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَدَّ مَنْ كَانَ مُؤْمِنًا بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ فِيْ حَيٰوتِهٖ اِذْ ذَاكَ وَاِنْ لَّمْ يُلَاقِهٖ فِي الصَّحَابَةِ لِحُصُوْلِ الرُّؤْيَةِ
مِنْ جَانِبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

مُخضرمین کی تعریف

یہاں صحابہ اور تابعین کے درمیان ایک اور طبقہ باقی رہگیا ہے جنکے الحاق
کرنے میں اختلاف ہے کہ دونوں قسموں میں کس کے ساتھ الحاق کئے جائیں
اور یہ لوگ مُخضرمین ہیں جنہوں نے قبل از بعثت جاہلیت کا زمانہ اور بوقت
بعثت اسلام کا زمانہ بھی پایا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو انہوں نے
نہیں دیکھا حافظ ابن عبد البر نے انکو بسبب مشارکت زمانہ صحابہ کے صحابہ ہی میں
شمار کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے عیاض وغیرہ کہتے ہیں کہ ابن عبد البر ان کو صحابہ
تصور کرتے ہیں۔ اور اصل میں یہ بات نہیں اس واسطے کہ ابن عبد البر اپنی کتاب
استیعاب کے خطبہ میں تصریح کرتے ہیں کہ مخضرمین کو میں اس لئے
اپنی کتاب میں لاتا ہوں کہ میری کتاب قرن اول کے مسلمانوں کے واسطے جامع ہووے

(خواہ شرفِ رویت سے بہرہ اندوز ہوئے ہوں یا نہ۔) اور صحیح بات یہ ہے کہ مخضرمین
کبار تابعین میں شمار ہیں۔ خواہ اُن میں سے کسی ایک کا زمانہ نبویہ میں
ایمان لانا معلوم ہو جب بھی وہ تابعین ہی میں شمار ہوگا۔ اس واسطے کہ انکی
ملازمت صحابہ کے ساتھ زیادہ ہے۔ اور اگر یہ امر ثابت ہو جاوے کہ معراج کی رات
میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین کے سب لوگ دکھائے گئے تھے۔ اور آپ نے
اُن کو دیکھ لیا تھا تو مناسب ہے کہ اس رات میں جو آپکے ساتھ ایمان رکھتے ہوں
وہ صحابہ میں شمار کئے جاویں گو ظاہری طور پر انہوں نے ملاقات نہ بھی کی ہو۔
اس واسطے کہ صحابیت میں اسلام اور جانبین میں سے ایک کا دوسرے کو دیکھنا شرط
ہے۔ اور یہاں دونوں چیزیں متحقق ہیں اسلام اس طرف سے اور دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی طرف سے۔ اور چونکہ انکشاف مذکور میں کلام ہے پایہ صحت کو
نہیں پہونچا اس لئے محدثین نے مخضرمین کو تابعین کے طبقہ میں رکھا ہے۔

اَلْمَرْفُوْعُ وَالْمَوْقُوْفُ وَالْمَقْطُوْعُ

(فَا)لْقِسْمُ (الْاَوَّلُ) مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَهُوَ
مَا يَنْتَهِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ غَايَةُ الْاِسْنَادِ
(هُوَ الْمَرْفُوْعُ) سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْاِنْتِهَاءُ بِاِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ اَمْ
لَا (وَالثَّانِي الْمَوْقُوْفُ) وَهُوَ مَا يَنْتَهِيْ اِلَى الصَّحَابِيِّ (وَالثَّالِثُ
الْمَقْطُوْعُ) وَهُوَ مَا يَنْتَهِيْ اِلَى التَّابِعِيِّ وَمَنْ دُوْنَ التَّابِعِيِّ مِنْ
اَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ فِيْهِ اَيْ فِي التَّسْمِيَةِ (مِثْلُهُ)
اَيْ مِثْلُ مَا يَنْتَهِيْ فِيْ تَسْمِيَةِ جَمِيْعِ ذٰلِكَ مَقْطُوْعًا وَاِنْ شِئْتَ
قُلْتَ مَوْقُوْفٌ عَلٰى فُلَانٍ فَحَصَلَتِ التَّفْرِقَةُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بَيْنَ
الْمَقْطُوْعِ وَالْمُنْقَطِعِ فَالْمُنْقَطِعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْاِسْنَادِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالْمَقْطُوْعُ

مِن مباحث المتن كما ترى - وقد اطلق بعضهم هذا في موضع هذا
وبالعكس تجوزا عن الاصطلاح (ويقال للاخرين) اي الموقوف
والمقطوع (الاثر والمسند) في قول اهل الحديث هذا
حديث مسند (هو مرفوع صحابي بسند ظاهره
الاتصال) فقولي مرفوع كالجنس - وقولي صحابي كالفصل
يخرج ما رفعه التابعي فانه مرسل او من دونه فانه معضل
او معلق - وقولي ظاهره الاتصال يخرج ما ظاهره الانقطاع
ويدخل ما فيه الاحتمال وما يوجد فيه حقيقة الاتصال من
باب الاولى - ويفهم من التقييد بالظهور ان انقطاع الخفي
كعنعنة المدلس والمعاصر الذي لم يثبت لقيه لا يخرج
الحديث عن كونه مسندا لاطباق الائمة الذين خرجوا
المسانيد على ذلك وهذا التعريف موافق لقول الحاكم
المسند ما رواه المحدث عن شيخ يظهر سماعه منه وكذا
شيخه عن شيخه متصلا الى صحابي الى رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم - واما الخطيب فقال المسند المتصل فعلى هذا الموقوف
اذا جاء بسند متصل يسمى عنده مسندا لكن قال ان ذلك قد
ياتي بقلة - وابعد ابن عبد البر حيث قال المسند المرفوع
ولم يتعرض للاسناد فانه يصدق على المرسل والمعضل و
المنقطع اذا كان المتن مرفوعا ولا قائل به -

مرفوع اور موقوف ومقطوع کا بیان

اسناد کے تین قسم پیچھے ذکر ہوئے ہیں ایک قسم وہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک
منتہی ہووے اور اسکے بعد متن مذکور آپکے اقوال وافعال وتقاریر ہوں اور دوم

قسم وہ کہ صحابی تک اسناد منتہی ہووے اور اسکے بعد متن مذکور صحابی کے اقوال و افعال ہوں اور تیسرا
قسم وہ ہے کہ اسناد تابعی تک منتہی ہووے اور اسکے بعد متن مذکور تابعی کا قول یا فعل ہووے اس حساب سے متن کے
بھی تین قسم ہوئے پس تین میں پہلا قسم اقسام ثلثہ میں سے جسکی اسناد نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم تک پہونچتی ہے مرفوع ہے
خواہ پہونچنا اس اسناد کا بسند اتصال ہو یا بغیر اتصال اسواسطے کہ رفع وہ ہے کہ صحابی
کسی قول یا فعل یا تقریر کو۔ یا تابعی یا باسقاط صحابی ان امور کو جناب نبوی کیطرف
منسوب کرے یا تابعی کے بعد کے زمانہ کا کوئی شخص یہانتک کہ مصنفین کتب
احادیث کا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کہنا بھی اسے رفع میں داخل ہے
ذکرہ السخاوی) اور دوسرا قسم متن کا جو صحابی تک پہونچتا ہے مَوْقُوف
ہے۔ اور تیسرا قسم متن کا جو تابعی تک پہونچتا ہے مَقْطُوع ہے اور جو تبع تابع
تابعین یا ان سے بھی پچھلے لوگوں تک پہونچتا ہے وہ بھی تسمیہ میں مثل مقطوع
کی ہے اور اگر چاہے تو تو اس اخیر قسم کو بجائے مقطوع کے موقوف علی فلان
کہہ دیوے جیسے کہ موقوف علی الزہری اور موقوف علی مجاہد قید کے ساتھ کہا جاتا
ہے اور جس حدیث کو بلا قید مطلق موقوف کہا جاوے جیسے ہذا حدیث
موقوف تو یہ موقوف صحابہ کی ہے پس اس تقریر سے مقطوع اور منقطع کے
درمیان اصطلاحاً جدائی حاصل ہوگی اسواسطے کہ منقطع اسناد کی بحث سے ہے
جیسے کہ پیچھے گذر چکا ہے۔ اور مقطوع متن کی بحث سے ہے جیسا کہ تجھے معلوم
ہو رہا ہے اور بعض (یعنی امام شافعی) نے مقطوع کا اطلاق منقطع پر کیا ہے۔ اور
حافظ ابوبکر بردعی نے بالعکس اس کے اصطلاح سے تجاوز کر کے منقطع کو مقطوع کہا
ہے۔ اور ان پچھلے دو قسموں یعنی موقوف اور مقطوع کو اہل حدیث کے محاورہ میں اثر اور مسند بھی کہا جاتا ہے
جیسا کہ محدثین کہتے ہیں ہذا حدیث مسند اور مسند صحابی کی مرفوع ہے ایسی سند سے جس کا ظاہر اتصال ہووے
اور مرفوع کا کہنا [illegible] کی طرح ہے۔ اور صحابی کا لفظ بولنا فصل کی طرح ہے
اس لفظ کے کہنے سے وہ حدیث خارج ہو جاتی ہے جسکو تابعی رفع کرے اور وہ حدیث
بھی خارج ہو جاتی ہے جس کو تابعی سے نیچے کے طبقہ کا شخص رفع کرے۔ اسواسطے

کہ مرفوع تابعی کی مُرسَل ہے - اور نیچے کے طبقہ کے مرفوع مُعضَل اور معلق ہے
اور یہ جو میں نے کہا ہے ظاہرہ الاتصال ظاہر اُس سند کا اتصال ہو تو اس لفظ سے
وہ حدیث نکل جاتی ہے جس کا انقطاع ظاہر ہو (جیسے کہ مرسل جلی ہے) اور داخل ہے
مسند میں وہ حدیث بھی جس میں احتمال انقطاع کا ہووے جیسے کہ مرسل خفی
ہے - اور جس حدیث کی سند میں اتصال حقیقۃً پایا جاوے وہ بطریق اولیٰ مسند
میں داخل ہے اور سند کے اتصال کے ظہور سے مفہوم ہوتا ہے کہ انقطاع خفی
جیسی کہ عَنعَنَہ مدلس کی ہے - اور عنعنہ اُس معاصر کی جس کا لقا ثابت نہیں ہوا
یہ انقطاع خفی حدیث کو مسند ہونے سے نہیں نکالتا - اسواسطے کہ آئمہ حدیث نے
بالاتفاق اسی طریق پر مسانید کو روایت کیا ہے - اور یہ تعریف مسند کی حاکم کے قول
کے موافق ہے جو فرماتے ہیں کہ مسند وہ ہے جس کو محدث ایسے شخص سے روایت کرے
کہ اُس سے اپنے سماع کا اظہار کرے (گو ضعیف احتمال سے بیچ میں واسطہ محتمل ہو)
اور اسیطرح اُس محدث کا شیخ اپنے شیخ سے بسند اتصال صحابی تک اور صحابی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک روایت کرے - اور خطیب کہتے مسند وہ ہے جو متصل ہووے
پس اُنکی تعریف پر اگر موقوف بھی متصل سند سے آوے تو اُنکے نزدیک اُس کا نام بھی
مسند رکھا جائے گا - لیکن خطیب کہتے ہیں موقوفِ متصل پر اطلاق مسند کا کم ہی آتا
ہے - اور حافظ ابن عبد البر بہت ہی دور ہو گئے ہیں اس موقعہ پہ جو کہ فرماتے ہیں کہ
مسند مرفوع ہی ہے اور اسناد کے اتصال کے اشتراط پر متوجہ ہوئے جو ضروری تھا
اس واسطے کہ یہ مرسل اور معضل اور منقطع پر بھی صادق آتی ہے جبکہ متن مرفوع
ہووے - اور حال آنکہ اس کا کوئی قائل نہیں -

اَلعُلُوُّ المُطلَقُ وَالنِّسبِیُّ

فَاِن قَلَّ عَدَدُہٗ اَی عَدَدُ رِجَالِ السَّنَدِ فَاِمَّا اَن یَّنتَھِیَ اِلَی

النبيّ صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم بذلك العدد
القليل بالنسبة إلى سند آخر يرد به ذلك الحديث بعينه
بعدد كثير (أو ينتهي) إلى (إمام) من أئمة الحديث
(ذي صفة علية) كالحفظ والفقه والضبط والتصنيف
وغير ذلك من الصفات المقتضية للترجيح (كشعبة) و
مالك والثوري والشافعي والبخاري ومسلم ونحوهم (فالأول)
وهو ما ينتهي إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم (العلو المطلق)
فإن اتفق أن يكون سنده صحيحا كان الغاية القصوى وإلا فصورة
العلو فيه موجودة ما لم يكن موضوعا فهو كالعدم (والثاني)
العلو (النسبي) وهو ما يقل العدد فيه إلى ذلك الإمام ولو كا
العدد من ذلك الإمام إلى منتهاه كثيرا وقد عظمت رغبة
المتأخرين فيه حتى غلب ذلك على كثير منهم بحيث أهملوا
الاشتغال بما هو أهم منه - وإنما كان ذلك العلو مرغوبا فيه
لكونه أقرب إلى الصحة وقلة الخطاء لأنه ما من راو من رجال
الإسناد إلا والخطاء جائز عليه فكلما كثرت الوسائط وطال السند
كثرت مظان التجويز وكلما قلت قلّت - فإن كان في النزول مزية
ليست في العلو كأن يكون رجاله أوثق منه أو أحفظ أو أفقه أو الاتصال
فيه أظهر فلا تردد في أن النزول حينئذ أولى - وأما من رجح النزول
مطلقا واحتج بأن كثرة البحث تقتضي المشقة فيعظم الأجر
فذلك ترجيح بأمر أجنبي عما يتعلق بالتصحيح والتضعيف)

علو مطلق اور علو نسبی کا بیان

اور اگر سند کے راوی بہ نسبت کسی دوسری سند کے راویوں کے کم ہوں اور انہیں

قُتَيبَةَ عَنْ مَالِكٍ حَدَّثَنَا فَلَوْ رَوَيْنَاهُ مِنْ طَرِيْقِهِ كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ
قُتَيبَةَ ثَمَانِيَةٌ وَلَوْ رَوَيْنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ بِعَيْنِهِ مِنْ طَرِيْقِ أَبِي
الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ عَنْ قُتَيبَةَ مَثَلاً كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قُتَيبَةَ فِيْهِ
سَبْعَةٌ فَقَدْ حَصَلَتِ الْمُوَافَقَةُ مَعَ الْبُخَارِيِّ فِي شَيْخِهِ بِعَيْنِهِ
مَعَ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ عَلَى الْإِسْنَادِ إِلَيْهِ -
الذی کان من جہۃ البخاری الیہ ای الی الشیخ البخاری ۱۲ منہ

موافقت کا بیان

اور اس علو نسبی میں موافقت ہے مطلق رہ موافقت نہیں جو علو نسبی کا قسم ہے
اور یہ موافقت کیا چیز ہے مصنفین کتب صحاح ستہ وغیرہ کے کسی ایک شیخ کی طرف
پہونچنا ہے سوائے اُس طریق کے جو اس معین مصنف کو پہونچ رہا ہے۔ مثال
اُس وصول مذکور کی بوجہ علو کے مثلاً امام بخاری اپنی صحیح میں قتیبہ سے وہ مالک سے
ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ پس اُسی حدیث کو امام بخاری کے طریق سے
اگر ہم روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان جو بخاری کے شیخ ہیں اور یوں
آٹھ واسطے ہونگے۔ اور اگر اُسی حدیث کو بعینہ ابو العباس سراج کے طریق سے
روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان اس سند میں سات واسطے ہونگے
پس حاصل ہوئی ہمکو موافقت امام بخاری کے ساتھ اُنکے شیخ ہیں بعینہ باوجود
عالی ہونے اسناد ہماری کے بجانب شیخ بخاری کے۔

اَلْبَدَلُ

(وَفِيْهِ) أَيِ الْعُلُوِّ النِّسْبِيِّ (الْبَدَلُ وَهُوَ الْوُصُوْلُ إِلَى
شَيْخِ شَيْخِهِ كَذٰلِكَ) كَأَنْ يَقَعَ لَنَا ذٰلِكَ الْإِسْنَادُ بِعَيْنِهِ
مِنْ طَرِيْقٍ أُخْرَى إِلَى الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ فَيَكُوْنُ الْقَعْنَبِيُّ بَدَلاً

مِنْ قُتَيْبَةَ - وَاَكْثَرُ مَا يَعْتَبِرُوْنَ الْمُوَافِقَةَ وَالْبَدَلَ اِذَا قَارَنَا الْعُلُوَّ وَاِلَّا فَاِسْمُ الْمُوَافِقَةِ وَالْبَدَلِ وَاقِعٌ بِدُوْنِهٖ -

بدل کا بیان

اور اسے علو نسبی میں بَدَل بھی ہے اور وہ بدل یہ ہے کہ مصنف کتاب کے استاذ کی طرف بطرز مذکور (سوائے طریق اُس مصنف کے اور طریق سے) پہونچتا ہے۔ اُس کی مثال جیسے کہ حاصل ہوا ہمیں وہی اسناد ابو العباس سراج کی بعینہ دوسرے طریق سے جس میں قتیبہ نہیں۔ قعنبی تک جو بخاری کے استاذ ہیں اور قعنبی مالک سے اس کو روایت کرنے والے ہوں۔ پس اس طریق میں قعنبی قتیبہ سے بدل ہوگا اس بدل کو گاہے موافقت مقیدہ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں ھو موافقة فی شیخ شیخ البخاری۔ اور موافقت و بدل اسے صورت میں معتبر ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ دونوں قسم مقارن علو کے ہوں اور اگر انمیں سے کوئی عالی نہو سافل ہو تو غیر ملتفت الیہ ہے اس کی طرف خیال و توجہ نہیں کیجاتی گو نام موافقت و بدل کا سوائے اقتران علو کے اسپر بھی بولا جاتا ہے۔

اَلْمُسَاوَاةُ

(وَفِيْهِ) اَىْ فِى الْعُلُوِّ النِّسْبِىِّ (الْمُسَاوَاةُ وَهِىَ اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْاِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِىْ اِلٰى اٰخِرِهٖ) اَىِ الْاِسْنَادِ الْعُلُوِّ النِّسْبِىِّ (مَعَ اِسْنَادِ اَحَدِ الْمُصَنِّفِيْنَ) كَاَنْ يَرْوِىَ النَّسَائِىُّ مَثَلًا حَدِيْثًا يَقَعُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ فِيْهِ اَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَيَقَعُ لَنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ بِعَيْنِهٖ بِاِسْنَادٍ اٰخَرَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ فَیَقَعُ بَیْنَنَا فِیْہِ وَبَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ اَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَنُسَاوِی النَّسَائِیَّ
مِنْ حَیْثُ الْعَدَدِ مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنْ مُلَاحَظَۃِ ذٰلِکَ الْاِسْنَادِ
الْخَاصِّ)

مُساوات کا بیان

اور اسے علو نسبی میں مُساوات بھی ہے۔ مساوات کیا چیز ہے برابر ہوتا ہے
اسناد کے راویوں کی تعداد و شمار کا آخر سند تک یعنی اسناد علو نسبی کا مصنفین
کتب حدیث میں سے کسی ایک کی سند کے برابر ہوتا ہے۔ مثلاً امام نسائی ایک
نازل سند والی ایسی حدیث روایت کریں جس سے امام نسائی اور نبی صلے اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے درمیان گیارہ واسطے ہوں۔ اب اسی حدیث کو
اگر ہم اپنی سند سے امام نسائی تک روایت کریں تو ہمارے اور نبی صلے اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے درمیان بہت واسطے ہو جاینگے۔ پس وہی حدیث مرویہ
امام نسائی کی بغیر اسناد نسائی کے اور اسناد سے بعینہ وہ حدیث اس طرح ملجاوے
کہ ہمارے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے درمیان اس حدیث میں گیارہ
ہی واسطے ہوں تو اب ہم امام نسائی کے ساتھ اس خاص سند کو چھوڑ کر راویوں کی
تعداد کی حیثیت سے مساوی اور برابر ہوگئے (امام سیوطی تدریب الراوی میں
فرماتے ہیں پہلے زمانہ میں یہ مساوات پائی جاتی تھی اور اب بعینہ حدیث میں نہیں
پائی جاتی بلکہ مطلق عدد سے پائی جاتی ہے۔ اسو واسطے میرے اور نبی صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے درمیان تیس حدیثوں میں دس واسطے ہیں اور نسائی کی بھی ایک
حدیث میں امام نسائی اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے
درمیان دس ہی واسطے ہیں۔

عالی کیا جاوے پھر یہ صورت ہو جاوے گی کہ گویا راوی نے حدیث بخاری و مسلم سے سنی۔ وجہ تسمیہ مصافحہ کی یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں اکثر دو راویوں میں ملاقات کے وقت باہم مصافحہ کرنے کی عادت تھی۔ اور ہم اس صورت میں جبکہ امام نسائی کے تلمیذ کے برابر ہوتے ہیں تو گویا امام نسائی سے ہماری ملاقات ہوئی اور امام نسائی سے ہم نے مصافحہ کیا۔

اَلنُّزُوْلُ

(وَیُقَابِلُ الْعُلُوَّ بِاَقْسَامِهٖ) الْمَذْکُوْرَةِ (اَلنُّزُوْلُ) فَیَکُوْنُ کُلُّ قِسْمٍ مِّنْ اَقْسَامِ الْعُلُوِّ یُقَابِلُهٗ قِسْمٌ مِّنْ اَقْسَامِ النُّزُوْلِ خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْعُلُوَّ قَدْ یَقَعُ غَیْرَ تَابِعٍ لِلنُّزُوْلِ۔)

نزول کا بیان

اور علو کے سب اقسام مذکورہ کے مقابل نزول ہے یعنی علو کا ہر ایک قسم نزول کے اقسام کے مقابل ہے برخلاف اس شخص کے جو کہتا ہے کہ علو گاہے غیر تابع نزول کے بھی ہو کر واقعہ ہوتا ہے اور پانچ قسم نزول کے ہیں اور پانچ ہی اسکے مقابل علو کے بھی ہیں۔ شیخ ابن الصلاح مقدمہ میں مصافحہ کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں نوع علو تابع نزول کا ہے۔ اسواسطے کہ اگر وہ امام اس سند میں نازل نہ ہوتا تو تم اپنی سند میں عالی نہ ہو سکتے۔ انتہے۔ بخاری کے اعلے اسانید ثلاثیات ہیں اور انزل تساعیات اور مسلم کے اعلے اسانید رباعیات ہیں۔

رِوَایَةُ الْاَقْرَانِ

(وَاِنْ تَشَارَكَ الرَّاوِیْ وَمَنْ رَوٰی عَنْهُ فِیْ اَمْرٍ

مِنَ الْاُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَۃِ بِالرِّوَایَۃِ مِثْلُ السِّنِّ وَ اللُّقِیِّ)
وَھُوَ الْاَخْذُ عَنِ الْمَشَائِخِ (فَھُوَ) النَّوْعُ الَّذِیْ یُقَالُ لَہٗ رِوَایَۃُ
الْاَقْرَانِ) لِاَنَّہٗ حِیْنَئِذٍ یَکُوْنُ رَاوِیًا عَنْ قَرِیْنِہٖ)

روایت الاقران کا بیان

اور اگر راوی اور اس کا شیخ امور متعلقہ روایت میں جیسی کہ عمر ہے یا ملاقات ہے
مشائخ سے اخذ کرنے میں شریک ہو جاویں۔ تو یہ شرکت انکی مشائخ سے اخذ
حدیث میں وہ نوع ہے جسکو روایۃ الاقران کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ اس کی
یہ ہے کہ اس صورت میں راوی اپنے قرین سے روایت کرتا ہے۔ اور فائدہ
اس نوع کی معرفت کا یہ ہے کہ سند میں زیادتی کے ظن سے امن ہو جاتا ہے۔

اَلْمُدَبَّجُ

وَاِنْ رَوٰی کُلٌّ مِّنْھُمَا) اَیِ الْقَرِیْنَیْنِ عَنِ الْاٰخَرِ
فَھُوَ الْمُدَبَّجُ) وَھُوَ اَخَصُّ مِنَ الْاَوَّلِ فَکُلُّ مُدَبَّجٍ اَقْرَانٌ
وَلَیْسَ کُلُّ اَقْرَانٍ مُدَبَّجًا۔ وَقَدْ صَنَّفَ الدَّارَقُطْنِیُّ فِیْ ذٰلِکَ
وَصَنَّفَ اَبُو الشَّیْخِ الْاَصْفَھَانِیُّ فِی الَّذِیْ قَبْلَہٗ۔ وَاِذَا رَوَی الشَّیْخُ
عَنْ تِلْمِیْذِہٖ صَدَقَ کُلًّا مِّنْھُمَا یَرْوِیْ عَنِ الْاٰخَرِ فَھَلْ
یُسَمّٰی مُدَبَّجًا فِیْہِ بَحْثٌ وَالظَّاھِرُ لَا لِاَنَّہٗ رِوَایَۃُ الْاَکَابِرِ
عَنِ الْاَصَاغِرِ وَالتَّدْبِیْجُ مَاخُوْذٌ مِّنْ دِیْبَاجَتَیِ الْوَجْہِ فَیَقْتَضِیْ
اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ مُسْتَوِیًا مِّنَ الْجَانِبَیْنِ فَلَا یَجِیْئُ فِیْہِ ھٰذَا)

قسم مدبج کا بیان

اگر دو شخص ہم زمانہ ایک دوسرے سے روایت کریں تو یہ نوع مدبج ہے

قسم اول روایۃ الاقران سے یہ اخص ہے پس ہر ایک مدبج اقران ہے اور ہر
اقران کچھ مدبج نہیں صحابہ میں اس کی مثال حضرت عائشہ اور ابو ہریرہؓ ہیں اور
تابعین میں ابن شہاب اور ابن الزبیر ہیں ۔ اور اتباع تابعین میں مالک اور
اوزاعی ہیں ۔ اور انکے بعد کے طبقہ میں امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی ہیں
حافظ دارقطنی نے اس نوع میں ایک کتاب مسمی بمدبج لکھی ہے ۔ اور ابو الشیخ
اصفہانی نے اس سے پہلے نوع یعنی اقران میں ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے ۔
اور جب استاذ اپنے شاگرد سے روایت کرے تو اس صورت میں بھی صادق
آتا ہے اپر ہر ایک انہیں سے دوسرے سے روایت کرتا ہے ۔ اس قسم کو بھی
نوع مدبج میں لایا جاوے اور مدبج کا نام اسپر بولا جاسے یا نہ اس میں بحث ہے
مگر ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسکو مدبج نہ کہا جاوے اس واسطے کہ یہ روایۃ الاکابر
عن الاصاغر کا قسم ہے اور مدبج تو منہ کے دونوں رخساروں سے جو آپس میں
برابر ہوتے ہیں ماخوذ ہے پس اس مادہ سے اس کا اخذ بھی اقتضا کرتا ہے کہ وہ مدبج
اصطلاحی بھی برابر جانبین سے ہو ۔ اور روایۃ الشیخ عن التلمیذ میں مدبج کا اطلاق
اصطلاحاً نہیں آسکتا ۔

رِوَايَةُ الْاَكَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ

(وَاِنْ رَوٰی) الرَّاوِیُ (عَمَّنْ) هُوَ (دُوْنَهٗ) فِی السِّنِّ اَوْ فِی اللُّقِیِّ اَوْ
فِی الْمِقْدَارِ (فَهٰذَا النَّوْعُ هُوَ) رِوَايَةُ (الْاَکَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ)

روایت کرنی اکابر کی صاغر سے

اور اگر راوی اس شخص سے روایت کرے جو اس سے عمر میں کم ہو جیسے کہ بڑا صحابی چھوٹے
صحابی سے اور بڑا تابعی چھوٹے تابعی سے یا اس شخص سے روایت کرے جس کو

باپ کی بیٹے سے روایت کرنے کی مثال جیسے کہ حضرت عباس اپنے بیٹے
فضل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ
میں بایام حج دونوں نمازیں جمع کرکے پڑھی ہیں۔ اور صحابہ کی تابعین سے روایت
کرنے کی مثال جیسے کہ عبادالله اربعہ کعب لاحبار سے روایت کرتے ہیں۔ اور
اُستاذ کی شاگرد سے روایت کرنے کی مثال جیسے کہ امام بخاری اپنے تلمیذ
ابوالعباس سراج سے اپنی تاریخ کی کتاب میں روایت کرتے ہیں۔ اور نحوہٗ کی
نظیر جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمیم داری سے جساسہ جانور کی خبر
سنکر صحابہ کے آگے بیان کرنی۔

(وفي عكسه كثرة) لانه هو الجادة المسلوكة الغالبة
وفائدة معرفة ذلك التميز بين مراتبهم وتنزيل الناس
منازلهم وقد صنف الخطيب في رواية الآباء عن الابناء تصنيفا
وافرد جزاء لطيفا في رواية الصحابة عن التابعين)

اور اس نوع کے عکس یعنی بیٹوں کا باپوں سے روایت کرنے اور تابعین کی صحابہ
روایت کرنے میں کثرت ہے تمثیل دینے کی کوئی ضرورت نہیں اس واسطے کہ وہ
نوع ایک طریقہ معمولہ کثیرہ ہے۔ اور فائدہ اس نوع کی معرفت کا یہ ہے کہ راویوں
کے مراتب میں تمیز ہو جاتی ہے اس سے۔ اور انکو انکے مناسب منصب دیا جاتا ہے
جیسا کہ حدیث میں آیا ہے انزلوا الناس منازلهم۔ خطیب نے روایۃ الاباء عن الابناء
میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اور روایۃ الصحابۃ عن التابعین میں بھی ایک مستقل
اچھا رسالہ لکھا ہے۔

روایة الابناء عن الاباء

(ومنه من روى عن ابيه عن جده) وجمع الحافظ

اجداد کا واقعہ ہوا ہے چودہ تک پہونچتا ہے۔

اَلسَّابِقُ وَاللَّاحِقُ

وَاِنِ اشْتَرَكَ اثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ وَتَقَدَّمَ مَوْتُ اَحَدِهِمَا عَلَى الْاٰخَرِ فَهُوَ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ۔ وَاَكْثَرُ مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ مَا بَيْنَ الرَّاوِيَيْنِ فِيْهِ فِي الْوَفَاةِ مِائَةٌ وَخَمْسُوْنَ سَنَةً - وَذٰلِكَ اَنَّ الْحَافِظَ السِّلَفِيَّ سَمِعَ مِنْهُ اَبُوْ عَلِيٍّ الْبَرَدَانِيُّ اَحَدُ مَشَايِخِهِ حَدِيْثًا وَرَوَى عَنْهُ وَمَاتَ عَلٰى رَأْسِ خَمْسِ مِائَةٍ ثُمَّ كَانَ اٰخِرُ اَصْحَابِ السِّلَفِيِّ بِالسَّمَاعِ سِبْطَهُ اَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَكِّيٍّ وَكَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةَ خَمْسٍ وَسِتِّمِائَةٍ - وَمِنْ قَدِيْمِ ذٰلِكَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ حَدَّثَ عَنْ تِلْمِيْذِهٖ اَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ اَشْيَاءَ فِي التَّارِيْخِ وَغَيْرِهٖ وَمَاتَ سَنَةَ سِتٍّ وَخَمْسِيْنَ وَمِائَتَيْنِ - وَاٰخِرُ مَنْ حَدَّثَ عَنِ السَّرَّاجِ بِالسَّمَاعِ اَبُو الْحُسَيْنِ الْخَفَّافُ وَمَاتَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِيْنَ وَثَلٰثِ مِائَةٍ وَغَالِبُ مَا يَقَعُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْمَسْمُوْعَ مِنْهُ قَدْ يَتَاَخَّرُ بَعْدَ مَوْتِ اَحَدِ الرَّاوِيَيْنِ عَنْهُ زَمَانًا حَتّٰى يَسْمَعَ مِنْهُ بَعْضُ الْاَحْدَاثِ وَيَعِيْشَ بَعْدَ السَّمَاعِ مِنْهُ دَهْرًا طَوِيْلًا فَيَحْصُلُ مِنْ مَجْمُوْعِ ذٰلِكَ نَحْوُ هٰذِهِ الْمُدَّةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

نوع سابق ولاحق کا بیان

اور اگر دو شخص کسی استاد سے پڑھنے میں شریک ہوں اور اخذ حدیث کے بعد ان دونوں میں سے ایک پہلے وفات پا جائے تو اس قسم کی روایت کو اصطلاحاً روایت سابق اور روایت لاحق کہتے ہیں اس نوع کے دونوں راویوں متوفی سابق اور

باقیماندہ کی وفات کے درمیان فیصلہ مدت کا جو ہمکو معلوم ہوا ہے وہ اکثر ڈیڑھ سو سال کا فرق تھا - اور وہ تفاوت ان دونوں راویوں میں اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ حافظ ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد السلفی الاصفہانی المتوفی ۵۷۶ھ سے ابو علی بردانی نے جو آپکے مشائخوں میں سے بھی ہیں ایک حدیث سنکر روایت کی - اور بردانی ۵۰۰ھ پانچسو کے اخیر میں فوت ہوئے - پھر سلفی کے سب شاگردوں کے بعد اُنکے پوتے ابو القاسم عبد الرحمان بن مکی تھے اُن کی وفات ۶۵۱ھ چھ سو پچاس میں ہوئی اور سلفی سے پہلے زمانہ کی مثال یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی تلمیذ ابو العباس محمد بن اسحق السراج سے اپنی تاریخ میں کچھ روائتیں لی ہیں - اور بخاری ۲۵۶ھ میں فوت ہو گئے اور سراج موصوف سے سب سے آخر سماع جس نے روایت کی ہے

ف۱ ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد السلفی الاصفہانی الملقب بصدر الدین بہت حدیث یاد رکھنے والے حافظوں میں سے آپ ہیں حدیث کی طلب میں بہت ملکوں کا سفر کیا اور اکابر مشائخ سے مستفیض ہوئے - بغداد میں ابو الحسن ہراسی سے علم فقہ حاصل کیا - اور خطیب ابو زکریا یحیی بن علی التبریزی سے علم لغت پڑھا - اور ابو محمد جعفر بن السراج و دیگر ائمہ حدیث سے حدیث روایت کی - امام سیوطی آپکے حق میں فرماتے ہیں کہ آپ امام حافظ ضابط ناقد متدین ہیں - اسناد کا علو آپکی طرف منتہی ہوتا ہے - آپسے حفاظ حدیث نے روایت کی ہے - اور آپکی تصنیف بھی علم حدیث میں ہے - اور اپنے وقت میں علم حدیث میں آپ ہی ایک شخص تھے - آپکا نظیر اُسوقت اس علم میں کوئی نہ تھا - سب اقران سے روائتوں کے توابع کو آپ ہی اچھی طرح جاننے والے تھے اور ایک سو چھ برس کی عمر میں آپکا انتقال ہوا ہے - مذہب آپکا شافعی تھا ۵۱۱ھ میں دریا کے راستہ سے ثغر سکندریہ میں داخل ہوئے - اور ابو الحسن عادل علی بن سلار وزیر مصر نے آپکے لئے مدرسہ تعمیر کرا کر آپکے تفویض کیا - آپنے وہاں ہی قیام فرما کر حدیث کا درس شروع کیا - لوگ دور دراز سے آکر آپ سے مستفیض ہوئے وہ مدرسہ ابتک آپکے نام سے معروف ہے - ابن خلکان کہتے ہیں آپکے تلامیذ کی ایک جماعت میں نے شام اور دیار مصریہ میں پائی اور اُنہوں نے حدیث کی مجھے اجازت دی - سلفی بہت لکھنے والے تھے اُن کی تحریر سے میں نے بہت فائدہ حاصل کیا - امالی و تعالیق آپکے بہت ہیں - ولادت آپکی تخمیناً ۴۷۲ھ میں اصفہان میں ہوئی اور وفات ۵۷۶ھ میں بروز جمعہ بوقت چاشت پانچویں ربیع الآخر میں ہوئی ثغر اسکندریہ میں مقبرہ علہ میں باب اخضر کے پاس مدفون ہوئے - صفراوی زہر الریاض میں سلفی سے نقل کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا میری پیدائش تخمیناً ۴۷۸ھ میں ہے اس حساب سے آپکی عمر ۹۸ سال کی ہوتی ہے اور تاریخ ابن النجار کی بھی جو کہ صفراوی کے تلمیذ ہیں اس قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے - ابن خلکان کہتے ہیں میں نہیں جانتا ہوں کہ تین سو سال کے بعد آجتک کوئی شخص سو سے زائد عمر کیا ہو سو برس تک بھی پہونچا ہو سوا قاضی ابو الطیب طاہر بن عبد اللہ طبری کے کہ اُن کی عمر ایک سو دو سال کی ہوئی ہے - انتہے خاکسار محرر سطور کہتا ہے کہ سو سے زیادہ عمر کے بہت لوگ ہوتے ہیں - ہاں علما بسبب محنت و مشاقت کے جو قوی جلد ہی تحلیل کر دیتی ہے ایک صدی تک کم پہونچتے ہیں لیکن پھر بھی بعض بعض اس مقدس گروہ سے سو سے زائد عمر کے ہوئے ہیں - چنانچہ ابھی دو سال کا عرصہ ہوا ہے کہ شمس العلما شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین المحدث الدہلوی ایک سو دس برس کی عمر کے ہو کر رحلت فرما ہوئے ہیں اور اس اخیر عمر تک حدیث پڑھاتے رہے ہیں سلفی بکسر سین و فتح لام نسبت ہے بطرف اپنے جد ابراہیم کے اور انکو سلفی اسواسطے کہتے تھے کہ ایک لب اُنکا پھٹا ہوا تھا اور پس پھٹنے سے وہ دو لب ہو کر معلوم ہوتا تھا سو انکو سہ لبہ کہتے تھے معرب کرکے سلفی کہا گیا ہے ۱۲ مولانا قاضی محمد یوسف حسین صاحب

ابو الحسین احمد بن محمد النیشاپوری الخفاف ہیں اُن کی وفات ۳۷۳ سنہ تین سو تہتر میں ہوئی ہے۔ اور اکثر فیصلا اس زمانہ مذکور کا اس طرح واقعہ ہوتا ہے کہ جس شیخ سے حدیث سُنی جاتی ہے۔ یہ شیخ گاہے دونوں راویوں میں سے ایک کے مرنے کے بعد یہانتک زندہ رہتا ہے کہ اس شیخ سے اسکے بڑھاپے میں بعض نوعمر آدمی حدیث سُن لیتے ہیں اور پھر یہ بعض نوعمر آدمی ایک زمانہ دراز تک زندہ رہتے ہیں پس ان امور ثلاثہ یعنی تقدیم موت احد الراویین۔ اور شیخ کے دیر تک زندہ رہنے۔ اور راوی اخیر کے زمانہ دراز تک بعد موت شیخ کے زندہ رہنے) سے یہ مدت مذکورہ ڈیڑھ سو سال اور ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال حاصل ہوتی ہے۔ یہ مدت اکثر ان صورتوں میں حاصل ہوتی ہے اور گاہے مجرد تاخر موت راوی ثانی سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اس طرح کہ حدیث کے اخذ کے وقت صغیر ممیز ہو پھر شیخ مر جاوے اور اسکے بعد ایک راوی شیخ کا بھی مر جاوے اور یہ صغیر ممیز ان دونوں کے بعد ایک دراز مدت تک زندہ رہے۔ لیکن یہ صورت کم واقعہ ہوتی ہے۔

تَبْيِيْنُ الْمُهْمَلِ

(وَاِنْ رَاوِیْ) الرَّاوِیُ (عَنِ اثْنَیْنِ مُتَّفِقَیِ الْاِسْمِ) اَوْ مَعَ اِسْمِ الْاَبِ اَوْ مَعَ اِسْمِ الْجَدِّ اَوْ مَعَ النِّسْبَۃِ (وَلَمْ یَتَمَیَّزَا) بِمَا یَخُصُّ کُلَّ مِنْهُمَا۔ فَاِنْ کَانَا ثِقَتَیْنِ لَمْ یَضُرَّ۔ وَمِنْ ذٰلِکَ مَا وَقَعَ فِی الْبُخَارِیِّ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَنْ اَحْمَدَ غَیْرَ مَنْسُوْبٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فَاِنَّہٗ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ اَوْ اَحْمَدُ بْنُ عِیْسٰی اَوْ عَنْ مُحَمَّدٍ غَیْرَ مَنْسُوْبٍ عَنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاِنَّہٗ اِمَّا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَوْ مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی الذُّهْلِیُّ وَقَدِ اسْتَوْعَبْتُ ذٰلِکَ فِیْ مُقَدِّمَۃِ شَرْحِ الْبُخَارِیِّ۔ وَمَنْ اَرَادَ لِذٰلِکَ ضَابِطًا کُلِّیًّا یَمْتَازُ بِہٖ اَحَدُهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ فَبِاخْتِصَاصِہٖ

اَیِ الشَّیْخِ الْمَرْوِیِّ بِاَحَدِ ھِمَا یَتَبَیَّنَ الْمُھْمَلُ) وَمَتٰی لَمْ یُبَیَّنْ ذٰلِکَ اَوْ کَانَ مُخْتَصًّا بِھِمَا مَعًا فَاِشْکَالُہٗ شَدِیْدٌ فَیُرْجَعُ فِیْہِ اِلَی الْقَرَائِنِ وَالظَّنِّ الْغَالِبِ۔

مہمل راوی کو ظاہر کرنا

اور اگر راوی دو ہمنام شخصوں سے روایت کرتا ہو۔ یا اُن راویوں سے روایت کرتا ہو جنکے باپوں کے نام ایک ہی ہوں۔ یا اُن سے جنکے دادوں کے نام متفق ہوں۔ اور یہ دونوں اُستاذ اس راوی کے کسی خاص تمیز سے میز نہ ہو سکیں۔ اب اُنکو دیکھا جاوے گا اگر دونوں ثقہ ہیں تو اُن کی عدم تعیین صحت حدیث کو ضرر ندیگی اور اسی قسم سے ہے صحیح بخاری کے باب دفع الصوت فی المساجد میں احمد غیر منسوب کی روایت ابن وہب سے یہ احمد یا تو احمد بن صالح ہے یا احمد بن عیسی ہے (اور یہ دونوں ثقہ ہیں) اور اسے عدم تعیین سے محمد غیر منسوب کی روایت اہل عراق سے بخاری میں واقعہ ہے یہ محمد بھی یا تو محمد بن سلام ہے یا محمد بن یحیے الذہلی ہے۔ یہ دونوں بھی ثقہ ہیں۔ تفصیل اس نوع کی مینے فتح الباری کی شرح صحیح البخاری کے مقدمہ ہدی الساری میں کردی ہے اور جو شخص اس کے واسطے کوئی کلیہ قاعدہ تلاش کرے جسکے سبب ان دونوں متفق الاسموں میں سے ایک ممتاز ہو جاوے تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ سوق سند کے وقت راوی کو دیکھے کہ سند کو کس راوی کے نام دونوں متفق الاسموں میں سے مخصوص کرتا ہے اس کی تخصیص سے مہمل راوی ظاہر ہو جائیگا۔ اور اگر راوی مخصوص صفت و استاذی بیان کرے مگر وہ دونوں استاذوں کے ساتھ مختص ہو۔ تو یہ سخت مشکل ہے یقین اس میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ قراین اور ظن غالب کی طرف اسمیں رجوع کیا جاوے۔ قرائن اور ظن غالب یہ ہے کہ راوی کو دونوں شخصوں میں سے دیکھا جاوے کہ ملازمت کس کے ساتھ زیادہ ہے۔ یا جاے سکونت راوی کی کس کے قریب

واقعہ ہے یا کس سے اُس کا رشتہ ہے اسی پر حمل کیا جائیگا۔

مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ

رَوَانْ رَوَى) عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثًا (وَجَحَدَ الشَّيْخُ مَرْوِيَّهُ) فَإِنْ كَانَ
جَزْمًا) كَأَنْ يَقُوْلَ كَذَبَ عَلَيَّ أَوْ مَا رَوَيْتُ لَهُ هٰذَا وَنَحْوَ
ذٰلِكَ فَإِنْ وَقَعَ مِنْهُ ذٰلِكَ (رُدَّ) ذٰلِكَ الْخَبَرُ لِكَذِبِ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا لَا بِعَيْنِهِ وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَادِحًا فِيْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِلتَّعَارُضِ
(أَوْ) كَانَ جَحْدُهُ (احْتِمَالًا) كَأَنْ يَقُوْلَ مَا أَذْكُرُ هٰذَا أَوْ مَا أَعْرِفُهُ
(قُبِلَ) ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ (فِي الْأَصَحِّ) لِأَنَّ ذٰلِكَ يُحْمَلُ عَلَى
نِسْيَانِ الشَّيْخِ۔ وَقِيْلَ لَا يُقْبَلُ لِأَنَّ الْفَرْعَ تَبَعٌ لِلْأَصْلِ فِيْ إِثْبَاتِ
الْحَدِيْثِ بِحَيْثُ إِذَا أَثْبَتَ الْأَصْلُ الْحَدِيْثَ ثَبَتَ رِوَايَةُ الْفَرْعِ
وَكَذٰلِكَ يَنْبَغِيْ أَنْ يَكُوْنَ فَرْعًا عَلَيْهِ وَتَبَعًا لَهُ فِي التَّحْقِيْقِ۔ وَهٰذَا
مُتَعَقَّبٌ بِأَنَّ عَدَالَةَ الْفَرْعِ يَقْتَضِيْ صِدْقَهُ وَعَدَمُ عِلْمِ الْأَصْلِ
لَا يُنَافِيْهِ فَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِيْ وَأَمَّا قِيَاسُ ذٰلِكَ بِالشَّهَادَةِ
فَفَاسِدٌ لِأَنَّ شَهَادَةَ الْفَرْعِ لَا تُسْمَعُ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى شَهَادَةِ
الْأَصْلِ بِخِلَافِ الرِّوَايَةِ فَافْتَرَقَا (وَفِيْهِ) أَيْ فِيْ هٰذَا النَّوْعِ
صَنَّفَ الدَّارَقُطْنِيُّ كِتَابَ (مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ) وَفِيْهِ
مَا يَدُلُّ عَلَى تَقْوِيَةِ الْمَذْهَبِ الصَّحِيْحِ لِكَوْنِ كَثِيْرٍ مِنْهُمْ حَدَّثُوْا
بِأَحَادِيْثَ أَوَّلًا فَلَمَّا عُرِضَتْ عَلَيْهِمْ لَمْ يَتَذَكَّرُوْهَا لٰكِنَّهُمْ لِاعْتِمَادِهِمْ
عَلَى الرُّوَاةِ عَنْهُمْ صَارُوْا يَرْوُوْنَهَا عَنِ الَّذِيْنَ رَوَوْهَا عَنْهُمْ عَنْ
أَنْفُسِهِمْ كَحَدِيْثِ سُهَيْلِ ابْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ
مَرْفُوْعًا فِيْ قِصَّةِ الشَّاهِدِ وَالْيَمِيْنِ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ

الّا راوی ذی حدثنی بہ ربیعة عن ابی عبد الرحمٰن عن سہیل قال فلقیت
سہیلاً فسألت عنہ فلم یعرفہ فقلت ان ربیعة حدثنی عنک بکذا فکان سہیل
بعد ذلک یقول حدثنی ربیعة عنی انی حدثتہ عن ابی بہ ونظائرہ کثیرة

اُس نوع کا حکم جس میں راوی حدیث روایت کرنے کے بعد حدیث کا روایت کرنا بھول گیا ہو

اور اگر کوئی راوی کسی شیخ سے روایت کرے - اور پھر یہی روایت شیخ پر پیش کی
جائے اُسکو یاد دلائی جاوے اور اس کی بابت اُس سے دریافت کیا جاوے - اور شیخ
اپنی روایت مرویہ کا انکار کردیوے - اب اس انکار کو دیکھا جائیگا - اگر بالفاظ جزم جیسے کہ
کہے فلاں شخص مجھپر جھوٹ کہتا ہے - یا یوں کہے میںنے تو اُسکو یہ روایت نہیں کی یا مثل
ان دونوں لفظوں کے اور الفاظ بولے جیسے کہ کہے یہ حدیث میری روایت کردہ
نہیں ہے - ایسے جزمیہ لفظوں سے اگر انکار کردیوے تو وہ حدیث بسبب جھوٹا
ہونے ایک کے ان دونوں میں سے رد کیجائیگی - اور بعینہ وہ حدیث ردّ نہ ہوگی -
اسواسطے کہ انکا کذب یقینی طور پر حاصل نہیں ہوا - اور ان دونوں استاذ اور
شاگرد کے حق میں یہ انکار قادح نہوگا - اسواسطے کہ یہاں تعارض ہے دونوں عادل
ہیں اور ایک کا قول چھوڑ کر دوسرے کا اخذ کرنا ترجیح بلا مرجح ہے - پس یہ جرح
اُن کی باقی روایات کے ردّ کا موجب نہیں - اسواسطے کہ نسیان سے یہ حکم اُس نے
لگایا ہے - اور نسیان عادل ضابط کا - اوس کی سب روایات کے ردّ کا موجب
نہیں - اور اگر شیخ نے روایت کا انکار احتمالی لفظوں سے کیا جیسے کہ کہے مجھے اُسکا
روایت کرنا یاد نہیں - یا یوں کہے میں اس روایت کو نہیں جانتا تو صحیح قول میں
یہ حدیث مقبول ہے - اسواسطے کہ انکار شیخ کا نسیان پر حمل کیا جائیگا - اور بعض
(یعنی امام ابو یوسف رح کما فی التوضیح) فرماتے ہیں کہ وہ حدیث قبول نہ کی جاوے گی

اسواسطے کہ اثبات حدیث میں فرع تابعی اصل کے ہے - اصل اگر حدیث کو ثابت
رکھے تو فرع کی حدیث بھی ثابت ہوگی - اور اسیطرح مناسب ہے کہ موقوف علیہ
حدیث بھی اصل پر نفی کے ثابت ہونے میں فرع اور تابع ہووے پس جب
اصل نے انکار کردیا تو فرع سے بھی قبول نہ کی جاوے - لیکن یہ عدم قبولیت کی توجیہ
منقضب علیہ ہے اسواسطے کہ فرع کی عدالت اسکے صدق کی مقتضی ہے - اور
اصل کا فرع کی حدیث سے بے خبر ہونا فرع کے صدق کی نفی نہیں کرتا اسواسطے
کہ وہ مثبت جازم ہے - اور مثبت علم کا نافی پر مقدم ہے - اور روایت حدیث
کو شہادت پر قیاس کرلینا کہ تکذیب کرتی اصل کی واسطے فرع کے شہادت میں جرح
ہے اور روایت حدیث میں بھی ویسا ہی ہونا چاہئے یہ قیاس فاسد ہے - اسواسطے
کہ اصل کے گواہی پر قادر ہوتے ہوئے فرع کی گواہی نہیں سنی جاتی بخلاف روایت
حدیث کے کہ وہاں مسموع ہے - پس یہ دونوں جدا جدا ہوگئے - ایک اتحاد دوسرے
پر قیاس نہیں ہوسکتا - دوم فرق انمیں یہ ہے کہ شہادت احرار سے ہی سنی جاتی ہے
اور روایت حدیث عبید سے بھی لی جاتی ہے - سوم یہ کہ شہادت میں دو عورتوں
کی گواہی ایک مرد کی گواہی کی جگہہ ہو کر قبول ہوتی ہے - اور روایت میں ایک
عورت کی روایت مقبول ہے - چہارم شہادت کے واسطے دو مردوں کا ہونا ضروری
ہے اور حدیث ایک سے بھی لی جاتی ہے - پنجم شہادت میں بالغ ہونا شرط ہے
اور روایت حدیث میں یہ شرط نہیں اگر سمجھدار لڑکا پانچ برس سے زائد عمر کا
روایت کرے تو وہ بھی مقبول ہے - غرضیکہ روایت مساوی شہادت کے شروط میں
نہیں - بلکہ شہادت کے شروط بہت تنگ ہیں - اور روایت کے وسیع ہیں اس لئے روایت
شہادت پر قیاس نہیں ہوسکتی - اور اس نوع مَن حدث ونسی میں حافظ دارقطنی
نے اسی نام کی ایک کتاب لکھی ہے اور اس کتاب میں دو دلائل ہیں جو اصح مذہب کی
تقویت کرتے ہیں - اسواسطے کہ بہت مشائخ نے ایک وقت میں روایت کی - اور
پھر دوبارہ ایک زمانہ کے بعد جب انپر وہی حدیثیں پیش کی گئیں - تو ان کو ان احادیث کا

حدثنی فلانٌ الی اخرہٖ او الفعلیۃ کقولہٖ دخلنا علی
فلانٍ فاطعمنا تمراً الی اخرہٖ او القولیۃ او الفعلیۃ معًا
کقولہٖ حدثنی فلان وھو اٰخذٌ بلحیتہٖ
قال اٰمنتُ بالقدر الی اخرہٖ (فھو المسلسل) وھو من
صفات الاسناد- وقد یقع التسلسل فی معظم الاسناد[ای اکثر الاسناد ۱۲]
کحدیث المسلسل بالاولیۃ فان السلسلۃ ینتھی فیہ الی
سفیان بن عیینۃ فقط ومن رواہ مسلسلاً الی منتہاہٗ
فقد وھم-)

ای غلط ۱۲

مسلسل اسناد کا بیان

اور اگر راویانِ حدیث کے اسناد میں الفاظِ ادا وغیرہ حالات قولیہ اور فعلیہ
اور حالیہ میں متفق ہو جاویں تو وہ اسناد مُسلسل ہے الفاظ ادا میں
اتفاق اس طرح ہو کہ راوی کہے سَمِعتُ فلاناً قال سمعتُ فلاناً یعنے
فلاں سے سنا اُس نے کہا میں نے فلاں سے سنا ہے یا یوں کہے حدثنا
فلانٌ قال حدثنا فلانٌ مجھے فلاں نے حدیث کہی اُس نے کہا مجھ سے
فلاں نے حدیث کہی ہے۔ یا ان لفظوں کے سوائے اور الفاظِ ادا میں
اتفاق کریں جیسے کہ اخبرنا و انبأنا کو استعمال کریں۔ اور حالات قولیہ
میں اتفاق اس طرح ہے کہ راوی کہے سمعتُ فلاناً یقول اشھدُ باللہِ لقد
حدثنی فلانٌ مجھ سے فلاں سے سنا وہ کہتا ہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں
فلاں نے مجھ سے حدیث کہی ہے پھر اخیر تک راوی باقی راویوں کے اقوال
اُس روایت میں بیان کرتا جاوے۔ اور حالات فعلیہ میں اتفاق اسطرح ہے کہ
راوی کہے دخلنا علی فلانٍ فاطعمنا تمراً۔ ہم فلاں صاحب کے پاس گئے
اُس نے ہمیں تازے چھوہارے کھلائے۔ اور آخر تک راویوں کے افعال

حالات اُس میں بیان کرتا جاوے۔ گاہے قولی و فعلی دونوں حالتوں میں بھی
اتفاق ہو جاتا ہے جیسے کہ راوی کہے حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ وَھُوَ اٰخِذٌ بِلِحْیَتِہٖ قَالَ
اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ۔ فلاں نے مجھ سے حدیث کہی اُس حالت میں کہ آپنے داڑھی
ہاتھ میں پکڑی ہوئے تھا اور کہا کہ ایمان لایا میں خدا تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ
پھر آخر تک راوی۔ راویان حدیث کے اقوال افعال اُس میں بیان کرتا جاوے
اور یہ تسلسل اسناد کی صفت ہے۔ حدیث کی صفت نہیں کہا جاتا ہے سَنَدٌ
مُسَلْسَلٌ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ حَدِیْثٌ مُسَلْسَلٌ۔ اور گاہے تسلسل
اکثر سند میں چلا جاتا ہے جیسے کہ حدیث مسلسل بالاولیہ (اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ
الرَّحْمٰنُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی
السَّمَاءِ مرویہ ابو داؤد و ترمذی) میں ہے تسلسل اس میں سفیان بن عیینہ تک
ختم ہو جاتا ہے اور جس نے اُس کو سرے تک مسلسل روایت کیا ہے اس نے
غلطی کی ہے

صِیَغُ الْاَدَاءِ

(وَصِیَغُ الْاَدَاءِ) الْمُشَارُ اِلَیْھَا عَلٰی ثَمَانِ مَرَاتِبَ الْاُوْلٰی سَمِعْتُ
وَحَدَّثَنِیْ ثُمَّ اَخْبَرَنِیْ وَقَرَأْتُ عَلَیْہِ) وَھِیَ [المرتبۃ الاولی ۱۲]
الْمَرْتَبَۃُ الثَّانِیَۃُ (ثُمَّ قُرِیَٔ عَلَیْہِ وَاَنَا اَسْمَعُ) وَھِیَ الثَّالِثَۃُ
(ثُمَّ اَنْبَاَنِیْ) وَھِیَ الرَّابِعَۃُ (ثُمَّ نَاوَلَنِیْ) وَھِیَ الْخَامِسَۃُ
(ثُمَّ شَافَھَنِیْ) اَیْ بِالْاِجَازَۃِ وَھِیَ السَّادِسَۃُ (ثُمَّ کَتَبَ اِلَیَّ)
اَیْ بِالْاِجَازَۃِ وَھِیَ السَّابِعَۃُ (ثُمَّ عَنْ وَنَحْوُھَا) مِنَ الصِّیَغِ
الْمُحْتَمِلَۃِ لِلسَّمَاعِ وَالْاِجَازَۃِ وَلِعَدَمِ السَّمَاعِ اَیْضًا. وَھٰذَا مِثْلُ
قَالَ وَذَکَرَ وَرَوٰی (فَاللَّفْظَانِ الْاَوَّلَانِ) مِنْ صِیَغِ الْاَدَاءِ
وَھُمَا سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِیْ صَالِحَانِ (لِمَنْ سَمِعَ وَحْدَہٗ

مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ) وَتَخْصِيصُ التَّحْدِيثِ بِمَا سَمِعَ مِنْ لَفْظِ
الشَّيْخِ هُوَ الشَّائِعُ بَيْنَ اَهْلِ الْحَدِيثِ اِصْطِلَاحًا وَلَا فَرْقَ بَيْنَ
التَّحْدِيثِ وَالْاِخْبَارِ مِنْ حَيْثُ اللُّغَةِ وَفِي اِدِّعَاءِ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا
تَكَلُّفٌ شَدِيدٌ۔ لٰكِنْ لَمَّا تَقَرَّرَ فِي الْاِصْطِلَاحِ صَارَ ذٰلِكَ حَقِيقَةً
عُرْفِيَّةً فَتَقَدَّمَ عَلَى الْحَقِيقَةِ اللُّغَوِيَّةِ مَعَ اَنَّ هٰذَا الْاِصْطِلَاحَ
اِنَّمَا شَاعَ عِنْدَ الْمَشَارِقَةِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ۔ وَاَمَّا غَالِبُ الْمَغَارِبَةِ
فَلَمْ يَسْتَعْمِلُوا هٰذَا الْاِصْطِلَاحَ بَلِ الْاِخْبَارُ وَالتَّحْدِيثُ عِنْدَهُمْ
بِمَعْنًى وَاحِدٍ (فَاِنْ جَمَعَ الرَّاوِي) اَيْ اَتٰى بِصِيغَةِ الْاُولٰى
جَمْعًا كَانَ يَقُولُ حَدَّثَنَا فُلَانٌ اَوْ سَمِعْنَا فُلَانًا يَقُولُ (فَهُوَ
دَلِيلٌ عَلٰى اَنَّهُ سَمِعَ مِنْهُ مَعَ غَيْرِهِ) وَقَدْ يَكُونُ النُّونُ لِلْعَظَمَةِ لٰكِنْ
بِقِلَّةٍ (وَاَوَّلُهَا) اَيْ صِيَغُ الْمَرَاتِبِ (اَصْرَحُهَا) اَيْ اَصْرَحُ صِيَغِ
الْاَدَاءِ فِي سَمَاعِ قَائِلِهَا لِاَنَّهَا لَا تَحْتَمِلُ الْوَاسِطَةَ۔ وَلِاَنَّ حَدَّثَنِي قَدْ
يُطْلَقُ فِي الْاِجَازَةِ تَدْلِيسًا (وَاَرْفَعُهَا) مِقْدَارًا (مَا يَقَعُ فِي الْاِمْلَاءِ)
لِمَا فِيهِ مِنَ التَّثَبُّتِ وَالتَّحَفُّظِ (وَالثَّالِثُ) وَهُوَ اَخْبَرَنِي (وَالرَّابِعُ) وَهُوَ
قَرَأْتُ عَلَيْهِ (لِمَنْ قَرَأَ بِنَفْسِهِ) عَلَى الشَّيْخِ (فَاِنْ جَمَعَ) كَانَ
يَقُولُ اَخْبَرَنَا وَقَرَأْنَا عَلَيْهِ (فَهُوَ الْخَامِسُ) وَهُوَ قُرِئَ عَلَيْهِ وَاَنَا
اَسْمَعُ وَعُرِفَ مِنْ هٰذَا اَنَّ التَّعْبِيرَ بِقَرَأْتُ لِمَنْ قَرَأَ خَيْرٌ مِنَ
التَّعْبِيرِ بِالْاِخْبَارِ لِاَنَّهُ اَفْصَحُ بِصُورَةِ الْحَالِ)

حدیث کے اداکرنیکے الفاظ

روایت حدیث کو ادا کرنے کے الفاظ مشار الیہا آٹھ مرتبوں پر ہیں۔ پہلا مرتبہ
ان الفاظ کا سمعت اور حدثنی ہے۔ اور دوسرا مرتبہ اخبرنی اور قرأت
علیہ ہے۔ تیسرا مرتبہ قرئ علیہ وانا اسمع ہے۔ چوتھا مرتبہ۔ انبأنی

۱۵ اصطلاح حقیقت عرفی یا معنی لغوی تو اب حقیقت لغوی پر مقدم کیا جاوے گا باوجود یکہ

یعنی استاذ تلمیذ سے لکھائے اِن الفاظ کے عالی ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس صورت میں
بہ نسبت سرسری سماع کے جانبین استاذ اور تلمیذ میں تثبت و تحفظ زیادہ ہے
اور تیسرا قسم الفاظ اداء صیغہ اَخْبَرَنِی کا قسم رابع یعنی قَرَأْتُ عَلَیْہِ کی طرح ہے
اور یہ لفظیں اس راوی کے واسطے مقرر ہیں جو شیخ کو اپنے حفظ سے یا کتاب سے
حدیثیں پڑھکر سنادے (خواہ شیخ اُن احادیث کو یاد رکھتا ہو یا نہ۔ لیکن اصل کتاب کو
شیخ خود یا کوئی ثقہ غیر شیخ کے بوقت قراءت راوی کے دیکھتا ہو) اور اگر راوی جمع
کے صیغے اَخْبَرَنَا و قَرَأْنَا عَلَیْہِ کہے تو وہ قسم خامس قُرِئَ عَلَیْہِ وَاَنَا اَسْمَعُ کی
شامل ہونگے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے استاذ کو پڑھکر سنایا ہو اس کو اَخْبَرَنِی
کے بدل قَرَأْتُ عَلَیْہِ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اسواسطے کہ صورت الحال کی اس
لفظ میں زیادہ وضاحت ہے۔

تنبیہ

اَلْقِرَأَتُ عَلَی الشَّیْخِ اَحَدُ وُجُوْہِ التَّحَمُّلِ عِنْدَ الْجُمْھُوْرِ
وَاَبْعَدَ مَنْ اَبٰی ذٰلِکَ مِنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ۔ وَقَدِ اشْتَدَّ اِنْکَارُ الْاِمَامِ
مَالِکٍ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْمَدَنِیِّیْنَ عَلَیْھِمْ فِیْ ذٰلِکَ حَتّٰی بَالَغَ بَعْضُھُمْ
فَرَجَّحَھَا عَلَی السَّمَاعِ مِنْ لَفْظِ الشَّیْخِ وَذَھَبَ جَمْعٌ جَمٌّ مِنْھُمُ الْبُخَارِیُّ وَ
حَکَاہُ فِیْ اَوَائِلِ صَحِیْحِہٖ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ اِلٰی اَنَّ السَّمَاعَ مِنْ
لَفْظِ الشَّیْخِ وَالْقِرَاءَۃُ عَلَیْہِ یَعْنِیْ فِی الصِّحَّةِ وَالْقُوَّةِ سَوَاءٌ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ
(وَالْاِنْبَاءُ) مِنْ حَیْثُ اللُّغَةِ وَاصْطِلَاحِ الْمُتَقَدِّمِیْنَ بِمَعْنَی
الْاِخْبَارِ اِلَّا فِیْ عُرْفِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ فَھُوَ لِلْاِجَازَۃِ کَعَنْ)
لِاَنَّھَا فِیْ عُرْفِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ لِلْاِجَازَۃِ (وَعَنْعَنَةُ الْمُعَاصِرِ
الحدیث الذی یروی بعن فلان عن فلان ۱۲
مَحْمُوْلَةٌ عَلَی السَّمَاعِ) بِخِلَافِ غَیْرِ الْمُعَاصِرِ فَاِنَّھَا تَکُوْنُ مُرْسَلَةً

أو منقطعة - فشرطهما حملها على السماع ثبوت المعاصرة (الا من
المدلس) فإنها ليست محمولة على السماع (وقيل يشترط
في حمل عنعنة المعاصر على السماع ثبوت لقائهما) أي الشيخ
والراوي عنه (ولو مرة) واحدة ليحصل الامن في باقي
العنعنة عن كونه من المرسل الخفي (وهو المختار) تبعا
لعلي بن المديني والبخاري وغيرهما من النقاد (و
أطلقوا المشافهة في الاجازة المتلفظ بها) تجوزا (و
كذا المكاتبة في الاجازة المكتوبة بها)
وهو موجود في عبارة كثير من المتأخرين بخلاف
المتقدمين فإنهم انما يطلقونها فيما كتبه الشيخ من
الحديث الى الطالب سواء اذن له في روايته أم لا فيما
اذا كتب اليه بالاجازة فقط)

لا يطلقها المتقدمون فيما اذا كتب اليه بالاجازة ۱۲

تنبیہ

استاد کو اپنے حفظ یا کتاب سے پڑھکر سنانا جمہور محدثین کے نزدیک منجملہ وجوہات
تحمل اور اخذ حدیث سے ایک وجہ ہے - اور جو اہل عراق میں سے ابو عاصم اور
وکیع اور عبد الرحمن لحمی نے اس امر کا انکار کیا ہے تو یہ انکار انکا راہ صواب سے
بہت دور واقعہ ہوا ہے۔ امام مالک اور دیگر علماء مدینہ منورہ نے ان عراقیوں کے
قول کا سخت انکار کیا- بلکہ امام مالک نے عبد الرحمن لحمی کو جو آپکے پاس موطا
پڑھتا تھا اس بات کے سننے پر کہ وہ قراءۃ علی الشیخ کو سماع کی مکتفی نہیں جانتا اپنی
مجلس سے نکال دیا تھا- اور فرمایا کرتے تھے جب قراءت علی الشیخ قران میں جائز ہے تو
جو حدیث سے بڑھکر ہے تو پھر حدیث میں کیوں نہ جائز ہووے- اور علماء مدینہ طیبہ
میں سے بعض علما یعنی محمد بن عبد الرحمن المعروف بابن ابی الذہب نے یہانتک مبالغہ کیا ہے

کہ قراءت علی الشیخ کو شیخ کے مسموعہ لفظ پر ترجیح دیدی ہے - وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ
سہو کو طالب بسبب عدم علمیت خود یا ہیبت استاذ کے اصلاح نہیں کرسکتا -
اور قراءت علی الشیخ میں استاذ طالب کو اسکی غلطی پر متنبہ کرسکتا ہے - امام اعظم ابوحنیفہ
کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں - ایک قول تو یہ ہے کہ شیخ کو سنانا اور شیخ کی کتاب سے
سننا دونوں مساوی ہیں - دوم قول یہ ہے کہ شیخ اگر اپنے حفظ سے سنائے تو ترجیح
ہے - نقلہ الشیخ ابن الہمام رح فی کتاب التحریر - اور محدثین کی ایک بڑی جماعت جن میں
امام بخاری رح بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ شیخ سے سننا اور شیخ کو سنانا صحت اور قوت میں
دونوں مساوی ہیں - اور اس قول کو امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح کے اوائل کتاب العلم
کے باب القراءت والعرض علی المحدث میں آئمہ حدیث کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے -
زعراقی کہتے ہیں جمہور علماء مشرق اسپر ہیں کہ شیخ کو سنانے کی نسبت شیخ سے سننا مرجح ہے
اور صحیح بھی یہی ہے - اور اَنباء کا لفظ لغت اور متقدمین کی اصطلاح کے رو سے
اخبار کا معنے دیتا ہے یعنی انباءنا کا لفظ اجازت میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ حرف عَنْ
متاخرین کے نزدیک اجازت میں مستعمل ہوتا ہے - اسیطرح انباء کو بھی وہ لوگ اجازتًا
میں استعمال کرتے ہیں - اور حدیث عَنْعَنَہ اُس معاصر کی جس کی عدم ملاقات
ثابت نہو محمول بر سماع ہے برخلاف غیر معاصر کے اسواسطے کہ غیر معاصر کی حدیث مرویہ
بحرفِ عَنْ اگر وہ تابعی ہے تو مُرسَل ہو گی اور تابعی نہیں تو منقطع ہو گی - پس شرط
حمل کرنے عنعنہ کی سماع پر محمول نہیں جبتک کسی دوسری متصل سند سے وارد نہو -
اور بعض نے کہا ہے عنعنہ معاصر کو سماع پر حمل کرنے میں استاذ شاگرد کا لقا شرط ہے -
گو ایک ہی دفعہ آپس میں انکی ملاقات ہوئی ہو - تاکہ اُس راوی کی باقی روایات
معنعنہ میں مرسل خفی ہونے سے امن ہو جاوے - اور یہی قول پسند کیا ہوا جمہور
متاخرین کا ہے - باتباع ابن المدینی و امام بخاری و دیگر جماعت نقاد کے - اور اجازت
لفظی میں جو استاذ شاگرد کو حدیث روایت کرنے کی اجازت لفظًا دیوے - متاخرین
نے اس اجازت لفظی میں مشافہت کو مجازًا بطور وضع عام کے بجائے خاص استعمال کیا ہے

مقترن بالاذن ہونا جب مناولہ نے شرط مذکورہ حاصل کی تو اجازت کے سب
اقسام پر (جو قراءت وسماع سے کم درجہ رکھتے ہیں) فائق ہو جائے گی
(امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہما کا یہی مذہب ہے۔ اور امام مالک کہتے ہیں
مناولہ مشروط بالاذن قوت میں سماع کے برابر ہے۔ ذکرہ النووی فی التقریب۔
قاضی زکریا شرح الفیہ عراقی میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک جماعت اس طرف گئی ہے
کہ مناولہ سماع سے بھی اولیٰ ہے۔ لیکن مختار قول اول ہی ہے) اور وجہ فائق ہونے
مناولہ کی یہ ہے کہ شیخ اپنی اصلی کتاب یا اوس کی نقل طالب کو دیوے۔ یا طالب
خود شیخ کی اصل کتاب شیخ کے سامنے کرے اور ان دونوں صورتوں میں شیخ طالب کو
یہ فرماوے کہ یہ احادیث فلاں سے میری روایت ہے تم آگے مجھسے اُن کو روایت
کرو۔ اور اصل دلیل مناولہ کی وہ ہے جو کہ امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب العلم میں
تعلیقاً لائے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ایک لشکر کے
امیر کو ایک خط لکھا دیا۔ اور فرمایا جبتک فلاں فلاں جگہ میں تم نہ پہونچ جاؤ
اُسوقت تک اُسکو نہ پڑھنا۔ اور وہ امیر جب مشار الیہ جگہ پر پہونچا تو اُسوقت
وہ نامہ مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لوگوں کو پڑھکر سنایا۔ اور آپکے فرمان
عالیشان سے انکو مطلع کیا۔ اور دوسری شرط مناولہ کے فائق ہونے کی یہ ہے کہ
شیخ طالب العلم کو اپنے مرویات پر دسترس تملیک سے یا عاریت سے دیوے تاکہ
شیخ کے نسخہ سے نقل کرکے مقابلہ کر لیوے۔ اور اگر شیخ نے طالب کو اپنا نسخہ ملک
نہ کیا اور نہ عاریتاً دیا۔ اور نقل و مقابلہ کرنے تک طالب کے پاس نہ چھوڑا بلکہ دیکر
جلدی ہی واپس کر لیا تو اس صورت میں اجازت کے باقی اقسام پر مناولت فائق
نہوگی۔ لیکن اجازت معینہ پر فائق ہوویگی۔

اَلْاِجَازَةُ الْمُعَيَّنَةُ

وَهِيَ اَنْ يُّجِيْزَهُ الشَّيْخُ بِرِوَايَةِ كِتَابٍ مُّعَيَّنٍ وَّيُعَيِّنُ لَهٗ كَيْفِيَّةً

اور وصیت میں نہیں رکھتے۔

اَلْوِجَادَةُ

(وَكَذَا اشْتَرَطُوا الْاِذْنَ فِي الْوِجَادَةِ) وَهِيَ اَنْ يَجِدَ بِخَطٍّ يَعْرِفُ كَاتِبَهُ - فَيَقُوْلُ وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ - وَلَا يَسُوْغُ فِيْهِ اِطْلَاقُ اَخْبَرَنِيْ بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ - اِلَّا اَنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ اِذْنٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ - وَاَطْلَقَ قَوْمٌ ذٰلِكَ فَغَلِطُوْا)

وجادت کا بیان

اور وجادت میں بھی محدثین نے اذن کو شرط رکھا ہے۔ اور وجادت کی صورت یہ ہے کہ طالب حدیث کو ایسے خط میں لکھی ہوئی پائے جسکے کاتب کو جانتا ہو اور اُس کو روایت کرتے وقت یوں کہے میں نے یہ حدیث فلاں محدث کے خط سے لکھی ہوئی پائی ہے اور جبتک کہ طالب کو اُس کاتب شیخ سے پہلے اذن روایت کرنے کا نہ مل چکا ہو۔ فقط اس وجدان پر اَخْبَرَنِیْ کا لفظ استعمال نہیں کرسکتا۔ اور بعض نے مجرد وجدان پر اخبرنی کا اطلاق کیا ہے لیکن وہ اس میں خطا کار ٹھہرائے گئے ہیں۔

اَلْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ

(وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكُتُبِ) وَهُوَ اَنْ يُوْصِيَ عِنْدَ مَوْتِهِ اَوْ سَفَرِهِ لِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِاَصْلِهِ اَوْ بِاُصُوْلِهِ فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ يَجُوْزُ اَنْ يَرْوِيَ تِلْكَ الْاُصُوْلَ

عَنْهُ بِمُجَرَّدِ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ وَاَبٰى ذٰلِكَ الْجُمْهُوْرُ اِلَّا اِنْ كَانَ لَهٗ مِنْهُ اِجَازَةٌ)

کتاب کی وصیت کرنے کا بیان

اور مناولت اور وجادت کی طرح وصیت کتاب میں بھی جمہور محدثین نے اذن کو شرط رکھا ہے۔ آئمہ متقدمین کی ایک جماعت تو کہتی ہے کہ بمجرد وصیت سے موصی لہ کو وہ کتاب یا کتابیں روایت کرنی جائز ہیں۔ اور جمہور اس جواز کا انکار کرتے ہیں۔ مگر اس صورت میں کہ اُس کو روایت کرنے کا اذن بھی ہو۔ اور صورت وصیت کتاب کی یہ ہے کہ کوئی محدث مرتے وقت یا سفر کرتے وقت کتب حدیث کے کسی اصل یا اصول کی کسی معیّن شخص کو وصیت کر جاوے۔

اَلْاِعْلَامُ

(وَ) كَذَا اشْتَرَطُوا الْاِذْنَ بِالرِّوَايَةِ (فِي الْاِعْلَامِ) وَهِيَ اَنْ يُعْلِمَ الشَّيْخُ اَحَدَ الطَّلَبَةِ بِاَنَّنِيْ اَرْوِي الْكِتَابَ الْفُلَانِيَّ عَنْ فُلَانٍ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مِنْهُ اِجَازَةٌ اُعْتُبِرَ وَاِلَّا فَلَا عِبْرَةَ بِذٰلِكَ كَالْاِجَازَةِ الْعَامَّةِ) فِي الْمُجَازِ لَهٗ لَا فِي الْمُجَازِ بِهٖ كَاَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ لِمَنْ اَدْرَكَ حَيَاتِيْ اَوْ لِاَهْلِ الْاِقْلِيْمِ الْفُلَانِيِّ اَوْ لِاَهْلِ الْبَلْدَةِ الْفُلَانِيَّةِ وَهُوَ اَقْرَبُ اِلَى الصِّحَّةِ لِقُرْبِ الْاِنْحِصَارِ)

اعلام کا بیان

اور اسیطرح محدثین نے اعلام کی روایت میں بھی اذن کو شرط رکھا ہے اور اِعْلام یہ ہے کہ طلبۃ العلم میں سے کسی ایک طالب کو شیخ اس امر کی خبر دیوے کہ حدیث کی

فلاں کتاب میں فلاں شیخ سے روایت کرتا ہوں۔ پس اس طالب کو اگر شیخ سے اجازت
روایت کرنے کی ہے تو یہ اعلام بھی معتبر ہوگا۔ اور اگر اجازت شیخ نے اسکو نہیں دی
ہوئی تو یہ اعلام غیر معتبر ہے اس اعلام سے اس کتاب کو نہیں روایت کر سکتا۔ اکثر محدثین
اسی پر ہیں ابن الصلاح فرماتے۔ مختار قول یہی ہے۔ اور بہت محدثین اور فقہا اور
اصولی علما اسکے جواز پر ہیں۔ انتہے۔ یہانتک کہ قاضی رامہرمزی فرماتے ہیں کہ اعلام
کرتے وقت اگر شیخ طالب کو یہ بھی کہدیوے کہ یہ میرے مرویات ہیں لیکن تم ان کو
مجھ سے روایت نہ کرنا تو بھی یہ روکنا طالب کی روایت کرنے کو مضر نہوگا۔ قاضی
عیاض اس قول کی تائید میں فرماتے ہیں کہ قاضی رامہرمزی کا قول صحیح ہے اسواسطے
کہ شیخ روایت کر چکا ہے اب اوس کو رد نہیں کر سکتا) جیسی کہ اجازت عامہ مجازلہ
یعنی طالب کے واسطے معتبر نہیں اسیطرح اعلام میں بھی معتبر نہیں اور مجازبہ یعنی
حدیث میں معتبر ہے اجازت عامہ کی صورت مجازبہ میں یہ ہے کہ شیخ طالب کو
کہدیوے اجزت لک جمیع مسموعاتی اور مروياتی۔ میں تمکو اپنی سب مسموعہ احادیث
کی اجازت دیتا ہوں یا یوں کہے میں سب اپنی مرویات کی تمہیں اجازت دیتا ہوں۔
اور اجازت عامہ کی صورت مجازلہ میں یہ ہے کہ شیخ لکھے سب مسلمانوں کو میں
اپنی روایت کی اجازت دیتا ہوں۔ یا یوں کہے جو شخص میری زندگانی پاوے
اس کو میں اجازت دیتا ہوں یا یوں کہے فلاں اقلیم کے لوگوں کو میں اجازت دیتا
ہوں۔ یا یوں کہے فلاں شہر کے لوگوں کو میں اجازت دیتا ہوں اور یہ اخیر قسم
سے الاصحت کی جانب زیادہ قریب ہے اسواسطے کہ اس میں انحصار ہے عراقی
کہتے ہیں اجازت عامہ جب حاضر وصف سے مقید کی جاوے تو وہ جواز کیطرف
اقرب ہے

اَلْاِجَازَۃُ لِلْمَجْھُوْلِ وَالْمَعْدُوْمِ

(ق) کَذَا الْاِجَازَۃُ لِلْمَجْھُوْلِ) کَانْ یَقُوْلَ مُبْھِمًا اَوْ مُھْمِلًا ا وَکَذَا لِکَ

الإجازة للمعدوم (كأن يقول أجزت لمن سيولد لفلانٍ -
وقد قيل - إن عطفه على موجودٍ صحّ كأن يقول أجزت لك
ولمن سيولد لك - والأقرب عدم الصحّة أيضًا - وكذلك الإجازة
لموجودٍ أو لمعدومٍ علّقت بمشيئة الغير كأن يقول أجزت لك
إن شاء فلانٌ - لا أن يقول أجزت لك إن شئت وهذا على
الأصحّ في جميع ذلك) وقد جوّز الرواية في جميع ذلك سوى
المجهول ما لم يتبيّن المراد منه الخطيب وحكاه عن جماعةٍ من
مشايخه - واستعمل الإجازة للمعدوم من القدماء أبو بكر
بن داود وأبو عبد الله بن منده - واستعمل المعلّقة منهم
أيضًا أبو بكر بن خيثمة - وروى بالإجازة العامة جمعٌ كثيرٌ
جمعهم بعض الحفاظ في كتابٍ ورتّبهم على حروف المعجم
لكثرتهم وكلّ ذلك كما قال ابن الصلاح توسّعٌ غير
مرضيٍّ - لأنّ الإجازة الخاصّة المعيّنة مختلفٌ في صحّتها
اختلافًا قويًّا عند القدماء وإن كان العمل استقرّ على
اعتبارها عند المتأخرين فهي دون السماع بالاتّفاق فكيف
إذا حصل فيها الاسترسال المذكور فإنّها تزداد ضعفًا لكنّها
في الجملة خيرٌ من إيراد الحديث معضلًا والله أعلم - وإلى
هٰهنا انتهى الكلام في أقسام صيغ الأداء)

مجہول اور معدوم کو اجازت روایت کی دینی

اور سیطرح معتبر نہیں حدیث کے روایت کرنے کی اجازت دینی مجہول شخص کو
اور معدوم کو - مجہول شخص کو اجازت دینی اس طرح ہے کہ مبہم اور مہمل لفظوں میں
اجازت دیوے - جیسے کہ کہے اجزت للجماعۃ من الناس مسموعاتی -

میں لوگوں کی ایک جماعت کو اپنی روایات مسموعہ کی اجازت دیتا ہوں - اور مجازلہ
کی تصریح و وضاحت نکرے اور اجازت المجہول کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ مجہول
روایتوں کی اجازت دیوے جیسے کہ کہدیوے اجزت لک بعض مسموعاتی - میں
تجھے اپنی بعض مسموعہ روایتوں کی اجازت دیتا ہوں - اور اُن روایتوں کی تعیین
نہ کرے - اور معدوم کو اجازت دینے کی صورت یہ ہے کہ فلاں شخص سے جو اولاد پیدا
ہوگی اس کو میں اجازت دیتا ہوں - اور بعض یعنی ابوبکر بن داؤد سجستانی اور ابو
عبداللہ بن مندہ نے کہا ہے اگر معدوم کو موجود پر عطف کر کے کہے جیسے کہ کہے تجھے اور جو
تجھ سے پیدا ہوگا اس کو بھی میں اجازت دیتا ہوں تو اس صورت میں صحیح ہے -
اور اقرب الی الحق اس کی بھی عدم صحت ہے - شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں اجازت
اخبار کے حکم میں ہے - جب معدوم کو خبر دینی صحیح نہیں تو اجازت دینی بھی
صحیح نہیں - اور جیسے کہ مجہول اور معدوم کو اجازت دینی معتبر نہیں اسیطرح موجود
اور معدوم کو مشیت غیر سے اجازت کو معلق کر کے دینا بھی غیر معتبر ہے صورت
اس کی یہ ہے کہ کہے اجزت لک ان شاء فلان - میں نے تمکو اجازت دیدی اگر فلاں
شخص چاہے تو - یا یوں کہے فلاں آدمی جسکے واسطے چاہے میں نے اُس کو اجازت
دی - اور اگر مجازلہ کی مشیت پر اجازت کو متعلق کرے جیسے کہ کہے اگر تو چاہے میں نے
تمکو اجازت دی - یہ صحیح ہے - اور یہ عدم اعتبار اجازت مذکورہ کا اصح مذہب ہے
والا سوائے مجہول کے جس کی مراد ظاہر نہو خطیب نے باقی سب قسموں میں اسکو جائز
رکھا ہے - بلکہ اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے اس کا جواز نقل کیا ہے اور متقدمین
میں سے ابوبکر بن داؤد سجستانی اور ابو عبداللہ بن مندہ نے اجازت کو واسطے معدوم کے بطریق عطف
موجود کے استعمال کیا ہے - اور اجازت معلقہ کو ابوبکر بن خیثمہ نے استعمال کیا ہے
اور اجازت عامہ سے تو ایک جماعت نے حدیثیں روایت کی ہیں - اور اس جماعت کی
کثرت کی وجہ سے اُنکو بعض حفاظ یعنی ابو جعفر محمد بن الحسن البغدادی نے بترتیب
حروف معجمہ ایک کتاب میں اُنکو جمع کیا ہے - اور یہ جواز اور استعمال اجازت معلقہ

راویوں کے آپسمیں - یا دو سے زیادہ راویوں کے نام آپس میں متفق ہوں (
اور اسیطرح جب دو راوی کنیت اور نسبت میں متفق ہوں (جیسے کہ ابو عمرانی الجونی
ہے - اس کنیت و نسبت میں دو شخص شریک ہیں ایک عبد الملک بن حبیب
دوم موسی بن سہل) تو یہ وہ نوع ہے جسکو **متفق** اور **مفترق** کہتے
ہیں - یعنی اسماء میں ملنے والا اور اشخاص میں علیحدہ ہونے والا - اور اسکی
معرفت کا یہ فائدہ ہے کہ دو شخصوں کو ایک سمجھنے سے بچاؤ ہو جائے گا -
خطیب نے اس نوع میں ایک جامع کتاب لکھی ہے - اور مینے اُس کتاب کو
ملخص کرکے بہت سے زوائد مسائل بھی اُس ملخص میں اضافہ کئے ہیں اور
یہ نوع - نوعِ مہمل کا عکس ہے جسکا ذکر سبب الطعن میں ہو چکا ہے - اُس نوع
میں تو یہ مطلب تھا کہ ایک راوی کو بسبب نعوت متعددہ کے دو شخص نہ
سمجھا جاوے اور اُس کا یہ مقصد ہے کہ دو راویوں کو بسبب اشتراک
اسماء کے ایک نہ سمجھا جاوے -

اَلْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ

(وَاِنِ اتَّفَقَتِ الْاَسْمَاءُ خَطًّا وَاخْتَلَفَتْ نُطْقًا)
سَوَاءٌ كَانَ مَرْجِعُ الْاِخْتِلَافِ النَّقْطُ اَوِ الشَّكْلُ
(فَهُوَ الْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ) وَمَعْرِفَتُهٗ مِنْ مُهِمَّاتِ
هٰذَا الْفَنِّ حَتّٰى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ اَشَدُّ التَّصْحِيْفِ
مَا يَقَعُ فِي الْاَسْمَاءِ - وَوَجَّهَهٗ بَعْضُهُمْ بِاَنَّهٗ شَيْءٌ
لَا يَدْخُلُهُ الْقِيَاسُ - وَلَا قَبْلَهٗ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ
وَلَا بَعْدَهٗ - وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ اَبُوْ اَحْمَدَ الْعَسْكَرِيُّ لٰكِنَّهٗ اَضَافَهٗ
اِلٰى كِتَابِ التَّصْحِيْفِ لَهٗ - ثُمَّ اَفْرَدَهٗ بِالتَّاْلِيْفِ عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ سَعِيْدٍ

فجمع فيه كتابين كتاب في مشتبه الأسماء وكتاب في مشتبه النسبة - وجمع شيخه الدارقطني في ذلك كتاباً حافلاً - ثم جمع الخطيب ذيلاً - ثم جمع الجميع أبو نصر بن ماكولا في كتابه الإكمال - واستدرك عليهم في كتاب آخر جمع أوهامهم وبيّنها - وكتابه من أجمع ما جُمع في ذلك وهو عمدة كل محدث بعده - وقد استدرك عليه أبو بكر بن نقطة ما فاته أو تجدد بعده في مجلد ضخم ثم ذيل عليه منصور بن سليم بفتح السين في مجلد لطيف وكذلك أبو حامد بن الصابوني وجمع الذهبي في ذلك مختصراً جداً اعتمد فيه على الضبط بالقلم فكثر فيه الغلط والتصحيف المباين لموضوع الكتاب - وقد يسّر الله تعالى لتوضيحه في كتاب سميته بتبصير المنتبه بتحرير المشتبه وهو مجلد واحد فضبطته بالحروف على الطريقة المرضية وزدت عليه شيئاً كثيراً مما أهمله أو لم يقف عليه والحمد لله على ذلك ؎

مؤتلف اور مختلف کا بیان

اور اگر راویوں کے نام خط اور کتابت میں یکساں ہوں - اور تلفظ میں مختلف اور

ف قوله ابن ماكولا هو الأمير سعد الملك أبو نصر علي بن هبة الله بن علي بن جعفر بن علكان بن محمد المعروف بابن ماكولا أصله من جرباذقان من نواحي أصفهان كان أبوه وزير القائم بأمر الله جلال الدولة وعمه حسن بن جعفر قاضيا على بغداد - ولد في عكبرا بلدة على ناحية الدجلة على عشرة فراسخ من بغداد سنة ۴۲۲ وسمع الحديث ورحل إلى خراسان والعراق والشام وبلاد مصر والجبال وما وراء النهر والجزيرة وغيرها من بلاد الإسلام وأخذ من أبي طالب بن غيلان وأبي بكر بن بشران وأبي القاسم بن شاهين وأبي الطيب الطبري وصار حافظاً متقناً فاضلاً عالماً عديم النظير وصنف التصانيف المفيدة منها الإكمال لأسماء الرجال قال ابن خلكان الإكمال في غاية الإفادة في دفع الالتباس والضبط والتقييد وعليه اعتماد المحدثين وأرباب هذا الشأن لم يوضع مثله وما يحتاج الأمير مع هذا الكتاب إلى فضيلة أخرى وفيه دلالة على كثرة اطلاعه وضبطه وإتقانه وسبب وفاته أنه قتله عبيده الأتراك الذين كانوا في خدمته في جرجان أو خراسان وأخذوا ماله وذلك في سنة ۴۷۵ هـ ۱۲ منه

ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيْهِ اَيْضًا بِمَا فَاتَهُ اَوَّلًا وَهُوَ كَثِيْرُ الْفَائِدَةِ)

نوع متشابہ کا بیان

اور اگر راویوں کے نام خط اور تلفظ میں یکساں ہوں اور انکے اباء کے نام باوجود متفق خط کے تلفظ میں مختلف ہوں جیسے کہ محمد بن عقیل بفتحہ ع حرف عین اور محمد بن عقیل بضمہ عین۔ پہلے صاحب تو نیشاپوری ہیں اور دوسرے صاحب فریابی ہیں یعنے فریاب کے رہنے والے جو بلاد ترک میں ایک شہر ہے یہ دونوں صاحب مشہور ہیں اور طبقہ انکا بھی متقارب ہی ہے۔ اور یا اس کو برعکس ہو یعنی اسماء راویوں کے تلفظ میں مختلف ہوں اور خط میں متفق۔ اور انکے آباء کے اسماء خط اور تلفظ دونوں میں متفق ہوں۔ جیسے کہ شُرَیح (ش ر ی ح) ابن النعمان اور سُرَیج (س ر ی ج) ابن النعمان ہیں۔ پہلے صاحب تو شین معجمہ اور ح مہملہ کے ساتھ ہیں اور تابعی ہیں حضرت علیؓ سے روایت رکھتے ہیں۔ اور دوسرے سین مہملہ اور جیم کے ساتھ ہیں۔ اور یہ صاحب امام بخاری کے استادوں میں سے ہیں پس جب راویوں کے ناموں کی صورت بطرز مذکور ہو تو یہ وہ نوع ہے جسکو متشابہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ نوع گذشتہ دو نوعوں سے مرکب ہے اسواسطے کہ اسمیں دو ناموں میں سے ایک نام تو قسم متفق اور مفترق سے ہے اور دوسرا نام مؤتلف اور مختلف سے ہے کما نص علیہ العراقی فی الالفیۃ) اور اسیطرح اگر اتفاق خط اور تلفظ کا راوی کے نام اور راوی کے باپ کے نام میں واقعہ ہو جاوے اور نسبت میں اختلاف ہو تو اس کو بھی متشابہ ہی کہا جاتا ہے۔ اور خطیب نے نوع متشابہ میں ایک بہت عمدہ کتاب بنام تلخیص المتشابہ لکھی ہے۔ اور تیار کرنے کے بعد پھر اس کا استدراک کیا ہے اور اپنے مافات کی تلافی کر کے کامل کر دیا۔ اور وہ کتاب اس باب میں بہت ہی فائدہ مند ہے۔

المركب من المتشابه والمؤتلف والمختلف

(ويتركب منه ومما قبله أنواع) منها أن يحصل (الاتفاق والاشتباه) في الاسم واسم الأب (إلا في حرف أو حرفين) فأكثر من أحدهما أو منهما وهو على قسمين إما بأن يكون الاختلاف بالتغيير مع أن عدد الحروف ثابتة في الجهتين أو يكون الاختلاف بالتغيير مع نقصان بعض الأسماء عن بعض فمن أمثلة الأول محمد بن سنان بكسر السين المهملة ونونين بينهما ألف وهم جماعة منهم العوقي بفتح العين والواو ثم القاف شيخ البخاري - ومحمد بن سيار بفتح السين المهملة وتشديد الياء التحتانية وبعد الألف راء وهم أيضا جماعة منهم اليمامي شيخ عمر بن يونس - ومنها محمد بن حنين بضم الحاء المهملة ونونين الأولى مفتوحة بينهما ياء تحتانية تابعي يروي عن ابن عباس وغيره - ومحمد بن جبير بالجيم بعدها باء موحدة وآخره راء وهو محمد بن جبير بن مطعم تابعي مشهور أيضا - ومن ذلك معرف بن واصل كوفي مشهور - ومطرف بن واصل بالطاء بدل العين شيخ آخر يروي عنه أبو حذيفة النهدي ومنه أيضا أحمد بن الحسين صاحب إبراهيم بن سعد وآخرون وأحيد بن الحسين مثله لكن بدل الميم ياء تحتانية وهو شيخ بخاري يروي عنه عبد الله بن محمد البيكندي ومن ذلك أيضا حفص بن ميسرة شيخ بخاري مشهور من طبقة مالك - وجعفر بن ميسرة شيخ مشهور شيخ

لعبيد الله بن موسى الكوفي الأول بالحاء المهملة والفاء
بعدها صاد مهملة - والثاني بالجيم والعين المهملة
بعدها فاء ثم راء - ومن أمثلة الثاني عبد الله بن زيد
جماعة منهم في الصحابة صاحب الأذان واسم جده
عبد ربه - وراوي حديث الوضوء واسم جده عاصم
وهما أنصاريان وعبد الله بن يزيد بزيادة ياء في أول
اسم الأب والراء مكسورة - وهم أيضا جماعة منهم في
الصحابة الخطمي يكنى أبا موسى وحديثه في الصحيحين
ومنهم القارئ له ذكر في حديث عائشة رضي الله
تعالى عنها وقد زعم بعضهم أنه الخطمي وفيه نظر
ومنها عبد الله بن نُجَي وهم جماعة - وعبد الله ابن
نُجَي بضم النون وفتح الجيم وتشديد الياء تابعي معروف
يروي عن علي رض (أو) يحصل الاتفاق في الخط والنطق
لكن يحصل الاختلاف أو الاشتباه (بالتقديم
والتأخير) إما في الاسمين جملة (أو نحو ذلك
كأن يقع التقديم والتأخير في الاسم الواحد في بعض
حروفه بالنسبة إلى ما يشتبه به مثال الأول الأسود بن
يزيد ويزيد بن الأسود وهو ظاهر - ومنه عبد الله بن يزيد
ويزيد بن عبد الله - ومثال الثاني أيوب بن سيار وأيوب
بن يسار الأول مدني ليس بالقوي والآخر مجهول)

وہ نوع جو متشابہ و مؤتلف و مختلف سے مرکب ہے

اور اس نوع متشابہ اور اس سے پہلے نوع یعنی مؤتلف و مختلف کے مرکب ہونے سے

کی انواع پیدا ہوتے ہیں جنکا مفہوم چند انواع پر صادق آتا ہے منجملہ اُن سے
ایک نوع یہ ہے کہ اس میں راوی یا راوی کے باپ کے نام میں یا دونوں کے
ناموں میں سوائے ایک یا دو حرفوں کے مثلاً باقی اکثر حرفوں میں اتفاق یا اشتباہ
پیدا ہو جاوے - اور یہ نوع دو قسم ہے - ایک قسم تو وہ ہے کہ دونوں ناموں میں
باوجود ثابت رہنے تعداد حرفوں کے ایک حرف میں یا دو حرفوں میں تغیر ہو -
اور دوم قسم وہ ہے کہ اختلاف دونوں ناموں میں کسی حرف کے متغیر ہونے سے
باوجود کم ہونے بعض اسماء کے بعض سے واقعہ ہو - پس پہلے قسم کی مثالوں
میں سے مُحَمَّدُ بْنُ سِنَان (س ن ا ن) ہے بکسرہ سین مہملہ دونوں نونوں
کے ساتھ جنکے درمیان میں الف ہے - اور اس نام کی ایک جماعت راویوں کی ہے
جن میں سے عَوَقِی (ع و ق ی) بھی ہے بفتحہ عین وواو باثبات قاف
مکسورہ و یاء ساکنہ امام بخاری کے استاذ ہیں (عوق بتحریک سہ حرف قبیلہ
عبد القیس کی ایک شاخ ہے اور نیز اس نام کا بصرہ میں ایک محلہ بھی ہے - یہ
بزرگ اس قبیلہ میں رہنے کی وجہ سے اس طرف منسوب ہوئے ہیں) اور دوسری
مثال قسم اول کی مُحَمَّدُ بْنُ سَیَّار (س ی ا ر) ہے بفتحہ سین مہملہ و تشدید
یاء تحتانیہ جنکے پیچھے الف اور الف کے بعد حرف راء ہے (یہاں سنان اور سیّار
کی رسم خطی میں توافق و تجانس ہے) اس نام والی بھی ایک جماعت ہے جنمیں
سے یمامی بھی ہیں منسوب بیمامہ عمر بن یونس کے استاذ - اور اسی قسم کی مثالوں
میں سے مُحَمَّدُ بْنُ حُنَیْن (ح ن ی ن) بضمہ حاء مہملہ اور دونوں نونوں کے
ساتھ جنمیں سے پہلا نون مفتوح اور دونوں نونوں کے درمیان میں یاء ساکنہ ہے تابعی
ہیں حضرت ابن عباس رضؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں - اور مُحَمَّدُ بْنُ جُبَیْر -
(ج ب ی ر) بحرف جیم مضمومہ و باء مفتوحہ و یاء ساکنہ و راء مہملہ بھی اسی مثال
سے ہیں - انکے دادا کا نام مطعم ہے اور یہ صاحب بھی تابعی ہیں اور مشہور بالروایت
ہیں - یہاں جبیر اور حنین کے اکثر حرفوں میں مشابہت ہے اور اسی مثال سے مُعَرِّف

(م ع س ا ف) ابن واصل کوفی مشہور ہیں اور مُطَرِّف (م ط ر ف) ابن واصل بحرف طاء بدل
عین کے ایک شیخ ہیں جنسے ابو حذیفہ نہدی روایت کرتے ہیں یہاں معرف و مطرف کے اکثر حروف
میں موافقت ہے) اور اسی مثال سے اَحْمَدُ بْنُ الْحُسَیْنِ (ا ح م د ب ن ا ل ح س ی ن)
صاحب ابراہیم بن سعد ہیں اور راوی بھی اس نام کے ہیں اور اَحْیَدُ بْنُ الْحُسَیْن (ا ح ی د ب ن ا ل ح س ی ن)
بھی مثل احمد بن الحسین کے ہے لیکن اس میں بدل میم کے یاء تحتانیہ ہے یہ صاحب امام بخاری کے استاد ہیں
اور امام بخاری کے سوائے عبداللہ بن محمد البیکندی بھی انسے روایت کرتے ہیں۔
اور اسی مثال سے حَفْصُ بْنُ مَیْسَرَۃَ (ح ف ص ب ن م ی س ر ۃ)
امام بخاری کے استاد ہیں مشہور امام مالک کے طبقہ سے اور جَعْفَرُ بْنُ مَیْسَرَۃَ
(ج ع ف ر ب ن م ی س ر ۃ) شیخ مشہور بھی اسی مثال سے ہیں۔ یہ صاحب
عبیداللہ بن موسیٰ کوفی کے بھی شیخ ہیں۔ یہاں حفص اور جعفر کی اکثر ہیئت
میں مشابہت ہے۔ لیکن حفص بحاء مہملہ اور اسکے بعد حرف فا کے بعد حرف صاد
مہملہ سے ہے اور جعفر بحرف جیم و عین مہملہ اور بعد اسکے حرف فا اور اسکے بعد
حرف را سے ہے۔ اور دوسرے قسم کی مثالیں یہ ہیں عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ
اور عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْد سے عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ۔ راویوں کی ایک جماعت
کا نام ہے۔ خاصکر صحابہ ہی میں اس نام کے دو شخص ہیں ایک ان میں سے صاحب
اذان ہیں جنکو خواب میں اذان کے کلمات الہام ہوئے تھے۔ انکے دادا کا نام
عَبْدُ رَبِّہٖ ہے۔ اور دوسرے شخص اس نام کے صحابہ میں وضو کی حدیث کے
راوی ہیں۔ انکے دادا کا نام عاصم ہے۔ یہ دونوں صحابی انصاری ہیں پہلے
قبیلہ حارث سے ہیں اور دوسرے قبیلہ مازن سے۔ اور عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْدَ
بزیادت حرف یاء تحتانیہ اول اسم زبر و زاء معجمہ مکسورہ کے یہ بھی راویوں
کی ایک جماعت کا نام ہے اسی نام کے صحابہ میں عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْدَ
خطمی ہیں کنیت انکی ابو موسیٰ ہے۔ ان کی حدیث صحیحین میں مروی ہے
بخاری نے اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ کے باب الدعا فی الاستسقاء میں درج کیا ہے۔

اور یزید بن اسود دو شخصوں کا نام ہے ایک تو صحابی ہیں خزاعی قبیلہ سے
اور دوم تابعی ہیں مخضرمیں سے یہ صاحب ایسے مستجاب الدعوات تھے کہ امساک
بارش کے وقت استسقاء میں آپ سے دعا کرائی جاتی تھی اور لوگوں کے گھر نہیں پہونچنے
سے پہلے بارش برسنے لگ جایا کرتی تھی۔ اور یہ قسم ظاہر ہے اور اسے قبیل سے ہے
عبد اللہ بن یزید اور یزید بن عبد اللہ اور دوسرے کی مثال جس میں مقدم مؤخر
کرنے سے تمیز ہوتی ہے یہ ہے اَیُّوبَ بنِ سَیَّار (س یٰ ا رِ) اور ایو
بُ بنِ یَسَار (یَ س ا ر) انمیں سے پہلا مدنی ہے مشہور جو روایت میں
غیر قوی ہے۔ اور دوسرا مجہول ہے۔ اور تمثیل نحو ذٰلک کی یہ ہے کسی حرف
کے زیادہ کرنے سے وہ دونوں مشتبہ اسم متمیز ہوتے ہیں جیسے سِنَان
اور شَیبَان اور عَبدۃ اور عُبَیدَۃ۔

خَاتِمَۃٌ فِی طَبَقَاتِ الرُّوَاۃِ وَغَیرِھَا مِن مُّوَالِ الصَّرُورِیَّاتِ

وَمِنَ المُہِمِّ) فِی ذٰلِکَ عِندَ المُحَدِّثِینَ (مَعرِفَۃُ طَبَقَاتِ الرُّوَاۃِ)
وَفَائِدَتُہُ الاَمنُ مِن تَدَاخُلِ المُشتَبِہِینَ۔ وَاِمکَانُ الاِطِّلَاعِ
عَلٰی تَبیِینِ التَّدلِیسِ وَالوُقُوفُ عَلٰی حَقِیقَۃِ المُرَادِ مِنَ العَنعَنَۃِ
وَالطَّبَقَۃُ فِی اصطِلَاحِہِم عِبَارَۃٌ عَن جَمَاعَۃٍ اِشتَرَکُوا فِی السِّنِّ
وَلِقَاءِ المَشَائِخِ وَالاَخذِ عَنہُم وَقَد یَکُونُ الشَّخصُ الوَاحِدُ
مِن طَبَقَتَینِ بِاعتِبَارَینِ کَاَنَسِ بنِ مَالِکٍ فَاِنَّہٗ مِن حَیثُ
ثُبُوتِ صُحبَتِہٖ
یُعَدُّ فِی طَبَقَۃِ العَشَرَۃِ مَثَلًا وَمِن حَیثُ صِغَرِ السِّنِّ یُعَدُّ
فِی طَبَقَۃِ مَن بَعدَھُم۔ فَمَن نَظَرَ اِلَی الصَّحَابَۃِ بِاعتِبَارِ
الصُّحبَۃِ جَعَلَ الجَمِیعَ طَبَقَۃً وَاحِدَۃً کَمَا صَنَعَ ابنُ حِبَّانَ وَغَیرُہٗ

اور مشاہد فاضلہ - بدر - احد - بیعۃ الرضوان میں حاضر ہونا - اور ہجرت کرنا - اس
مورخ نے صحابہ کے کئے درجے مقرر کئے ہیں - اسیطرف صاحب طبقات ابو عبد اللہ
محمد بن سعد بغدادی نے میل کیا ہے - آپ کی کتاب اس فن کی باقی کتابوں سے
زیادہ جمعیت رکھتی ہے - آپنے صحابہ کے پانچ طبقے اُس کتاب میں مقرر کئے ہیں -
پہلا طبقہ بدر میں حاضر ہونے والوں کا - دوسرا - انکا جو پہلے اسلام لائے - اور حبشہ
کی طرف ہجرت کئے اور اُحد وغیرہ میں حاضر رہے - تیسرا اُن کا جو خندق وغیرہ
میں شامل رہے - چوتھا اُن کا جو فتح مکہ کے سال میں اسلام لائے - پانچواں اُنکا
جنھوں نے بزمانہ طفولیت صحبت نبوی کا شرف حاصل کیا - اور صحابہ کے بعد کے
لوگوں (تابعین) کا بھی یہی حال ہے - جس مورخ نے اُن کو محض صحابہ سے
روایت کرنے کی جہت سے دیکھا ہے اُس نے تو سب تابعین کا ایک ہی درجہ
رکھا ہے جیسے کہ ابن حبان ہیں - اور جس نے تابعین کو باعتبار حصول ملاقات
کے دیکھا ہے کہ کس قدر اور کس کیفیت کی ان کی ملاقات صحابہ سے ہے تو اُس
مورخ نے تابعین کے کئی طبقے مقرر کئے ہیں جیسے کہ محمد بن سعد - انہیں اُنھوں نے
اُنکے تین درجے مقرر کئے ہیں - اور طبقات کے کم و بیش کرنے میں ہر ایک
مورخ کے واسطے ایک وجہ ہے -

مَوَالِيدُ الرُّوَاةِ وَوَفَيَاتُهُمْ وَبِلَادُهُمْ

(وَ) مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ (مَوَالِيدِهِمْ وَوَفَيَاتِهِمْ) لِاَنَّ بِمَعْرِفَتِهِمَا يَحْصُلُ الْاَمْنُ مِنْ دَعْوَى الْمُدَّعِي لِلِقَاءِ بَعْضِهِمْ وَهُوَ فِي نَفْسِ الْاَمْرِ لَيْسَ كَذٰلِكَ (وَ) مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ (بُلْدَانِهِمْ) وَاَوْطَانِهِمْ وَفَائِدَتُهُ الْاَمْنُ

[1] موالید جمع مولد یا میلاد کی ہے جسکے معنی وقت ولادت کے اور وفیات بفتح واو - وفات جمع وفات کی ہے اور بلدان بضمہ باء جمع بلد کی ہے بمعنے شہر کے ۱۲ منہ

اسواسطے کہ اکذب الناس بہ نسبت کذاب کے زیادتی کذب پر دلالت کرتا ہے کثرت
کذب کی تو کذاب میں بھی ہے - لیکن اوسی کی ذات میں ہے - اس میں تو یہ بھی
ہوسکتا ہے کہ غیر کی نسبت اس کا کذب کم ہو) اور جرح کے نرم الفاظ جو جرح پر
دلالت کرتے ہیں محدثین کا یہ قول ہے فُلَانٌ لَيِّنٌ - فلاں راوی روایت کرنیں
با دیانت میں نرم ہے - یا یوں کہنا فُلَانٌ سَيِّئُ الْحِفْظِ یا یوں کہنا فِيهِ أَدْنَى
مَقَالٍ فلاں راوی میں کچھ تھوڑی سی گفتگو ہے - اور سخت اور نرم کے درمیان
میں چند مراتب ہیں - پس محدثین کا ان چار لفظوں سے جرح کرنا فُلَانٌ مَتْرُوكٌ
فُلَانٌ سَاقِطٌ - فُلَانٌ فَاحِشُ الْغَلَطِ - فُلَانٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ بہت زیادہ
سخت ہے ان لفظوں سے جو کہتے ہیں فُلَانٌ ضَعِيفٌ - فُلَانٌ لَيْسَ
بِالْقَوِيِّ - فُلَانٌ فِيهِ مَقَالٌ (ان پچھلے تین لفظوں سے جس راوی کو جرح
کیا جاوے اوس کی حدیث اعتبار میں لی جاتی ہے - اور جو پہلے چار لفظوں سے
جرح کیا جاوے اوس کی حدیث نہیں لی جاتی -

(وَ) مِنَ الْمُهِمِّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ (مَرَاتِبِ التَّعْدِيلِ وَأَرْفَعُهَا
الْوَصْفُ أَيْضًا) بِمَا يَدُلُّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِيهِ وَأَصْرَحُ ذَلِكَ
التَّعْبِيرُ (بِأَفْعَلَ كَأَوْثَقِ النَّاسِ) أَوْ أَثْبَتِ النَّاسِ أَوْ إِلَيْهِ
الْمُنْتَهَى فِي التَّثَبُّتِ (ثُمَّ مَا تَأَكَّدَ بِصِفَةٍ) مِنَ الصِّفَاتِ
الدَّالَّةِ عَلَى التَّعْدِيلِ (أَوْ صِفَتَيْنِ كَثِقَةٍ ثِقَةٍ
أَوْ ثَبْتٌ ثَبْتٌ أَوْ ثِقَةٌ حَافِظٌ) أَوْ عَدْلٌ ضَابِطٌ وَنَحْوُ ذَلِكَ
(وَأَدْنَاهَا مَا أَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ أَسْهَلِ التَّجْرِيحِ كَشَيْخٍ)
أَوْ يُرْوَى حَدِيثُهُ وَيُعْتَبَرُ بِهِ وَنَحْوُ ذَلِكَ وَبَيْنَ ذَلِكَ
مَرَاتِبُ لَا تَخْفَى - وَهَذِهِ أَحْكَامٌ تَتَعَلَّقُ بِذَلِكَ وَذَكَرْتُهَا
هُنَا تَكْمِلَةً لِلْفَائِدَةِ فَأَقُولُ (تُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ
بِأَسْبَابِهَا) لَا مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ لِئَلَّا يُزَكِّيَ بِمُجَرَّدِ مَا يَظْهَرُ لَهُ

مِنْ غَيْرِ مُمَارَسَةٍ وَاخْتِبَارٍ (وَ) لَوْ كَانَتِ التَّزْكِيَةُ صَادِرَةً (مِنْ) مُزَكٍّ (وَاحِدٍ عَلَى الْأَصَحِّ) خِلَافًا لِمَنْ شَرَطَ أَنَّهَا لَا تُقْبَلُ إِلَّا مِنِ اثْنَيْنِ إِلْحَاقًا لَهَا بِالشَّهَادَةِ فِي الْأَصَحِّ أَيْضًا وَالْفَرْقُ أَنَّ التَّزْكِيَةَ تَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْحُكْمِ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهَا الْعَدَدُ وَالشَّهَادَةُ تَقَعُ مِنَ الشَّاهِدِ عِنْدَ الْحَاكِمِ فَافْتَرَقَا وَلَوْ قِيلَ يُفَصَّلُ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِي الرَّاوِي مُسْتَنِدَةً مِنَ الْمُزَكِّي إِلَى اجْتِهَادِهِ أَوْ إِلَى النَّقْلِ عَنْ غَيْرِهِ لَكَانَ مُتَّجِهًا لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ الْأَوَّلُ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ أَصْلًا لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ بِمَنْزِلَةِ الْحَاكِمِ وَإِنْ كَانَ الثَّانِي فَيَجْرِي فِيهِ الْخِلَافُ وَيَتَبَيَّنُ أَنَّهُ أَيْضًا لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ لِأَنَّ أَصْلَ النَّقْلِ لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ فَكَذَا مَا تَفَرَّعَ عَنْهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

اور علم حدیث میں تعدیل کے مرتبوں کا دریافت کرنا بھی بڑی ضروری ہے سو مرتبہ اول تعدیل میں وہ ہے جو اَفعَل کے صیغہ سے موصوف کیا جاوے۔ اور افعل کے صیغہ سے اس کی زیادہ تصریح کی جاوے جیسے کہ فُلَانٌ اَوْثَقُ النَّاسِ فلاں راوی تو سب لوگوں سے زیادہ ثقہ ہے۔ یا یوں کہنا فُلَانٌ اَثْبَتُ النَّاسِ۔ فلاں راوی تو سب لوگوں سے زیادہ قایم رہنے والا ہے۔ یا یوں کہنا اِلَیْهِ الْمُنْتَهٰی فِی التَّثَبُّتِ باتوں کا یاد رکہنا فلاں راوی تک ختم ہوتا ہے اس مرتبہ کے بعد تعدیل کا وہ مرتبہ ہے جو تعدیل کی ایک صفت سے زیادہ صفتوں سے مؤکد و مکرر کیا جاوے ایک صفت سے مؤکد ہونے کی مثال یہ ہے ثِقَةٌ ثِقَةٌ ثَبْتٌ ثَبْتٌ۔ اور دو صفتوں سے مؤکد ہونے کی مثال یہ ہے۔ ثِقَةٌ حَافِظٌ۔ عَدْلٌ ضَابِطٌ۔ یا انکی مثال اور الفاظ ہم معنے انکے ہوں۔ اور ادنے مرتبہ تعدیل کا وہ ہے جو اسہل تجریح کے الفاظ کے قریب قریب لفظوں سے ہو جیسے کہ فُلَانٌ شَیْخٌ یا یوں کہا جاوے یُرْوٰی حَدِیْثُهٗ فلاں راوی کی حدیث روایت کی جاتی ہے وَیُعْتَبَرُ بِهٖ فلاں راوی کی حدیث اعتبار اور شواہد میں لی جاتی ہے یا اُن لفظوں کے مشابہ الفاظ ہم معنے انکے

ہوں جیسے یُکتبُ حدیثُہٗ فلاں راوی کی حدیث لکھی جاتی ہے یا یوں کہنا صدوق
انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ارفع و ادنیٰ تعدیل کے درمیان میں بھی چند مرتبے ہیں ظاہر اور
یہ آئندہ مسائل جرح و تعدیل سے تعلق رکھتے ہیں اس واسطے میں نے اُنکو اس جگہ میں
تکمیل فائدہ کے واسطے ذکر دیا ہے۔ پس اب اُن مسائل کے بیان کرنے میں کہتا ہوں
ہیں کہ تزکیہ یعنی تعدیل (اور اسیطرح جرح بھی کما نص علیہ العراقی) اُسی شخص سے
قبول کیا جاتا ہے جو اُسکے اسباب کا جاننے والا ہو (اسباب تعدیل کا مفصل بیان
کرنا شرط نہیں۔ مزکی کو فقط انکا علم ہونا شرط ہے) اور جو شخص تعدیل کے اسباب
سے غیر واقف ہو اُس کا کسی شخص کو عادل ٹھہرانا قبول نہیں کیا جاتا۔ اور یہ حکم جو
سمجھنے لگا ہے کہ تزکیہ عارف سے ہی قبول کیا جاوے غیر سے قبول نکیا جاوے
اس واسطے ہے کہ غیر عارف ابتدا ہی میں بغیر امتحان اور مہارت کے جو کچھ اسکو
نظر آنے لگے اُسی سے لوگوں کو عادل ٹھہرانے نہ لگجائے اور اصح مذہب یہ ایک
ہی مرد سے (بلکہ عورت اور غلام سے بھی کما اختارہ العراقی) تزکیہ و تعدیل قبول کیجاتی
ہے۔ برخلاف اُس شخص کے جس نے یہ شرط رکھی ہے کہ دو سے کم شخصوں سے ایک
ایک شخص کا تزکیہ کرنا قبول نہ کیا جاوے۔ بنا بر الحاق کرنے اُسکے تزکیہ کو شہادت
کے ساتھ پس جیسے کہ شہادت دو سے کم شخصوں سے قبول نہیں کی جاتی اصح مذہب
میں اسی طرح اُس نے سمجھا ہے کہ تزکیہ میں بھی دو مزکی ہونے شرط ہیں جیسا کہ عارف
اسباب ہونا مزکی کا شرط ہے اسی طرح اُن کی تعداد بھی دو تک ہونی اس نے شرط ٹھہرائی
ہے اور فرق تزکیہ و شہادت میں یہ ہے کہ تزکیہ تو بمنزلہ حکم کے واقعہ ہوتا ہے پس جیسا کہ
حکم میں دو حاکموں کا ہونا شرط نہیں اسی طرح تزکیہ میں بھی دو مزکیوں کا ہونا شرط
نہیں اور شہادت کو فقط حاکم کے پاس پیش کرتا ہے وہ بمنزلہ حکم کے واقعہ نہیں ہوتی پس شہادت
اور تزکیہ دونوں جدا ہو گئے شہادت کے ساتھ تزکیہ کو ملانا قیاس مع الفارق ہے
اور اگر اس موقعہ پر یہ کہا جاتا کہ راوی کے تزکیہ میں تفصیل ہونی چاہیے مزکی اپنی
اجتہاد سے اس کا تزکیہ کر رہا ہے یا تزکیہ راوی کا کسی غیر مزکی سے نقل کر لیتا ہے تو اس تفصیل کا مزکیہ
میں شرط ٹھہرانا ایک حد اور مناسبت رکھتا ہے اس واسطے کہ اگر اول صورت ہے یعنی مزکی اپنے اجتہاد سے

رد کا اقتضا نہ کرتی ہو (جیسا کہ بعض نے کہا ہے میں نے فلاں شخص سے اسواسطے حدیث اخذ
کرنی ترک کر دی کہ اسکے گھر سے طنبورے کی آواز میں نے سنی تھی) جسطرح کہ مجرد ظاہری حالت
دیکھکر بغیر امتحان کے تزکیہ کرنے والے کا تزکیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ اور محدثین کو جرح و تعدیل
میں یہانتک رسائی تھی کہ امام ذہبی جو راویوں کی تنقید میں استقراء تام رکھتے ہیں فرماتے
ہیں کہ کبھی دو عالم محدثین میں سے کسی ضعیف راوی کی توثیق اور کسی ثقہ راوی کی تضعیف
پر متفق نہیں ہوئے (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مقدس گروہ کا جرح و تزکیہ کرنا
کمال تیقظ و بیداری پر تھا گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا اس بارہ میں کہ
نفس الامر کے برخلاف انسے کوئی بات صادر نہوتی تھی) اور امام نسائی کا اسی سبب سے
یہ مذہب تھا کہ جبتک سب محدثین بالاتفاق کسی راوی کو ترک نہ کر دیویں اس کی حدیث
لینی ترک نہ کرتے تھے (انکے کمال تیقظ کی وجہ سے اُن کی تابعداری کرتے تھے) اور
چاہیئے کہ جو شخص جرح و تعدیل میں کلام کرے تساہل اور سستی سے اپنے آپ کو بچاوے
اسواسطے کہ اگر بغیر ثبوت کے کسی کو عادل ٹہرا دیا تو گویا ایک ایسے حکم کا ثابت کرنیوالا
ہوا جس کا ثبوت در اصل نہیں۔ پس ایسے تساہل سے تعدیل کرنے والے پر یہ خطرہ
گذرتا ہے کہ اُن لوگوں میں داخل ہو جائیگا جو کسی حدیث کا جھوٹا ہوتا سمجھکر روایت
کرتے ہیں (اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص میری
طرف سے ایسی حدیث روایت کرے جس کا جھوٹا ہونا جانتا ہو کہ میری طرف سے
نہیں کسی اور نے میرے پر افترا کیا ہے) تو وہ شخص منجملہ اُن لوگوں ہی کے ہے جو میرے پر
جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور جرح تعدیل میں سستی کرنے والے کو زمرہ مذکورہ میں
داخل ہونے کا اسلئے خطرہ ہے کہ سستی اس امر میں گاہے تعدیل موہوم العدالت
کی طرف مؤدی ہوتی ہے۔ اور گاہے تصدیق موہوم الصدق کی طرف اور جو جانور
چراگاہ محفوظہ کے پاس چرے قریب ہے کہ اُس کے اندر بھی گھس جائے۔ اور جرح
کرنے میں سستی اس لئے اچھی نہیں اگر جارح نے بغیر احتیاط کے جرح کی تو اُس نے ایک
پاک دامن مسلمان کے آبرو ضائع کرنے کا اقدام کیا۔ اور بے عیب مسلمان کو ایسا بدنما داغ

وہ دھبہ لگا دیا جس کا عار ہمیشہ اُس پر لوگوں کے نزدیک باقی رہا۔ اور جرح میں اس بلا کا داخلہ (یعنی بغیر احتیاط کے جرح کر دینا) چند بواعث سے ہوتا ہے ایک سبب اُن سے خواہش نفسانی ہے جیسے کہ تعصب مذہبی اور دوم غرض فاسد چنانچہ مرجع الیہ شخص پر جرح کرکے لوگوں کو اپنی طرف پھیرنا۔ اور متقدمین آئمہ جرح و تعدیل کا اکثر کلام متعصب مذہبی و غرض فاسد سے سالم ہے۔ اور گاہے عقائد کی مخالفت کی وجہ بھی جرح کرنے میں بے احتیاطی ہو جاتی ہے چنانچہ راوی رافضی یا خارجی وغیرہا ہوں تو اُن کو بلا تفصیل جرح کیا جاوے اور اس قسم کی بے احتیاطی جرح میں متقدمین و متاخرین کی کلام میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اور عقائد کی مخالفت کی وجہ سے کسی کو جرح کر دینا مناسب نہیں اور اس امر کی پیچھے ہم اہل بدعت کی روایت پر عمل کرنے کے متعلق مفصل تحقیق کر آئے ہیں۔

(وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ) وَاَطْلَقَ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ وَلٰكِنْ مَحَلُّهُ (اِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِنْ عَارِفٍ بِاَسْبَابِهِ) لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ غَيْرَ مُفَسَّرٍ لَمْ يَقْدَحْ فِيْمَنْ ثَبَتَتْ عَدَالَتُهُ۔ وَاِنْ صَدَرَ مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ بِالْاَسْبَابِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهِ اَيْضًا۔ (فَاِنْ خَلَا) الْمَجْرُوْحُ (عَنِ التَّعْدِيْلِ قُبِلَ) الْجَرْحُ (مُجْمَلًا) غَيْرَ مُبَيَّنِ السَّبَبِ اِذَا صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ (عَلَى الْمُخْتَارِ) لِاَنَّهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ تَعْدِيْلٌ فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الْمَجْهُوْلِ وَاِعْمَالُ قَوْلِ الْجَارِحِ اَوْلٰى مِنْ اِهْمَالِهِ وَمَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا اِلَى التَّوَقُّفِ فِيْهِ

اور جرح تعدیل پر مقدم[1]۔ اصولیوں کی ایک جماعت نے علی الاطلاق جرح کو تعدیل پر

[1] یعنی جس راوی کے حق میں جرح و تعدیل متعارض ہوں بعض اسکو عادل ٹھراتے ہوں اور بعض مجروح تو دیکھا جائے گا کہ جرح کے ساتھ اگر اسباب جرح کے بیان کر دی ہیں تو وہ جرح تعدیل پر مقدم ہوگی۔ اور یہ تقدیم جرح مفسر کی عارف اسباب سے تعدیل پر جمہور کا قول ہے اور یہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر معدلین کی تعداد زیادہ ہو تو تعدیل مقدم ہوگی خطیب کفایہ میں اس قول کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ قول غلط ہے اسواسطے کہ جارح کے پاس زیادت علم کی ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ جرح و تعدیل آپس میں متعارض ہیں ایک کو دوسرے پر بدوں مرجح کے ترجیح نہیں دیجاتی حکاہ ابن حاجب کذا نقلہ قالہ العراقی ۱۲ منہ۔

اور کنیتیں بھی رکھتے ہیں اور اس قسم کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ جب ایسا راوی بعض روایتوں میں کنیت سے ذکر کیا جاوے تو اُس کو غیر نہ سمجھا جاوے - اور معلوم کرنا اُن راویوں کے ناموں کا بھی ضروری ہے جو کنیتوں سے مشہور ہیں - تاکہ بعض سند میں نام سے ذکر کیا جاوے تو عدم علمیت سے اس کو غیر نہ سمجھا جاوے - اور یہ پہلے قسم کا عکس ہے پہلی قسم کی مثال تو طلحہ بن عبید اللہ اور عبد الرحمن بن عوف اور حسن بن علی ہے کہ ان تینوں کی کنیت ابو محمد ہے - مگر شہرت ان کی ناموں ہی سے ہے کنیتوں سے نہیں اور دوسری قسم کی مثال ابن عباس - ابن مسعود - ابن ام کلثوم ہیں کہ کنیتوں سے مشہور ہیں -

مَعْرِفَةُ مَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ وَمَنِ اخْتُلِفَ فِي كُنْيَتِهِ وَمَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ وَنُعُوتُهُ وَمَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ اسْمَ أَبِيهِ

(وَ) مَعْرِفَةُ (مَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ) وَهُمْ قَلِيلٌ (وَ) مَعْرِفَةُ (مَنِ اخْتُلِفَ فِي كُنْيَتِهِ) وَهُمْ كَثِيرٌ (وَ) مَعْرِفَةُ (مَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ) كَابْنِ جُرَيْجٍ لَهُ كُنْيَتَانِ أَبُو الْوَلِيدِ وَأَبُو خَالِدٍ (أَوْ) كَثُرَتْ (نُعُوتُهُ) وَأَلْقَابُهُ (وَ) مَعْرِفَةُ (مَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ اسْمَ أَبِيهِ) كَأَبِي إِسْحَقَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْحَقَ الْمَدَنِيِّ أَحَدِ أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ وَفَائِدَةُ مَعْرِفَتِهِ نَفْيُ الْغَلَطِ عَمَّنْ نَسَبَهُ إِلَى أَبِيهِ فَقَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ إِسْحَقَ فَنُسِبَ إِلَى التَّصْحِيفِ وَأَنَّ الصَّوَابَ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَقَ (أَوْ) بِالْعَكْسِ) كَإِسْحَقَ بْنِ أَبِي إِسْحَقَ السَّبِيعِيِّ)

اُن راویوں کی معرفت جنکا نام کنیت ٹھرایا گیا ہو اور جنکی کنیت مختلف ہو اور جنکی کنیتیں و القاب بہت ہوں اور جسکی کنیت باپ کے نام کے موافق ہو

اور جس راوی کی کنیت ہی نام ٹھرائی گئی ہو - اس کا جاننا بھی ضروری ہے - اور یہ لوگ

تھوڑے ہی ہیں۔ (جیسے کہ ابی بلال اشعری۔ اور ابی حصین۔ ان دونوں کا سوائے کنیتوں کے اور کوئی نام ہی نہیں۔ یہی کنیتیں انکے نام ہیں)۔ اور جن راویوں کی کنیتوں میں اختلاف ہو لیسے انکا جاننا بھی ضروری ہے۔ اور یہ گروہ زیادہ ہے (مثال اس نوع کی اسامہ بن زید ہیں بعض نے اُن کی کنیت ابو زید اور بعض نے ابو خارجہ اور بعض نے ابو عبداللہ بیان کی ہے)۔ اور جن راویوں کی کنیتیں بہت ہوں انکا جاننا بھی ضروری ہے ان کی مثال ابن جریج ہیں کہ جن کی دو کنیتیں ہیں ابو الولید اور ابو خالد۔ اور جنکے القاب اور نعتیں زیادہ ہوں اُنکا جاننا بھی ضروری ہے۔ اور جس کی کنیت اپنے باپ کے نام کے موافق ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے۔ جیسے کہ اتباع تابعین میں سے ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق مدنی ہیں۔ اور اس نوع کے جاننے کا یہ فائدہ ہے کہ اس موقعہ پر جو شخص راوی کو اسکے باپ کی طرف نسبت کرکے اخبرنا ابن اسحٰق کہنے سے تصحیف کی طرف نسبت کیا جاوے کہ اسنے اخبرنا اسحٰق کی جگہ ابن اسحٰق کہکر غلطی کردی ہے۔ تو اس نوع کے علم سے اس شخص کی منسوبی غلطی کی نفی ہوجاتی ہے اسواسطے کہ اس موقعہ پہ دونوں طرح اس کو کہنا جائز ہے اور قسم مذکور کے عکس کا جاننا بھی ضروری ہے عکس اس کا یہ ہے کہ راوی کا نام اپنے باپ کی کنیت کے موافق ہو جیسے کہ اسحٰق بن ابو اسحٰق السبیعی ہیں۔

مَعْرِفَةُ مَنْ كُنْيَةُ زَوْجَتِهِ وَمَنْ وَافَقَ اسْمُ شَيْخِهِ اسْمَ اَبِيْهِ

(اَوْ) وَافَقَتْ (كُنْيَتُهُ كُنْيَةَ زَوْجَتِهِ) كَاَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ وَاُمِّ اَيُّوْبَ صَحَابِيَّانِ مَشْهُوْرَانِ (اَوْ وَافَقَ اسْمُ شَيْخِهِ اسْمَ اَبِيْهِ) كَالرَّبِيْعِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ هٰكَذَا يَاْتِيْ فِي الرِّوَايَاتِ

فَیُظَنُّ اَنَّهٗ یَرْوِیْ عَنْ اَبِیْهِ کَمَا وَقَعَ فِی الصَّحِیْحِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ هُوَ اَبُوْهُ وَلَیْسَ اَنَسٌ شَیْخُ الرَّبِیْعِ وَالِدَهٗ بَلْ اَبُوْهُ بَکْرِیٌّ وَ شَیْخُهٗ اَیْضًا اَنْصَارِیٌّ وَهُوَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الصَّحَابِیُّ الْمَشْهُوْرُ وَلَیْسَ الرَّبِیْعُ الْمَذْکُوْرُ مِنْ اَوْلَادِهٖ۔

اس راوی کی معرفت میں جس کی کنیت اپنی زوجہ کی کنیت کے موافق ہو۔ اور جس کے شیخ کا نام اس کے باپ کے نام کے موافق ہو

اور جس راوی کی کنیت اوس کی زوجہ کی کنیت کے موافق ہو۔ اس کا جاننا بھی ضروری ہے جیسے کہ ابو ایوب انصاری اور ام ایوب بنت قیس ہے۔ دونوں خاوند بی بی مشہور صحابہ میں سے ہیں اور جس راوی کے شیخ کا نام راوی کے باپ کے نام کے موافق ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے جیسے کہ ربیع بن انس۔ انس سے روایت کرنے والے ہیں۔ اسیطرح روایتوں میں آتا ہے۔ اور گمان کیا جاتا ہے کہ راوی اپنے باپ سے روایت کر رہا ہے جیساکہ صحیح بخاری میں واقعہ ہوا ہے عن عامر بن سعد عن سعد وھو ابوہ۔ اور حقیقت میں ربیع کا استاذ انس بن ربیع کا باپ نہیں بلکہ ربیع کا باپ انس بکری ہے منسوب بقبیلہ بکر بن وائل اور شیخ ربیع کا حضرت انس انصاری ہے۔ جو انس بن مالک مشہور صحابی ہیں اور ربیع مذکور اس صحابی کی اولاد سے نہیں ہے۔

مَعْرِفَةُ مَنْ نُسِبَ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَ اِلٰی غَیْرِ مَا یَسْبِقُ اِلَیْهِ الْفَهْمُ

(وَ) مَعْرِفَةُ (مَنْ نُسِبَ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ) کَالْمِقْدَادِ ابْنِ الْاَسْوَدِ

الزُّهْرِيَّ لِأَنَّهُ تَبَنَّاهُ وَإِنَّمَا هُوَ الْمِقْدَادُ ابْنُ عَمْرٍو (أَوْ) نُسِبَ إِلَى
(أُمِّهِ) كَابْنِ عُلَيَّةَ وَهُوَ إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مِقْسَمٍ أَحَدُ الثِّقَاتِ
وَعُلَيَّةُ اسْمُ أُمِّهِ اشْتُهِرَ بِهَا وَكَانَ لَا يُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ - وَ
لِهٰذَا كَانَ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ
(أَوْ) نُسِبَ إِلَى غَيْرِ مَا يَسْبِقُ إِلَيْهِ الْفَهْمُ) كَالْحَذَّاءِ ظَاهِرُهُ
أَنَّهُ مَنْسُوبٌ إِلَى صِنَاعَتِهَا أَوْ بَيْعِهَا وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَإِنَّمَا كَانَ يُجَالِسُهُمْ
فَنُسِبَ إِلَيْهِمْ وَكَسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ لَمْ يَكُنْ مِنْ بَنِي التَّيْمِ وَلٰكِنْ نَزَلَ
فِيهِمْ وَكَذَا مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ مَنْ نُسِبَ إِلَى جَدِّهِ كَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ
فَلَا يُؤْمَنُ الْتِبَاسُهُ بِمَنْ وَافَقَ اسْمُهُ اسْمَهُ وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ الْجَدِّ
الْمَذْكُورِ)

ان راویوں کی معرفت میں جو آباء کے سوا غیر کی طرف منسوب ہوئے ہیں اور جو فہم کی سبقت کے برخلاف اور طرف منسوب ہوئے ہیں

اور جو راوی اپنے باپ کے سوا کسی غیر کی طرف منسوب ہو۔ یا ماں کیطرف منسوب ہو یا فہم کی سبقت کے برخلاف منسوب ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے۔ باپ کے سوا غیر کی طرف منسوب ہونے والے راوی کی مثال مقداد بن اسود زہری ہے۔ باپ اسکا عمرو ہے اور زہری کیطرف نسبت اس کی اس لیئے ہے کہ عبد یغوث زہری نے اس کو متبنی بنایا تھا۔ اور ماں کیطرف منسوب ہونے والے راوی کی مثال ابن عُلَیَّۃ ہے جو کہ اسمٰعیل بن ابراھیم بن مقسم ثقہ راویوں میں سے ایک راوی ہے۔ اور علیہ اس کی ماں کا نام تھا۔ اس سے مشہور ہوا۔ اور ماں کی طرف منسوب ہونے کو پسند نہ کرتا تھا۔ اسواسطے امام شافعی اس سے روایت کرتے وقت فرماتے تھے ہمسے اسمٰعیل نے جسکو علیہ کہا جاتا ہے حدیث کہ ہے۔ اور جو راوی سبقت فہم کے برخلاف منسوب ہوتا ہے اس کی مثال الحذاء

(ح ذاء) ہے۔ حذاء موچی کو کہتے ہیں۔ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی
چپلی (جوتے) بناتا ہوگا۔ اس کی صناعت کی طرف منسوب ہے یا بیچتا ہوگا۔ مگر
حقیقت میں یہ دونوں باتیں نہیں نہ بناتا تھا اور نہ بیچتا تھا بلکہ موچیوں کے پاس
جاکر بیٹھا کرتا تھا اسواسطے ان کی طرف نسبت کیا گیا۔ اور ابوہی نسبت اون کی خالد بن
مہران ہے۔ اور اس قسم کی دوسری مثال سلیمان تیمی ہے۔ یہ راوی قبیلہ بنی تیم سے
نہیں۔ اور اس طرف منسوب ہونے اسکیکی وجہ یہ ہے کہ اُن لوگوں میں جاکر اُترا تھا
اسلئے اُن کی طرف منسوب ہوا۔ شعبہ کہتے ہیں میں نے سلیمان سے بڑھکر سچا کوئی
شخص نہیں دیکھا۔ حدیث روایت کرنے میں آپ کی یہ حالت تھی کہ آپکا رنگ
متغیر ہو جاتا تھا۔ اور عشا کے وضو کے ساتھ ساری رات صبح تک نفل پڑھتے رہتے
تھے۔ اور جو راوی دادا کی طرف نسبت کیا جاوے اُس کا جاننا بھی ضروری ہے جیسے
کہ سلمہ بن اکوع ہے اُسکے باپ کا نام عمرو ہے اور اکوع اس کا دادا ہے۔ پس ایسے
موقعہ پر جس راوی کا نام دوسرے راوی کے ہمنام ہو اور اُس راوی کے باپ کا نام
راوی مذکور کے دادا کے نام پر ہو تو التباس واقعہ ہوتا ہے جیسے کہ محمد بن بشیر
حافظ اور ثقہ راوی ہے شیخان اس سے روایت کرتے ہیں اور دوسرا اس نام کا محمد
بن سائب بن بشر ابو نصر کلبی کوفی متہم بکذب و رفض ہے۔ اس نوع کے نہ جاننے
سے ایسے ناموں میں التباس سے بچاؤ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا جاننا ضروری
ہے کہ التباس سے امن ہو جاوے۔

مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُهُ وَاسْمُ أَبِيهِ وَجَدِّهِ

(و) مَعْرِفَةُ (مَنِ اتَّفَقَ اسْمُ أَبِيهِ وَجَدِّهِ) كَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ
الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَقَدْ يَقَعُ أَكْثَرُ
مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ فُرُوعِ الْمُسَلْسَلِ وَقَدْ يَتَّفِقُ الِاسْمُ الْأَبُ مَعَ اسْمِ الْجَدِّ

وَاسْمِ اَبِيْهِ فَصَاعِدًا كَاَبِي الْيُمْنِ الْكِنْدِيِّ وَهُوَ زَيْدُ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ ابْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ ـ

جس راوی کا نام اور اسکے باپ کا اور اسکے دادا کا ایک ہی ہو اسکی معرفت

اور جس راوی کا نام اور اسکے باپ کا اور اسکے دادا کا ایک ہی ہو جیسے کہ حسن بن حسن بن علی بن ابیطالب ؑ ہے اس کا جاننا بھی ضروری ہے ـ اور گاہے تین شخصوں سے زیادہ میں ایک ہی نام چلا جاتا ہے ـ اور یہ قسم مسلسل کے فروعات میں سے ہے جو گذر چکا ہے اور گاہے ایک ہی نام کسی راوی کا اور اسکے باپ کا اور اسکے دادا کا اور اسکے دادا کے باپ کا اپر تک چلا جاتا ہے ـ جیسے کہ ابوالیمن کندی ہیں ـ پوری تعریف اس کی یہ ہے زید بن الحسن بن زید بن الحسن ؒ ہے ـ اور مثال ثانی اس قسم کی سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہے ـ

مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُهٗ وَاسْمُ شَيْخِهٖ وَشَيْخِ شَيْخِهٖ فَصَاعِدًا

(اَوْ) اتَّفَقَ اِسْمُ الرَّاوِيْ (اَوْ اِسْمُ شَيْخِهٖ وَشَيْخِ شَيْخِهٖ فَصَاعِدًا) كَعِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ الْاَوَّلُ يُعْرَفُ بِالْقَصِيْرِ وَالثَّانِيْ رَجَاءُ الْعُطَارِدِيُّ وَالثَّالِثُ بْنُ حُصَيْنٍ الصَّحَابِيُّ بْنُ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَنْ اَبِيْهِ ـ وَكَسُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَوَّلُ اَحْمَدُ بْنُ اَيُّوْبَ الطَّبَرَانِيُّ وَالثَّانِيْ ابْنُ اَحْمَدَ الْوَاسِطِيُّ وَالثَّالِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ بِنْتِ شُرَحْبِيْلَ ـ وَقَدْ يَقَعُ ذٰلِكَ لِلرَّاوِيْ وَشَيْخِهٖ مَعًا كَاَبِي الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيِّ الْعَطَّارِ الْمَشْهُوْرِ ـ

مزید ابن الحسین

له قوله وقد يقع اي التوافق البعيد وهو ان التوافق اسمه واسم ابيه وجده ولا يخفى ان المناسب ذكره قوله هذا التوافق قبل قوله في المتن او اسم الراوي الخ اسم شيخه وشيخ شيخه فصاعدا نقحه ثاني بمجة النظر ١٢

بِالرِّوَايَةِ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْأَصْبَهَانِيِّ الْحَدَّادِ وَكُلٌّ مِنْهُمَا اسْمُهُ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ فَاتَّفَقَا فِي ذٰلِكَ وَافْتَرَقَا فِي الْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ إِلَى الْبَلَدِ وَالصِّنَاعَةِ وَصَنَّفَ فِيهِ أَبُو مُوسَى الْمَدِينِيُّ جُزْءًا حَافِلًا۔

اُس راوی کی معرفت میں جس کا نام اور اسکے شیخ کا اور شیخ کے شیخ کا اُپرنانک ایک ہی ہو ٭

اور گاہے راوی کا نام اور اُسکے شیخ کا اور اُسکے شیخ کے شیخ کا اُپرنانک ہی ہوتا ہے جیسے عمران عن عمران عن عمران ہے ان میں سے پہلا عمران توقصیر کا لفظ ملانے سے شناخت ہوتا ہے۔ اور دوسرا عمران ابورجا عطارد کہکر پہچانا جاتا ہے اور تیسرا عمران حصین صحابی بن صحابی کا بیٹا ہے۔ اس قسم کی دوسری مثال یہ ہے سلیمان عن سلیمان عن سلیمان ان میں اول سلیمان تو ابن احمد ایوب طبرانی ہے۔ اور دوسرا سلیمان بن احمد واسطی ہے اور تیسرا سلیمان بن عبدالرحمان دمشقی ہے معروف بابن بنت شرحبیل۔ اور گاہے یہ توافق اسماء کا راوی کو اور اُسکے شیخ کو اکٹھا واقعہ ہوتا ہے جیسے کہ ابوالعلا الہمدانی العطار ہے۔ ابوعلی صفہانی حداد سے روایت کرنے میں مشہور ہے۔ اور ان دونوں استاد وشاگرد کا نام حسن بن احمد بن حسن بن احمد بن حسن بن احمد ہے۔ نام میں تو اپرنانک دونوں متفق ہیں اور کنیت ونسبت شہری اور نسبت صنعتی میں علیحدہ ہوتے ہیں اور اس نوع میں حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابوبکر بن عیسیٰ احمد بن عمر بن مخلد الاصفہانی المدینی المتوفی ۵۸۱ھ نے ایک جامع مختصر کتاب لکھی ہے۔

مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ وَالرَّاوِي عَنْهُ

(ق) مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ وَالرَّاوِي عَنْهُ) وَهُوَ

نوع لطيف لم يتعرض له ابن الصلاح وفائدته دفع اللبس عمن
يظن ان فيه تكرارا والقلابا فمن امثلته البخاري روى عن مسلم
وروى عنه مسلم فشيخه مسلم بن ابراهيم الفراهيدي البصري
والراوي عنه مسلم بن الحجاج صاحب الصحيح وكذا وقع ذلك
لعبد بن حميد ايضا روى عن مسلم بن ابراهيم وروى
عنه مسلم بن الحجاج في صحيحه حديثا بهذه الترجمة بعينها و
منها يحيى بن كثير روى عن هشام وروى عنه هشام فشيخه هشام
بن عروة وهو من اقرانه والراوي عنه هشام بن ابي عبد الله
الدستوائي ومنها ابن جريج روى عن هشام وروى عنه
هشام فالاعلى ابن عروة والادنى ابن يوسف الصنعاني
ومنها الحكم بن عتيبة روى عن بن ابي ليلى وعنه ابن
ابي ليلى فالاعلى عبد الرحمن والادنى محمد بن عبد الرحمن
المذكوران وامثلته كثيرة۔

اُس راوی کی معرفت میں جسکے تلمیذ کے نام کے موافق اسکے استاذ کا نام بھی ہو

اور جس راوی کے شاگرد کا اور اُسکے اُستاذ کا ایک ہی نام ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے
یہ ایک باریک قسم ہے شیخ ابن الصلاح نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور نہ قابل
ذکر کیے۔ اسکے جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ جن راویوں میں تکرار اور انقلاب کا گمان کیا جاوے
وہ گمان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اس نوع کی مثالوں میں سے ایک مثال تو یہ ہے
کہ امام بخاری کبھی اپنے شاگرد امام مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام مسلم بھی (سوا
صحیح مسلم کے اپنی باقی تصانیف میں) امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ پس استاذ

امام بخاری کے مسلم بن ابراہیم فراہیدی بصری ہیں۔ اور شاگرد بھی اسکے نام کے موافق مسلم بن حجاج قشیری صاحب صحیح ہیں (اب راوی کے شاگرد اور استاذ کے اسماء کے اشتراک میں اگر کہا جاوے عن مسلم عن البخاری عن مسلم۔ تو اس میں تکرار اور انقلاب کا گمان ہو سکتا ہے۔ اور اگر عن البخاری عن مسلم کہا جاوے تو اس میں بنا بر شاگرد ہونے مسلم کے بخاری کے سند کے انقلاب کا گمان ہو سکتا ہے۔ پس اس نوع کے جاننے سے یہ ظن دور ہو جاتا ہے) اور یہ اشتراک مخصوص عبد بن حُمید کو بھی واقعہ ہوا ہے وہ خود تو مسلم بن ابراھیم مذکور سے روایت کرتے ہیں اور اُنسے امام مسلم اپنی صحیح میں اسے عبد بن حمید والی سند سے بعینہ روایت کرتے ہیں اور اسے نوع کی مثالوں میں سے یحیی بن ابو کثیر ہے جو ہشام سے روایت کرتا ہے اور اُس کے آگے بھی اُسی نام کا شاگرد ہشام روایت کرتا ہے۔ پس شیخ یحیی بن ابو کثیر کا ہشام بن عروہ ہے اسکے اقران میں سے اور شاگرد اس کا بھی ہشام بن ابو عبداللہ دستوائی ہے۔ اور اسی نوع کی مثالوں میں سے (عبدالملک بن عبدالعزیز) بن جُریج (اموی مولاہم) ہے جو ہشام سے روایت کرتا ہے۔ اور ابن جریج سے آگے تلمیذ بھی ہشام ہی نام روایت کرتا ہے پس نمیں سے اعلیٰ یعنی ابن جریج کا شیخ تو ہشام بن عروہ ہے۔ اور ادنیٰ (ابن جریج کا شاگرد) ہشام بن یوسف ہے۔ شہر صنعا کا ہے رہنے والا۔ اور اسی نوع کی مثالوں میں سے حکم بن عتیبہ ہے جو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتا ہے۔ اور اسکے آگے اس سے بھی اس کا شاگرد ابن ابی لیلیٰ نام روایت کرتا ہے۔ پس اعلیٰ ان دونوں میں سے تو عبدالرحمٰن مذکور کا بیٹا ہے (ابن اثیر اپنی کتاب جامع کے خاتمہ میں کہتے ہیں محدثین ابن ابی لیلیٰ کا لفظ استعمال کریں تو اس سے مراد عبدالرحمان کو رکھتے ہیں۔ اور فقہا اس لفظ کا استعمال کریں تو محمد مراد ہوتا ہے) اس نوع کی اور بھی بہت مثالیں ہیں۔

مَعْرِفَةُ اَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَة

(و) مِنَ الْمُهِمِّ فِیْ هٰذَا الْفَنِّ (مَعْرِفَةُ اَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَة) وَقَدْ جَمَعَهَا

جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ فَمِنْهُمْ مَنْ جَمَعَهَا بِغَيْرِ قَيْدٍ كَابْنِ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَاتِ
وَابْنُ اَبِي خَيْثَمَةَ - وَالْبُخَارِيُّ فِي تَارِيْخِهِمَا - وَابْنُ اَبِي حَاتِمٍ
فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ - وَمِنْهُمْ مَنْ اَفْرَدَ الثِّقَاتِ كَالْعِجْلِيِّ وَابْنِ
حِبَّانَ - وَابْنُ شَاهِيْنَ - وَمِنْهُمْ مَنْ اَفْرَدَ الْمَجْرُوْحِيْنَ كَابْنِ عَدِيٍّ
وَابْنُ حِبَّانَ اَيْضًا - وَمِنْهُمْ مَنْ تَقَيَّدَ بِكِتَابٍ مَخْصُوْصٍ كَرِجَالِ
الْبُخَارِيِّ لِاَبِي نَصْرٍ الْكَلَابَاذِيِّ - وَرِجَالُ مُسْلِمٍ لِاَبِي بَكْرِ بْنِ
مَنْجُوْيَهْ - وَرِجَالُهُمَا مَعًا لِاَبِي الْفَضْلِ بْنِ طَاهِرٍ وَرِجَالُ اَبِي
دَاؤدَ لِاَبِي عَلِيِّ الْجِيَانِيِّ - وَكَذَا رِجَالُ التِّرْمِذِيِّ وَرِجَالُ
النَّسَائِيِّ لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْمَغَارِبَةِ - وَرِجَالُ السِّتَّةِ الصَّحِيْحَيْنِ وَاَبِي
دَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ لِعَبْدِ الْغَنِيِّ الْمَقْدِسِيِّ
فِي كِتَابِ الْكَمَالِ ثُمَّ هَذَّبَهُ الْمِزِّيُّ فِي تَهْذِيْبِ الْكَمَالِ
وَقَدْ لَخَّصْتُهُ وَزِدْتُ عَلَيْهِ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً وَسَمَّيْتُهُ تَهْذِيْبَ
التَّهْذِيْبِ وَجَاءَ مَعَ مَا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ مِنَ الزِّيَادَاتِ قَدْرَ ثُلُثِ الْاَوَّلِ)

اسماءِ مجردہ کا بیان جو خصوصیاتِ متقدمہ سے عاری ہوں

اور جو اسماء خصوصیات متقدمہ توافق وغیرہ سے مجرد ہیں اُنکا جاننا بھی علم حدیث
میں ضروری ہے - اور اسی ضرورت کو مدنظر رکھکر آئمہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے
راویوں کے احوال قلمبند کئے ہیں - بعض ان اماموں میں سے تو وہ ہیں کہ سوائے
کسی قید ثقات وضعاف کے - اور بغیر خاص کرنے کسی کتاب کے راویوں کے عام طور
سب کو ایک ہی جگہہ میں جمع کیا ہے - چنانچہ ابو عبداللہ محمد بن سعد الزہری المصری
المتوفی سنہ ۲۳۰ نے اپنی کتاب طبقات میں جو پندرہ جلدوں میں ہے صحابہ اور
تابعین سے لیکر اپنے وقت تک کے راویوں کے احوال لکھے ہیں - اور حافظ ابن خیثمہ

المتوفی ۱۴۹؁ نے ۔ اور امام بخاری نے بھی اپنی اپنی تاریخوں میں سکو ر لاکر لکھا ہے ۔ اور اسیطرح ابن ابو حاتم نے بھی اپنی کتاب مسمی بجرح والتعدیل میں علی الاطلاق انکو لکھا ہے ۔ اور بعض آئمہ نے جیسے کہ عجلی اور ابن حبان اور ابن شاہین ہیں انہوں نے ثقی راوی علیحدہ لکھے ہیں اور بعض علماء نے جیسے کہ ابن عدی اور ابن حبان ہیں انہوں نے مجروح راوی علیحدہ کرتے لکھے ہیں اور بعض علماء نے مخصوص کتابوں کے راوی لکھے ہیں جیسے کہ رجالِ بخاری کے شیخ ابو نصر احمد بن محمد الکلاباذی البخاری المتوفی ۳۹۸؁ نے لکھے ہیں ۔ اور صحیح مسلم کے راوی ابو بکر منجویہ نے لکھے ہیں ۔ اور بخاری و مسلم دونوں کے راوی ابو الفضل ابن طاہر المتوفی ۵۰۷؁ نے لکھے ہیں ۔ اور ابو داؤد کے راوی ابو علی جیانی نے لکھے ہیں ۔ اور ترمذی و نسائی کے راوی علماء مغرب کی ایک جماعت نے لکھے ہیں اور صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری صحیح مسلم ۔ ابو داؤد ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ کے راوی حافظ عبد الغنی المقدسی نے اپنی کتاب مسمی بہ کمال میں لکھے ہیں اور انکے بعد مزی نے جو منسوب ہیں طرف قریہ مزہ کے ملک شام کے قری میں سے اس کتاب الکمال فی معرفۃ الرجال کو اپنی کتاب تہذیب الکمال میں مناسب اور عمدہ طور سے نقل کیا پھر اسپر حافظ مغلطائی نے استدراک کرکے اکمال التہذیب نام رکھا ۔ اور اس تہذیب کو حافظ محمد ذہبی نے مختصر کرکے اختصار التہذیب نام رکھا) اور پھر ہمنے تہذیب الکمال مزی کا خلاصہ لیکر کچھ اور بھی اسپر ابزاد کرکے تہذیب التہذیب نام کتاب لکھی ۔ اور میری یہ کتاب باوجود زیادتی مضمون کے اصل کتاب کے حجم سے کوئی تیسرا حصہ حجم میں ہوئی (ابن حجر نے پھر اس کو بھی مختصر کرکے تقریب التہذیب لکھی اردو ہی اب ہند میں طبع ہو کر متداول ہے ❊

مَعْرِفَةُ الْاَسْمَاءِ الْمُفْرَدَةِ

(و) مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ الْاَسْمَاءِ الْمُفْرَدَةِ (وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْحَافِظُ اَبُوْ بَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ هَارُوْنَ الْبَرْدِيْجِيُّ ـ فَذَكَرَ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً

تعقبوا عليه۔ بعضها من ذلك قوله صُغدي بن سنان احد
الضعفاء وهو بضم الصاد المهملة وقد تبدل سينا مهملة وسكون
الغين المعجمة بعدها دال مهملة ثم ياء كياء النسبة وهو
اسم علم بلفظ النسب وليس هو فردا ففي الجرح والتعديل لابن
ابي حاتم صغدي الكوفي وثقه ابن معين وفرق بينه
وبين الذي قبله فضعفه وفي تاريخ العقيلي صغدي بن
عبد الله يروي عن قتادة قال العقيلي حديثه غير محفوظ
انتهى۔ والظنه هو الذي ذكره ابن ابي حاتم واما كون
العقيلي ذكره في الضعفاء فانما هو للحديث الذي ذكره
عنه۔ وليست الآفة منه بل هي من الراوي عنه عنبسة
بن عبد الرحمن والله اعلم۔ ومن ذلك البعض سندر
بالمهملة والنون بوزن جعفر وهو مولى زنباع الجذامي له صحبة
ورواية۔ والمشهور انه يكنى ابا عبد الله وهو اسم فرد لم يتسم
به غيره فيما نعلم لكن ذكر ابو موسى في الذيل على
معرفة الصحابة لابن منده سندر ابو الاسود وروى له حديثا
وتعقب عليه ذلك بانه هو الذي ذكره ابن منده۔ وقد
ذكر الحديث المذكور محمد بن ربيع الجيزي في تاريخ الصحابة
الذين نزلوا مصر في ترجمة سندر مولى زنباع وقد حررت ذلك
في كتابي الصحابة۔)

اسماءِ مفردہ کی معرفت میں

اور اسماءِ مفردہ کا جاننا بھی ضروری ہے (اسماءِ مفردہ سے وہ اسماء مراد ہیں جنکے

فروردین یشت کا ترجمہ

کے ذیل میں جو کتاب لکھی ہے اسمیں ذکر کیا ہے کہ سندر ابوالاسود ایک اور شخص ہے سوا ے سندر مذکور کے - اور اس سندر ابوالاسود سے ایک حدیث بہی ابوموسیٰ نے نقل کی ہے - اور ابوموسی پر اس استدراک میں یہ مواخذہ کیا گیا ہے کہ یہ وہی سندر ہے جس کا ذکر ابن مندہ نے کیا ہے اُنسے رہ نہیں گیا اور جو حدیث ابوموسیٰ نے سندر ابوالاسود سے نقل کی ہے وہی حدیث محمد بن ربیع جیزی نے مصر میں نزول فرمانے والے صحابہ میں سے سندر مولیٰ زنباع کے ترجمہ میں نقل کی ہے (اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ سندر جسکا استدراک کے طور پر ابوموسیٰ نے ذکر کیا ہے وہی سندر ابوعبداللہ ہے) اور میں نے بھی اپنی کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں جو صحابہ کے حالات میں لکھی ہے - اس بحث کو لکھا ہے -

مَعْرِفَۃُ الْاَلْقَابِ وَالْاَنْسَابِ

(وَ) كَذَا مَعْرِفَةُ (الْكُنٰى) الْمُجَرَّدَةِ وَالْمُفْرَدَةِ (وَ) كَذَا مَعْرِفَةُ (الْاَلْقَابِ) وَهِيَ تَارَةً يَكُوْنُ بِلَفْظِ الْاِسْمِ - وَتَارَةً بِلَفْظِ الْكُنْيَةِ وَتَقَعُ بِسَبَبِ عَاهَةٍ كَالْاَعْمَشِ - اَوْ حِرْفَةٍ (وَ) كَذَا مَعْرِفَةُ (الْاَنْسَابِ) وَهِيَ تَارَةً (تَقَعُ اِلَى الْقَبَائِلِ) وَهِيَ فِي الْمُتَقَدِّمِيْنَ اَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمُتَاَخِّرِيْنَ (وَ) تَارَةً (اِلَى الْاَوْطَانِ) وَهٰذَا فِي الْمُتَاَخِّرِيْنَ اَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمُتَقَدِّمِيْنَ - وَالنِّسْبَةُ اِلَى الْوَطَنِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ بِلَادًا اَوْ ضِيَاعًا اَوْ سِكَكًا اَوْ مُجَاوَرَةً (وَ) قَدْ تَقَعُ (اِلَى الصَّنَائِعِ) كَالْخَيَّاطِ (وَالْحِرَفِ) كَالْبَزَّازِ (وَ) يَقَعُ (فِيْهَا الْاِتِّفَاقُ وَالْاِشْتِبَاهُ كَالْاَسْمَاءِ) وَقَدْ تَقَعُ الْاَنْسَابُ (اَلْقَابًا) كَخَالِدِ بْنِ مَخْلَدِ الْقَطْوَانِيِّ كَانَ كُوْفِيًّا وَيُلَقَّبُ بِالْقَطْوَانِيِّ وَكَانَ يَغْضَبُ مِنْهَا (وَ) مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ اَسْبَابِ ذٰلِكَ

(ای الالقاب والنسب التی باطنها علی خلاف ظاهرها)

القاب اور انساب کی معرفت میں

اور اسیطرح خصوصیات متقدمہ سے مجرد اور مفرد ہونے والی راویوں کی کنیتوں کا جاننا او
راویوں کے القابوں کا پہچاننا بھی ضروری ہے۔ اور یہ القاب گاہے بلفظ اسم
واقع ہوتے ہیں۔ اور گاہے بلفظ کنیت۔ اور گاہے حادثہ کے سبب جیسے کہ اعمش سے [illegible]
بمعنی ضعف روایت کے۔ اور گاہے یہ القاب بسبب کسی پیشہ کے آتے ہیں جیسے
کہ عطار ہے۔ اور انساب کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اور یہ نسبتیں گاہے قبائل
کیطرف واقع ہوتی ہیں۔ اور یہ متقدمین میں بمقابل متاخرین کے زیادہ ہیں۔ اور
گاہے راویوں کے وطنوں اور ملکوں کی طرف یہ نسبتیں واقع ہوتی ہیں۔ اور یہ
نسبت متقدمین کے متاخرین میں زیادہ ہیں۔ اور نسبت وطنی عام طور پہ واقع
ہوتی ہے۔ شہروں کی طرف بھی۔ اور دیہاتوں کی طرف بھی۔ اور محلوں کی طرف
بھی۔ اور کسی جگہ میں چند روز قیام کرنے کی طرف بھی اور گاہے نسبت صنعت
کی طرف بھی واقع ہوتی جیسے خیاط (درزی) اور کبھی پیشہ کی طرف بھی واقع ہوتی ہے
جیسے کہ بزار (پنساری) ہے۔ پھر ان نسبتوں میں اسما کی طرح اتفاق و اشتباہ بھی واقع ہو جاتا ہے
اور گاہے یہ نسبتیں بطور القاب کے واقع ہوتی ہیں جیسے خالد بن مخلد قطوانی ہے۔ کوفہ
کا رہنے والا۔ قطوانی کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ اور اس لقب پہ ناراض ہوتا تھا۔
(قطوان کے نام پر دو جگہیں ہیں ایک سمرقند میں دوم کوفہ میں۔ کوفہ والی جگہ کی طرف
راویوں کی ایک جماعت منسوب ہے جن میں سے خالد بن مخلد بھی ہے) اور جن القابوں
اور نسبتوں کا باطن ظاہر کے برخلاف ہو انکا جاننا بھی ضروری ہے مثال لقب کی
جیسے کہ ضال معاویہ بن عبدالکریم کا لقب ہے۔ مکہ مکرمہ کو جاتے وقت راستہ میں اسکے
گم ہونے کی وجہ سے اسکو ضال کہا گیا تھا اور وہی لقب ہمیشہ کو رہا اور ضعیف لقب

عبداللہ بن محمد کا ہے اس کو روایت میں ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف نہیں کہا گیا بلکہ ضعف جسم کے سبب ضعیف اس کا لقب ہوا ہے۔ اور نسبت کی مثال جیسے محمد بن سنان عوقی ہے۔ یہ شخص عوقہ (عبد قیس کے قبیلہ کی ایک شاخ) میں نزول کرنے کے سبب ان کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور دراصل انہیں سے نہیں ہے۔

مَعْرِفَةُ الْمَوَالِي

(و) كَذَا (مَعْرِفَةُ الْمَوَالِي مِنَ الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلِ بِالرِّقِّ أَوْ بِالْحَلِفِ) أَوْ بِالْإِسْلَامِ لِأَنَّ كُلَّ ذَٰلِكَ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْمَوْلَى وَلَا يُعْرَفُ تَمْيِيزُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالتَّنْصِيصِ عَلَيْهِ)

مولیٰ اعلیٰ اور مولیٰ اسفل کی معرفت میں

اور مولیٰ اعلیٰ اور مولیٰ اسفل کا جاننا بھی ضروری ہے جو غلامی اور حلف اور اسلام لانے سے ہوتا ہے اس واسطے کہ سب مذکورین پر مولیٰ کا لفظ بولا جاتا ہے اور تصریح کئے بغیر اعلیٰ وادنیٰ میں تمیز نہیں ہو سکتی کہ دونوں میں اعلیٰ کون ہے اور ادنیٰ کون ہے (مولیٰ) غلام آزاد کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور آزاد شدہ غلام کو بھی اور ان دونوں شخصوں کو بھی مولیٰ کہا جاتا ہے جو آپس میں پختہ عہد کر لیتے ہیں اور کسی کے ہاتھ پر کفر سے تائب ہو کر اسلام لانے سے بھی مولیٰ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ابو علی حسن بن عیسیٰ نصرانی تھا عبداللہ بن مبارک کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس کو مولیٰ ابن مبارک کہا گیا۔

مَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ

وَمَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ (وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْقُدَمَاءُ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ)

راویوں کے بھائیوں اور بہنوں کی معرفت

اور معرفت حدیث کے روایت کرنے والے راویوں کے بھائیوں اور بہنوں کی بھی ضروری ہے اور مثالیں اس کی صحابہ میں بہت ہیں جیسے کہ فضل بن عباس اور عبداللہ بن عباس اور عمر بن الخطاب و زید بن الخطاب۔ اور عائشہ بنت ابی بکر و اسماء بنت ابی بکر اور زینب بنت جحش و حمنہ بنت جحش (اس نوع کی معرفت کا یہ فائدہ ہے کہ ان میں سے بعض مشہور ہوتے ہیں بعض غیر مشہور ہیں عدم شہرت کی وجہ سے جنکے ذکر کرنے میں خطائی کا گمان کیا جاوے وہ دور ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص حقیقت میں بھائی نہیں اس کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ عبداللہ بن عمرو۔ اور سہل بن عمرو ہے ان میں سے پہلا شخص تو عمر العاص سہمی کا بیٹا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے جس نے حدیبیہ کی صلح کی شرطیں ذکر کی ہیں)، اس فن میں متقدمین محدثین نے کتابیں لکھی ہیں اُنسے اچھی طرح اس نوع کی معرفت ہو سکتی ہے) چنانچہ حافظ علی بن المدینی کی بھی اس نوع میں علیحدہ مستقل تالیف ہے۔

اٰدَابُ الشَّیْخِ وَالطَّالِبِ

(وَ) مِنَ الْمُهِمِّ اَیْضًا (مَعْرِفَۃُ اٰدَابِ الشَّیْخِ وَالطَّالِبِ) وَیَشْتَرِکَانِ فِیْ تَصْحِیْحِ النِّیَّۃِ وَالتَّطْهِیْرِ عَنْ اَغْرَاضِ الدُّنْیَا وَتَحْسِیْنِ الْخُلُقِ وَیَنْفَرِدُ الشَّیْخُ بِاَنْ یُّسْمِعَ اِذَا احْتِیْجَ اِلَیْهِ ـ وَاَنْ لَّا یُحَدِّثَ

[1] قوله یسمع من الاسماع ای وجوبا اذا احتیج الیه بسبب ارتحال الاخرین ولسبب تساهلهم علی القیام بحفظ مثل هذا الفن الشریف فصار الاسماع واجبا علیه لتعینه والا فهو مستحب مطلقا لقوله صلی الله علیه وآله وصحبه فلیبلغ الشاهد منکم الغائب وقد جلس مالک والشافعی مع حداثة سنهما وشیوخهما احیاء

بِبَلَدٍ مَنْ هُوَ اَوْلٰی مِنْهُ بَلْ یُرْشِدُ اِلَیْهِ۔ وَلَا یَتْرُكُ اِسْمَاعَ اَحَدٍ لِنِیَّةٍ فَاسِدَةٍ
وَاَنْ یَتَطَهَّرَ وَیَجْلِسَ بِوَقَارٍ وَلَا یُحَدِّثَ قَائِمًا وَلَا عَجِلًا وَلَا فِي الطَّرِیْقِ
اِلَّا اَنْ یَضْطَرَّ اِلٰی ذٰلِكَ وَاَنْ یُمْسِكَ عَنِ التَّحْدِیْثِ اِذَا خَشِيَ التَّغَیُّرَ
اَوِ النِّسْیَانَ لِمَرَضٍ اَوْ هَرَمٍ وَاِذَا اتَّخَذَ مَجْلِسَ الْاِمْلَاءِ بِاَنْ یَكُوْنَ
لَهٗ مُسْتَمْلٍ یَقِظٌ۔ وَیَنْفَرِدُ الطَّالِبُ بِاَنْ یُوَقِّرَ الشَّیْخَ وَلَا یُضْجِرَهٗ وَاَنْ
یُرْشِدَ غَیْرَهٗ لِمَا سَمِعَهٗ وَلَا یَدَعُ الْاِسْتِفَادَةَ لِحَیَاءٍ اَوْ تَكَبُّرٍ۔ وَاَنْ
یَكْتُبَ مَا سَمِعَهٗ تَامًّا۔ وَیَعْتَنِیْ بِالتَّقْیِیْدِ وَالضَّبْطِ وَیُذَاكِرَ بِمَحْفُوْظِهٖ
لِیَرْسَخَ فِیْ ذِهْنِهٖ۔

شیخ حدیث و طالب حدیث کے آداب میں

اُستاذ حدیث اور طالب حدیث کے آداب کا دریافت کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ
آداب دو قسم کے ہیں بعض تو دونوں کے لئے مشترک ہیں۔ اور بعض ایک ایک سے
مخصوص ہیں پس جو دونوں کے واسطے مشترک ہیں وہ یہ ہیں کہ حدیث سیکھنے
میں دونوں استاذ و شاگرد نیت صحیح رکھیں۔ یعنی مخصوص رضامندی خدا و خوشنودی
رسول مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے واسطے پڑھیں پڑھائیں
اور اغراض دنیاوی سے دل کو پاک کریں۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے
پیش آویں۔ نرم کلامی سے انکو ہدایت کریں۔ اور اُن کی برائیوں سے درگذر کریں
اور شیخ اِن آداب میں منفرد ہے کہ جب کوئی اور شخص حدیث پڑھانے والا نہ ہو تو
یا ہو مگر پڑھانے میں سُستی کرتا ہو اور اِن وجہوں سے اس شیخ سے حدیث سننے
کی ضرورت ہو تو اُسوقت وجوباً اس کو حدیث کا پڑھانا لازم ہے۔ اور دوسرا مخصوص
ادب شیخ کا یہ ہے کہ جس شہر میں اس سے کوئی اور محدث اچھی طرح حدیث جاننے
والا ہو اس کی موجودگی میں یہ حدیث نہ پڑھائے بلکہ اُس کی خدمت میں جانے کے

واسطے ارشاد کرے ریہ کراہیت تحدیث کی موجودگی اعلم کے یحییٰ ابن معین کا
قول ہے۔ اور حافظ عراقی فرماتے ہیں اعلم کی طرف ارشاد کرنا اَولیٰ ہے۔ اور
تیسرا مخصوص ادب شیخ کا یہ ہے کہ کسی طالب العلم کی نیت کے فساد کی وجہ سے
جو اس کو قراین سے معلوم ہوا ہو اسکو حدیث پڑھانی ترک نہ کرے۔ پڑھاتا جائے
حدیث نبوی خود اس کی نیت کو انجام کار درست کرلیگی۔ اور ابتدا شیدا
بنا لیگی کما قیل۔ ؎ تعلمنا العلم للدنیا ✻ فدلنا علی ترک الدنیا + اور اسیکے موافق اردو میں بھی کسی نے کہا ہے

دعویٰ ہوا ہے کانِ جواہر کا گوش کو ۔۔۔ سنکر حدیث لعل پر افضالِ مصطفےٰ
بس آرزو یہی دلِ حسرت زدہ کی ہے ۔۔۔ سنتا ہے شمائلِ افضالِ مصطفےٰ

اور چوتھا مخصوص ادب شیخ کا یہ ہے کہ حدیث کا درس دینے سے پہلے غسل
یا وضو کرلیوے۔ اور مسواک کرے۔ اور خوشبو لگاوے۔ اور داڑھی کو تیل لگاوے
اور ہیبت اور وقار سے بیٹھے۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں حدیث کے درس
کے وقت شیخ اور طالب کو کسی کے واسطے اُٹھنا نہیں چاہئے۔ انتہےٰ۔ اکابر
محدثین کا اس باب میں یہانتک احتیاط تھا کہ اپنی جسمی تکلیف کے رفع کرنے
کے واسطے بھی قرارت حدیث کی مجلس سے جنبش نہ کرتے تھے غیر کے لئے اُٹھنا
تو بجائے خود۔ چنانچہ ابن مبارک ذکر کرتے ہیں کہ امام مالک کی خدمت میں ایک
روز میں حاضر ہوا۔ آپ حدیث پڑھا رہے تھے۔ اور آپ کو دس گیارہ بار بچھو نے
نیش مارا۔ اور اسکے صدمہ سے چہرہ زرد ہو جاتا تھا مگر حدیث کی قراءت آپنے
نہ چھوڑی اور نہ ہی آپ کی آواز میں لغزش آئی۔ بعد از فراغت تدریس حدیث
و انتشار مردم میںنے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ یہ صبر
اپنے تحمل کے اظہار کے واسطے میںنے نہیں کیا۔ بلکہ محض واسطے تعظیم حدیث نبوی
کے کیا ہے۔ اور پانچواں مخصوص ادب شیخ کا یہ ہے کہ حدیث کو کھڑے کھڑے۔
اور راستہ میں جاتے ہوئے سوائے کسی سخت ضرورت کے نہ پڑھاوے۔ اور چھٹا
مخصوص ادب شیخ کا یہ ہے کہ جب اوسکو کسی خاص حدیث یاد کردن [illegible] کا نفع معلوم

ہوجاوے - تو حدیث نہ سناوے - اور یا کسی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اسکو
بعض اجزاء حدیث کے بھول جائیں تو بھی حدیث سنانی موقوف کردیوے
اور ساتواں مخصوص ادب شیخ کا یہ ہے کہ جب املا کی مجلس اختیار کرے - اور سامعین
بہت ہوں اس کی آواز سب کو نہ پہونچ سکتی ہو تو آگے لوگوں کو سنانے
کے واسطے اچھا ضابطے والا ایک مبلغ مقرر کرے - کہ وہ بلا کمی وبیشی آگے
لوگوں کو سناتا جاوے - اور اگر ایک مبلغ کافی نہو سکے تو دو یا تین یا حسبِ قدر
ضرورت ہو اُتنے مقرر کرلیوے چنانچہ ابو مسلم ابرھیم بن عبداللہ البصری الکشی
المتوفی سنہ ۲۹۲ھ کی املا میں چند مبلغ کھڑے کئے گئے تھے خطیب بغدادی اپنی
تاریخ میں - اور حافظ عراقی بھی - ابو مسلم کشی کی املا کی کیفیت اسطرح نقل کرتے ہیں
کہ جس روز آپ بغداد میں تشریف لائے اور بہت لوگ آپ سے حدیث سننے
کو جمع ہوئے تو آپنے رحبہ غسان میں جو کہ بغداد کے سب مکانوں سے زیادہ
کشادہ اور وسیع تھا جلوس فرمایا - اور لوگ آپکے آس پاس کھڑے ہوگئے
اور اُن کی کثرت کی وجہ سے جبکہ ابو مسلم کی آواز سبکو پہونچ نہ سکتی تھی سات
شخص آگے پیچھے آپ کی آواز پہونچانے کو قائم کئے گئے تھے جو ایک دوسرے سے
آواز سنکر لوگوں کو پہونچاتے تھے اور مجلس کے برخاست ہونے کے بعد جب
لوگوں کا شمار کیا گیا تو علاوہ سامعین وغیرہ کے قلم دواتوں سے لکھنے والے
کسی اوپر چالیس ہزار حساب میں آئے - عراقی کہتے ہیں شیخ سے سنکر حدیث
آگے لوگوں کو پہونچانے والے شخص کی جگہ بلند ہو مثل کرسی وغیرہ کے اور
اگر بلند جگہ نہ مل سکے تو کھڑا ہوکر سنائے - اور جو شخص مستملی سے سنے اور
اس مستملی نے خود شیخ سے نہ سنا ہو بلکہ دوسری مستملی سے سنا ہو تو وہ شخص شیخ
سے اس سماعت کو جبتک کہ شیخ اسے اجازت نہ دیوے روایت نہ کرے -
اور اِملاء اسکو کہتے ہیں کہ عالم ایک جگہ میں بیٹھ جاوے - اور اُسکے گرداگرد
اسکے شاگرد قلم و دواتیں اور کاغذ لیکر بیٹھیں - اور وہ عالم جو کچھ کہ اللہ تعالےٰ نے

اُسپر ابواب علوم مفتوح کیے ہوئے ہیں اونکو بیان کرے اور شاگرد لکھتے جائیں بس
اِس کیفیت کا لکھا ہوا املاء ہے - اور قدیم زمانہ میں اہل حدیث اور فقہا اسیطرح افادہ
علم کا پہونچایا کرتے تھے - کذا فی اتحاف النبلاء - یہ ہیں ادابِ مخصوصہ شیخ کے اور
طالب حدیث ان اداب میں منفرد ہے کہ استاذ کی تعظیم کرے - اور اسکی مرضی کے
برخلاف دیرتک پڑھنے میں استاذ کو دق نہ کرے - شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں
اُستاذ کو دق کرنے والا آدمی علم کے انتفاع سے محروم رہتا ہے - اور دوسرا مخصوص
ادب طالب کا یہ ہے کہ جو علمی فوائد حاصل کیے ہیں وہ اوروں کو بھی پہونچاوے
(بخل نہ کرے) اور تیسرا مخصوص ادب طالب کا یہ ہے کہ حیا اور تکبر سے علم کا
حاصل کرنا ترک نہ کرے حیا سے ترک کرنا علم کا یہ ہے کہ آپ سے کم عمر والے سے
نہ پڑھے - اور تکبر سے ترک کرنا یہ ہے کہ جو شخص اس سے رتبہ میں کم ہو اُس سے
نہ سیکھے امام بخاری مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ علم کے منصب کو حیا کرنے والا
اور تکبر کرنے والا نہیں پہونچ سکتا - اور اس ادب میں بھی طالب حدیث مخصوص
ہے کہ جو کچھ استاذ سے سُنے اُسکو (بلا انتخاب) تمام و سالم لکھ لیوے - اور لکھنے
اور یاد کرنے میں اچھا اہتمام اور زیادہ کوشش کرے - اور اپنی یادداشت کا
اپنے شرکا کے ساتھ مذاکرہ اور دَور کرتا ہے تاکہ ذہن میں اچھی طرح جم جاوے -

سِنُّ التَّحَمُّلِ وَالْاَدَاءِ

(وَ) مِنْ الْمُهِمِّ (سِنُّ التَّحَمُّلِ وَالْاَدَاءِ) وَالْاَصَحُّ اِعْتِبَارُ سِنِّ
التَّحَمُّلِ بِالتَّمْيِيْزِ - هٰذَا فِي السَّمَاعِ - وَقَدْ جَرَتْ عَادَةُ الْمُحَدِّثِيْنَ
بِاِحْضَارِهِمُ الْاَطْفَالَ مَجَالِسَ الْحَدِيْثِ وَيَكْتُبُوْنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ
حَضَرُوْا - وَلَابُدَّ لَهُمْ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ مِنْ اِجَازَةِ الْمُسْمِعِ -
وَالْاَصَحُّ فِيْ سِنِّ الطَّلَبِ بِنَفْسِهٖ اَنْ يَّتَاَهَّلَ لِذٰلِكَ - وَيَصِحُّ تَحَمُّلُ

الْكَافِرِ اَيْضًا اِذَا اَدَّاهُ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ وَكَذَا الْفَاسِقُ مِنْ بَابِ الْاَوْلٰى اِذَا اَدَّاهُ بَعْدَ تَوْبَتِهٖ وَثُبُوْتِ عَدَالَتِهٖ۔ وَاَمَّا الْاَدَاءُ فَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّهٗ لَا اخْتِصَاصَ لَهٗ بِزَمَنٍ مُعَيَّنٍ بَلْ يُقَيَّدُ بِالْاِحْتِيَاجِ وَالتَّاَهُّلِ لِذٰلِكَ وَهُوَ مُخْتَلِفٌ بِاخْتِلَافِ الْاَشْخَاصِ وَقَالَ ابْنُ خَلَّادٍ اِذَا بَلَغَ الْخَمْسِيْنَ وَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْاَرْبَعِيْنَ وَتُعُقِّبَ بِمَنْ حَدَّثَ قَبْلَهَا كَمَالِكٍ رح)

حدیث کے تحمل و ادا کا سن

حدیث کے سننے اور ادا کرنے کا وقت وسن معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ کس سن میں آدمی حدیث سننے اور ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے پس اصح قول میں معتبر وقت اخذ کرنے حدیث کا سامع کی تمیز ہے (جبکہ جمرہ - بمرہ میں تمیز کرسکے - اور بات سنکر مناسب اسکے جواب دے سکے - اور غالباً پانچسال کی عمر میں یہ تمیز آدمی کو حاصل ہو جاتی ہے - اور جو تمیز نہو تو پچاس سالہ آدمی کا سماع بھی صحیح نہیں) یہ تمیز کی شرط سماع میں ہے والا محدثین کی اپنے اطفال کو مجالس حدیث میں (حصول برکت اور اجازت کے حاصل کرنے کے واسطے) حاضر کرنے کی عادت اور اُن اطفال کے واسطے اُن مجالس کا حضور لکھنے کا قدیم سے دستور ہے - لیکن جب وہ اطفال بڑے ہو جاویں تو اُس شیخ کی اجازت اونکو ضروری ہے جس کی مجلس میں طفولیت میں حاضر کئے گئے تھے (پہلے سماع پر حدیث روایت نہیں کرسکتے) اور بنفسہ حدیث کو طلب کرنے کا وقت اصح قول میں حدیث کے سمجھنے کی لیاقت ہے (جب حاصل ہو کوئی معین سن نہیں) اور اگر کوئی کافر کفر کی حالت میں حدیث سنکر اسلام لانے کے بعد روایت کرے تو اُس کا کفر کی حالت میں بھی حدیث کا تحمل کرنا صحیح ہے (مثال اس کی جیسی کہ

ہرقل کی حدیث ابوسفیان نے اسلام لانے کے بعد روایت کی تھی) اور اسیطرح فاسق
کا اخذ کرنا حدیث کا بھی بطریق اولیٰ صحیح ہے جبکہ توبہ کرنے کے بعد اور عدالت کے
ثبوت کے بعد روایت کرے اور حدیث کا ادا کرنا سو گذر چکا ہے کہ اُسکے واسطے
کوئی خاص مقرر وقت نہیں - بلکہ مفید ہے ادا کرنا حدیث کا ادا کرنے والے کی
لیاقت اور حدیث سننے کی ضرورت پر (یہ حکم بہ نسبت مؤکد ہونے اسکے کے
ہے - والا حدیث سنانے کے جواز بلکہ استحباب میں بھی فقط اہلیت ہی شرط ہے)
اور یہ اہلیت بسبب اختلاف اشخاص کے مختلف ہے اگاہے چھوٹی عمر کے
آدمی کو اللہ تعالےٰ ایسا فہیم کر دیتا ہے کہ بڑی عمر والا اسکے مقابل میں کچھ نہیں
ہوتا) اور ابن خلاد رامہرمزی کہتے ہیں جب چالیس برس کی عمر والے شخص پر
عیب نہ پکڑا جاوے یعنی نیک ہووے تو وہ شخص پچاس برس کی عمر میں حدیث
روایت کرے - اور ابن خلاد پر اس قول میں اُن لوگوں کی نظر سے اعتراض کیا گیا
ہے جنھوں نے پچاس برس کی عمر سے پہلے حدیث پڑھانی شروع کر دی تھی
جیسے کہ امام مالک اور امام شافعی ہیں رحمہما اللہ تعالےٰ -

صِفَةُ کِتَابَةِ الْحَدِیْثِ

(و) مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ (صِفَةِ کِتَابَةِ الْحَدِیْثِ)
وَهُوَ اَنْ یَّکْتُبَهٗ مُبَیَّنًا مُفَسَّرًا فَیُشَکِّلُ الْمُشْکِلَ مِنْهُ اَوْ یُنَقِّطُهٗ
وَیَکْتُبُ السَّاقِطَ فِی الْحَاشِیَةِ الْیُمْنٰی مَادَامَ فِی السَّطْرِ بَقِیَّةٌ وَاِلَّا
فَفِی الْیُسْرٰی -

حدیث لکھنے کی صفت میں

حدیث کا لکھنا اور اُسکے لکھنے کا طریق دریافت کرنا بھی ضروری ہے لزنانہ

حرفوں پر نقطے لکھدیوے یا ضرورت سمجھے تو اعراب و نقاط دونوں کو لکھدیوے
اور جہاں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا نام نامی و اسم گرامی آوے
تو صلوۃ و سلام لفظوں میں لکھے۔ تکرار سے دق ہو کر صلعم سے اشارہ نہ کرے
تقریب میں ہے جس شخص نے صلوۃ و سلام کی جگہ صلعم کا اشارہ ایجاد کیا تھا
اُس کا ہاتھ ہی کاٹا گیا تھا۔ حمزہ کنانی کہتے ہیں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ
وسلم کا ذکر کرتے وقت فقط صلوۃ ہی لکھا کرتا تھا بغیر سلام کے تو ایک دفعہ
میں نے خواب میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو دیکھا آپنے
فرمایا تم میرے پر سالم درود کیوں نہیں بھیجتے ہو) اور حدیث لکھتے وقت سطر
میں سے جو لفظ رہجاوے اور سطر ابھی تمام نہ ہوئی ہو تو اُس باقیماندہ لفظ کو
داہنے حاشیہ میں لکھے۔ اور اگر سطر تمام ہو چکی ہے تو اُس باقیماندہ لفظ کو
بائیں حاشیہ میں لکھے۔

صِفَةُ عَرْضِ الْحَدِيْثِ وَسَمَاعِهٖ

(وَ) صِفَةُ (عَرْضِهٖ) وَهُوَ مُقَابَلَتُهٗ مَعَ الشَّيْخِ الْمُسْمِعِ أَوْ مَعَ ثِقَةٍ غَيْرِهٖ أَوْ مَعَ نَفْسِهٖ شَيْئًا فَشَيْئًا (وَ) صِفَةُ (سَمَاعِهٖ) بِأَنْ لَا يَتَشَاغَلَ بِمَا يُخِلُّ بِهٖ مِنْ نَسْخٍ أَوْ حَدِيْثٍ أَوْ نُعَاسٍ (وَ) صِفَةُ (إِسْمَاعِهٖ) كَذٰلِكَ وَأَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ مِنْ أَصْلِهِ الَّذِيْ سَمِعَ فِيْهِ۔ أَوْ مِنْ فَرْعٍ قُوْبِلَ عَلٰى أَصْلِهٖ فَإِنْ تَعَذَّرَ كُلٌّ مِنْهُمَا فَلْيُجِبْرُهٗ بِالْإِجَازَةِ لِمَا خَالَفَ إِنْ خَالَفَ)

حدیث کے عرض کرنے اور سننے کی صفت

(لکھی ہوئی حدیث کا شیخ سنانے والے " (کتاب سے) یا فرع مقابل سے مع شیخ

یا کسے دوسرے ثقہ شخص سے یا خود ہی تہوڑا تہوڑا اصل کو سامنے رکھکر مقابلہ
کرنا بھی ضروری ہے اِعَرْضُ مقابلہ کرتا ہے حدیث کے اصلی نسخہ سے یا مقابل بہ
مع الشیخ سے بکیفیت مذکورہ) اور حدیث کو سننے کی یہ کیفیت ہے کہ حدیث
سنتے وقت سماع کی مخل اشیا سے جیسے کہ لکھنا[ل] - کلام کرنا - اونگناہے مشغول ہووے
اور غیر کو حدیث سنانے کی بھی یہی صفت ہے کہ سنانے کے وقت مخل چیزوں سے
استاذ مشغول نہ ہووے - اور اُستاذ اپنے شیخ کے اصلی نسخہ سے جس میں سے خود
اس نے سنا ہے اُسے سے سناوے - اور اگر اصل صحیح نسخہ یا فرع مقابل
شدہ دستیاب نہو سکے - اور فرع ناقص عن الاصل سے سنانا پڑے تو اس
نقص کا جبیرہ اجازت سے کردیوے - طالب العلموں کو یوں کہدیوے کہ فلاں
کتاب جو مینے تمکو سنائی ہے اُس کی بتمامہ میں تمکو اجازت دیتا ہوں تاکہ اصل
نسخہ سے جو مخالفت ہوئی ہو اس کا جبیرہ ہو جاوے -

اَلرِّحْلَۃُ فِی الْحَدِیْث

(وَ) صِفَۃُ (الرِّحْلَۃِ فِیْہِ) حَیْثُ یَبْتَدِیْ بِحَدِیْثِ اَھْلِ بَلَدِہٖ
فَیَسْتَوْعِبُہٗ ثُمَّ یَرْحَلُ فَیُحَصِّلُ فِی الرِّحْلَۃِ مَالَیْسَ عِنْدَہٗ وَیَکُوْنُ
اِعْتِنَائُہٗ بِتَکْثِیْرِ الْمَسْمُوْعِ اَکْثَرَ مِنْ اِعْتِنَائِہٖ بِتَکْثِیْرِ الشُّیُوْخِ)

[ل] لکھنا اگر سماع میں مخل ہو تو جائز ہے چنانچہ عراقی نے دارقطنی کا قصہ اسکے متعلق یوں
ذکر کیا ہے کہ حافظ دارقطنی اسمعیل صفار کی مجلس میں حدیث سنانے کے وقت حاضر ہوئے باقی لوگ
تو قرات حدیث کی سماعت کرنے لگے اور آپ نے ایک کتاب اپنے پاس سے نکالکر لکھنی شروع کی اسپر
بعض حاضرین نے کہا آپکا سماع صحیح نہیں - اسواسطے کہ آپ لکھنے میں مشغول ہیں آپنے اسکو یہ جواب دیا
کہ تیری توجہ سننے میں تمہاری توجہ کے برخلاف ہے - پھر معترض کو فرمایا تمہیں معلوم ہے شیخ اسوقت تک کے
حدیثیں روایت کرچکے ہیں - کہا مجھے تو تعداد معلوم نہیں فرمایا اٹھارہ حدیثیں تک شیخ روایت کرچکے
ہیں انمیں پہلی حدیث فلان عن فلاں الخ اور دوسری فلاں عن فلاں اور تیسری فلاں عن فلاں آخر تک سب
حدیثوں کی سندیں اور متون پڑھ سنائے - اور یہ کیفیت دیکھکر لوگ آپکے حافظہ سے تعجب میں آگئے -

حدیث کی تحصیل میں سفر کرنیکا بیان

اور حدیث کی تحصیل اس طرح کرنی چاہیے کہ اول تو اپنے شہر کے علماؤں سے جسقدر انکے پاس حدیث ہے بتمامہ سب حاصل کر لیوے۔ پھر دوسرے شہروں میں جاکر وہ حدیثیں جو اپنے شہر کے علماؤں کے پاس نہ تھیں اُن کو حاصل کرے۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن انس کے پاس ایک حدیث کے واسطے ایک مہینہ کا سفر طے کر کے گئے تھے۔) اور طالب حدیث کو چاہیکہ اپنے سفر میں بہت اُستاذ بنانے کی نسبت احادیث کے متون و اسانید کی کثرت کے سماع میں زیادہ سعی کرے۔

اَلتَّصْنِیْفُ فِی الْحَدِیْثِ

(و) صِفَةُ (تَصْنِیْفِهٖ) وَذٰلِكَ (اِمَّا عَلَى الْمَسَانِیْدِ) بِاَنْ یَّجْمَعَ مُسْنَدَ كُلِّ صَحَابِیٍّ عَلٰى حِدَةٍ۔ فَاِنْ شَاءَ رَتَّبَهٗ عَلٰى سَوَابِقِهِمْ وَاِنْ شَاءَ رَتَّبَهٗ عَلٰى حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ وَهُوَ اَسْهَلُ تَنَاوُلًا (اَوْ) تَصْنِیْفُهٗ (عَلَى الْاَبْوَابِ الْفِقْهِیَّةِ) اَوْ غَیْرِهَا بِاَنْ یَّجْمَعَ فِیْ كُلِّ بَابٍ مَاوَرَدَ فِیْهِ مِمَّا یَدُلُّ عَلٰى حُكْمِهٖ اِثْبَاتًا اَوْ نَفْیًا۔ وَالْاَوْلٰى اَنْ یَّقْتَصِرَ عَلٰى مَا صَحَّ اَوْ حَسُنَ فَاِنْ جَمَعَ الْجَمِیْعَ فَلْیُبَیِّنْ عِلَّةَ الضَّعِیْفِ (اَوْ) تَصْنِیْفُهٗ (عَلَى الْعِلَلِ) فَیَذْكُرُ الْمَتْنَ وَطُرُقَهٗ وَبَیَانَ اِخْتِلَافِ نَقَلَتِهٖ وَالْاَحْسَنُ اَنْ یُّرَتِّبَهَا عَلَى الْاَبْوَابِ لِیَسْهُلَ تَنَاوُلُهَا (اَوْ) یَجْمَعُهٗ (عَلَى الْاَطْرَافِ) فَیَذْكُرُ طَرَفَ الْحَدِیْثِ الدَّالِّ عَلٰى بَقِیَّتِهٖ۔ وَ یَجْمَعُ اَسَانِیْدَهٗ اِمَّا مُسْتَوْعِبًا اَوْ مُقَیَّدًا بِكُتُبٍ مَخْصُوْصَةٍ۔)

حدیث میں تصنیف کرنیکی کیفیت

اور حدیث کے تصنیف کرنے کی صفت معلوم کرنی بھی ضروری ہے۔ اور تصنیف
حدیث کئی طریقوں پر ہے۔ ایک طریق تو یہ ہے کہ احادیث کو مسانید پر جمع کرے
بایں کیفیت کہ ہر ایک صحابی کی احادیث مرویہ کو علیحدہ علیحدہ مسند میں جمع کرے
پھر اُن مسانید کی ترتیب کو اگر مصنف چاہے تو سابقین میں سے شروع کرے
رمثلاً خلفا اربعہ کی حدیثیں ترتیب وار خلافت کے طور پر لکھے اُنکے بعد عشرہ مبشرہ
کی جیسے کہ امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے) اور اگر مصنف چاہے تو
حروف معجمہ پر مسانید کو مرتب کرے ہمزہ سے شروع کرے اولاً حضرت انس
کی مسند لکھے پھر حضرت بلال کی اسیطرح لکھتے لکھتے حرف یاء پر ختم کرے جیساکہ
طبرانی نے معجم کبیر میں یہ طریق اختیار کیا ہے) اور حروف معجمہ پر مرتب کرنا
حدیث کا حدیث کے تلاش کرنے میں زیادہ سہولت رکھتا ہے۔ اور اگر مصنف
چاہے تو ابواب فقہ پر حدیث کو تصنیف کرے۔ یا طرق مذکورہ کے سوائے کسی
اور طریق پر تصنیف کرے رجیسے کہ ابواب مغازی اور ابواب فضائل ہیں) اور
مصنف حدیث کو چاہیے کہ ہر ایک باب میں جو کچھ حدیثیں اُس کو اس باب میں
یاد ہوں۔ اور جس جس حکم پر اثباتاً و نفیاً دلالت کرتی ہوں اُن سبکو وہاں ہی
جمع کر دیوے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مصنف حدیث صحیح اور حسن ہے حدیثوں پر اکتفا
کرے۔ اور اگر صحیح و حسن کے سوائے اور قسم کی ضعیف حدیثیں بھی لکھے تو
اُسپر سبب ضعف حدیث کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ آیا انقطاع کی وجہ سے
ضعیف ہے یا سوء الحفظ کی وجہ سے۔ اور اگر مصنف چاہے تو حدیث کو علل
پر تصنیف کرے۔ اور وہ علل پر تصنیف کرنا اس طرح ہے کہ حدیث کا متن اور
سندیں بیان کرکے پھر حدیث کے راویوں کا اختلاف حدیث کے وصل ارسال،

رفع۔ وقف میں بھی بیان کردیوے۔ تاکہ متصل کا ارسال اور مرفوع کا وقف ظاہر ہو جاوے اور علل پر تصنیف کرنے والے کو بھی زیادہ مناسب یہی طریق ہے کہ علل کو ابواب فقہ پر مرتب کرے۔ تاکہ استخراج احادیث کا آسان ہوجاوے اور ابواب فقہ پر مرتب کرنا اس طرح ہے کہ احادیث معللہ کے متن متعلقہ بالصلوٰۃ مع الاسناد بیان کرکے پھر زکوٰۃ سے تعلق رکھنے والے متن کو مع اسناد ذکر کرے) اور اگر مصنف چاہے تو حدیث کو اطراف پر جمع کرے۔ اور اطراف پر جمع کرنا اس طرح ہے کہ حدیث کا وہ حصہ جو باقیماندہ پر دلالت کرتا ہے لکھدیوے اور اس متن کی سب سندیں وہاں لکھدیوے۔ یا کسی خاص کتاب سے اس کی سندیں (مثلاً فقط بخاری ہی سے) وہاں جمع کردیوے۔

سَبَبُ الحَدِیثِ

(وَ) مِنَ الْمُھِمِّ (مَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِیْثِ وَقَدْ صَنَّفَ فِیْهِ بَعْضُ شُیُوْخِ الْقَاضِیْ اَبِیْ یَعْلٰی اِبْنِ الْفَرَّاءِ) الْحَنْبَلِیْ وَھُوَ اَبُوْحَفْصِ الْعُکْبَرِیْ۔ وَقَدْ ذَکَرَ الشَّیْخُ تَقِیُّ الدِّیْنِ بْنُ دَقِیْقِ الْعِیْدِ اَنَّ بَعْضَ اَھْلِ عَصْرِهٖ شَرَعَ فِیْ جَمْعِ ذٰلِكَ وَکَاَنَّهٗ مَارَاٰی تَصْنِیْفَ الْعُکْبَرِیِّ الْمَذْکُوْرِ (وَصَنَّفُوْا فِیْ غَالِبِ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ) عَلٰی مَا اَشَرْنَا اِلَیْهِ (غَالِبًا وَھِیَ) اَیْ هٰذِهِ الْاَنْوَاعُ الْمَذْکُوْرَةُ فِیْ هٰذِهِ الْخَاتِمَةِ (نَقْلٌ مَحْضٌ ظَاهِرَةُ

---

[۱] ابوالبقاعبداللہ ابن الحسین بن عبداللہ العکبری منسوب ہیں بطرف عکبر کے جو بغداد سے دس فرسنگ پر دجلہ کے کنارے ایک شہر ہے۔ تفسیر و حدیث کے علاوہ علم فقہ۔ علم فرائض علم نحو۔ علم ادب۔ علم حساب میں بھی آپکو کامل دستگاہ تھی آپکی تصانیف میں سے کتاب اعراب القرآن دو جلدوں میں اعراب الحدیث کتاب اللباب۔ علم نحو میں اور دیوان متنبی و ایضاح ابوعلی فارسی کی کتاب پر شرح ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔

التعريف مستغنية عن التمثيل، وحصرها متعسر، فليراجع لها مبسوطاتها، ليحصل الوقوف على حقائقها، والله الموفق والهادي للحق لا إله إلا هو عليه توكلت وإليه أنيب، وحسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ۝

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما كثيرا كثيرا ۝ والحمد لله رب العالمين ۝

حدیث کا سبب دریافت کرنے میں

اور حدیث کا سبب دریافت کرنا کہ کس امر کیلئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے وہ حدیث ارشاد فرمائی ہے، بہی ضروری امر ہے (فائدہ اس نوع کی معرفت کا یہ فائدہ ہے کہ گاہے کوئی حکم کسی خاص سبب سے مخصوص ہوتا ہے اُس کا پتہ اس کی معرفت سے لگ جاتا ہے)، اس نوع میں قاضی ابویعلی بن فراالحنبلی کے بعض مشائخ یعنی ابوحفص عکبری المتوفی سنہ ۱۸ تصنیف کی ہے۔ اور شیخ تقی الدین بن دقیق العید ذکر کرتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے بعض علمار نے بھی سبب الحدیث میں تصنیف کرنی شروع کی ہوئی ہے۔ شائد عکبری مذکور کی تصنیف ان کی نظر سے نہیں گذری (ممکن ہے کہ دیکھی ہو مگر مزید مسائل کے جمع کرنے کے واسطے تصنیف کرنی شروع کردی ہو) اور اس کتاب میں جتنے انواع ذکر ہوئے ہیں۔ اور جنکی طرف میںنے اشارہ کیا ہے انمیں سے اکثر انواع میں علما نے مستقلا ہر ایک نوع کی بابت کتابیں لکھی ہیں۔ اور جو خاتمہ میں انواع ذکر

گذشتہ ۸۰۱ ہجری میں شیخ ابن حجر رحمہ اللہ تعالےٰ شرح نخبۃ کی تالیف سے فارغ ہوئے ہیں - انتہے -

میری یہ کتاب استجلاء البصر - ۶ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ ہجری کو ختم ہوئی ہے - اس حساب سے ان دونوں کتابوں متن اور شرح میں پانچسو چار سال کا فیصلہ ہوتا ہے اللہ تعالے اپنے فضل و کرم سے اسکو بھی مقبول فرما کر اپنے بندوں کو اس سے ہدایت کرے -

آمین

والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علے رسولہ محمد و الہ و صحبہ و حملۃ اقوالہ و حفظۃ احوالہ الی یوم الدین

فقط

ابو محمد عبد العزیز عثمانی عفا اللہ عنہ